باب ۱۹

دو محرم سے روز عاشورا تک کے حالات

سیدنا امام عالی مقام کے نام عبید اللہ ابنِ زیاد والیٔ کوفہ کا خط

سیدنا امامِ عالی مقام امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کے ورودِ کربلا کا جب والیٔ کوفہ عبید اللہ ابنِ زیاد کو علم ہوا تو اس نے اوّلین سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

لَقَدْ بَلَغَنِیْ یَاحُسَیْنُ نُزُوْلِكَ بِكَرْبَلَا وَقَدْ كَتَبَ اِلَیَّ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَزِیْدَ اَنْ لَاۤ اَتَوَسَّدُ الْوَشِیْرَ وَلَا اَشْبَعَ مِنَ الْخَیْرِ الْحَقُّكَ بِاللَّطِیْفِ الْخَبِیْرِ وَتَرْجِعُ اِلٰی حُكْمِیْ وَحُكْمِ یَزِیْدَ۔ (۱)

الحاصل یہ ہے کہ اے حسین رضی اللہ عنہ مجھے آپ کے کربلا پہنچنے کی خبر ملی ہے اور امیر یزید نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس وقت تک نرم تکیہ پر سر نہ رکھوں اور نہ عمدہ خوراک کھاؤں جب تک آپ کو قتل نہ کرلوں مگر یہ کہ آپ میرے اور یزید کے حکم کے آگے سرِخم تسلیم کرلیں۔

خط کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبید اللہ ابنِ زیاد نے حضرت امام کو قتل کی دھمکی دے دی اور واضح کردیا کہ اگر آپ امیر یزید کے آگے سرخم نہ کریں گے تو اس وقت تک میں آرام کی غذا نہیں کھاسکوں گا یا جب تک آپ کو قتل نہ کردیا جائے دو چیزیں ہی ہیں یا تو بیعتِ یزید اور یا قتل ہونا۔ اس خط کو پڑھنے کے بعد سیدنا امامِ عالی امام نے اس کو پھینک دیا اور زبانِ اطہر سے یہ جملے فرمائے۔

لَاۤ اَفْلَحَ الْقَوْمُ وَاشْتَرَوْا مَرْضَاتِ لِمَخْلُوْقٍ بِسُخْطِ الْخَالِقِ۔

وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جو اللہ تعالیٰ خالقِ حقیقی کی ناراضگی کے عوض مخلوق کی رضامندی خریدے۔

جب قاصد نے جواب کا تقاضا کیا تو آپ نے فرمایا:

مَالَهٗ عِنْدِیْ جَوَابٌ فَقَدْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ۔ (۲)

میرے پاس اس خط کا کچھ جواب نہیں ہے۔ پس ایسا شخص عذابِ خداوندی میں مبتلا ہوگا۔

جب قاصد نے عبید اللہ ابنِ زیاد کو سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے رویہ سے آگاہ کیا تو اس کو یہ یقین ہوگیا کہ میری قاتلانہ دھمکیوں سے آپ مرعوب نہیں ہوئے اور ان کو کسی قیمت پر امیر یزید کی بیعت کرنا گوارہ نہیں۔ اب بجز اس کے کچھ اور چارہ نہیں کہ ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جائے تو عبید اللہ ابنِ زیاد نے پھر دوسرا کام یہ کیا کہ اب آپ کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجنے پر تل گیا۔

(۱) الحیات، ج:۲، ص:۱۸۹ (۱)(الحیات)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

عبید اللہ ابنِ زیاد کا مختصر تعارف

اب رہا عبید اللہ ابنِ زیاد والئ کوفہ تو اس کے متعلق بھی اکثر دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ کون تھا؟ اور اس کو ابنِ زیاد کیوں کہا جاتا ہے تو عبید اللہ ابن زیاد یزید ابن معاویہ کا چچازاد بھائی تھا اصل نام عبید اللہ ہے اور باپ کا نام زیاد ہے عام طور پر اس کو ابنِ زیاد کہا جاتا ہے لیکن مراد یہی ہے کہ عبید اللہ۔ عبید اللہ کے باپ کو جو زیاد تھا اس کو بھی ابن ابوسفیان کہا جاتا ہے۔ زیاد کی ماں کا نام سمیہ تھا۔ یزید جب تختِ سلطنت پر آیا تو اس نے عبید اللہ کو بصرہ کا گورنر لگادیا (اس کی ایک خاص وجہ تھی) اس وقت عبید اللہ کی عمر ۳۳ سال تھی پھر اس نے کچھ دیر بعد جیسا کہ آپ جان چکے ہیں کہ کوفہ کا بھی گورنر بنادیا یہ وہی عبید اللہ ہے جس کے باپ زیاد نے ۵۶ ھ ہجری میں یزید کی بیعت لیے جانے کی سخت مخالفت کی تھی۔ عبید اللہ ابنِ زیاد مرجانہ لونڈی کا لڑکا تھا اور یزید اسے اپنے منہ نہ لگاتا تھا مگر خراسان اور بصرہ کا اس کو حاکم بنادیا اور پھر اسے معزول بھی کردیا۔ جب یزید کو ہوشیار، عیار، تیز، مکار کوئی اس سے زیادہ نظر نہ آیا تو اس نے عبید اللہ ابن زیاد کو بصرہ اور کوفہ کا گورنر بنادیا یہی یزید کی توقعات تھیں جو اس نے اس سے پوری کرائیں اور اس نے یزید کی ناراضگی کو خوشی میں بدلنے کے لیے ایسے ہی کام کر دکھائے جس سے یزید خوش ہوجائے (آگے انجام بھی ملاحظہ کریں گے)۔

۳ محرم اور کربلا میں عمرو بن سعد بمعہ چار ہزار لشکرِ یزید

یاد رہے کہ عبید اللہ ابنِ زیاد نے کربلا میں فوجیں بھیجنے سے قبل عمرو بن سعد سپہ سالار کو کہا کہ میں تجھے قزوین کا (علاقہ) بطور انعام دیتا ہوں اور تو ان لوگوں کی سرکوبی اور مقبوضہ علاقہ کی بازیابی کی مہم پر روانہ کرتا ہوں جنہوں نے سرحد علاقے دستبیٰ پر قبضہ کر رکھا ہے اور یہ پورا علاقہ بھی تیرا ہوگا۔ چنانچہ عمرو بن سعد چار ہزار کا لشکرِ مسلح لے کر روانہ ہوا اور ابھی وہ بمقامِ حمام اعین لشکر سمیت پہنچا تو اسی اثناء میں عبید اللہ ابنِ زیاد نے فوراً عمرو بن سعد کو بلا کر کہا کہ کربلا والوں سے پہلے نمٹ لو بعد میں کوئی اور کام کریں گے عمرو بن سعد نے بطورِ معذرت کہا کہ میں جس کام کے لیے جارہا ہوں مجھے جانے دو اس کام کے لیے کسی اور کو مامور کردیں۔ عبید اللہ ابنِ زیاد نے کہا جو کام تم کرسکتے ہو وہ اور کون کرے گا بہتر یہی ہے کہ وہی چار ہزار لشکر لو اور واپس کربلا لے آؤ۔ ابن سعد نے کہا اچھا پھر آج کی رات مجھے کچھ غور کرلینے دو صبح سوچ کر قدم اٹھائیں گے۔ (البدایہ)

ابنِ سعد گھر آیا اور احباب و اقارب سے مشورہ کیا کہ عبید اللہ ابنِ زیاد یہ کہتا ہے اور مجھے کچھ اپنی رائے دو۔ سب نے بلکہ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ نے بھی اس کو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تم کو روئے زمین کی بادشاہی مل جاوے یا روئے زمین کی بادشاہی پر مسلط ہو اور تجھے چھوڑنی پڑے تو چھوڑ دے۔ لیکن یاد رکھ نواسۂ رسول ﷺ اور ان کے خاندانِ عالیہ کے مدِ مقابل نہ ہونا ابنِ سعد نے وعدہ کرلیا۔

عمرو بن سعد کا مختصر تعارف

یاد رہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مشہور صحابیٔ رسول ہیں اور آپ ان دس خوش نصیب صحابہ سے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

عمرو ان کا ہی بیٹا تھا اس لیے اس کو ابنِ سعد کہتے ہیں۔ اصل نام عمرو ہے ابنِ سعد کے معنیٰ سعد کا بیٹا۔ اور سعد کا بیٹا جو یہاں پر اکثر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ عمرو ہی ہے۔
(آخر میں انجام بھی ملاحظہ کریں گے)

اب جب اپنے اقرباء سے ابن سعد یہ وعدہ کر چکا کہ میں آلِ رسول ﷺ کے خلاف قطعاً کوئی اقدام نہیں کروں گا۔ لیکن اس وعدہ کی پابندی اس کے لیے بڑا دشوار مسئلہ بن گئی وہ یہ کہ اس کے دل و دماغ میں ملک کی حکومت کا لالچ آ گیا اور یہ بھوت ایسا اس کے سر پر سوار ہوا کہ وہ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بالآخر اس نے یہی سوچا کہ آلِ رسول ﷺ کا احترام جاتا ہے تو جائے ان پر جو ہوتا ہے ہو جائے کچھ پرواہ نہیں لیکن ملک ہاتھ سے نہ جائے۔ گویا کہ حکومت نقد ہے اور اہل بیتِ اطہار اور جنت اُدھار ہے۔ اس نقد کو چھوڑ کر ادھار کا سودا کیوں کیا جائے۔ چنانچہ اس نے ابن زیاد سے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا اور ابن زیاد نے وہی چار ہزار کا لشکرِ جرار دے کر جو پہلے تو اسے دیلمیوں کی سرکوبی کے لیے دیا تھا۔ اب نواسۂ سید الابرار خاندانِ آلِ اطہار احمد مختار ﷺ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے کے لیے تین محرم الحرام ۶۱ھ کو کربلا پہنچ گیا۔ (۱)

بیعتِ یزید پر اصرار ورنہ موت کے لیے تیار

عمرو بن سعد جب چار ہزار لشکرِ یزیدی لے کر کربلا پہنچ گیا تو حر ابن ریاحی کا لشکر جس کی تعداد ایک ہزار تھی وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہوا اور اب محرم الحرام کی تین تاریخ ہے کہ خاندانِ اہلِ بیت کے مقابلہ کے لیے جمع ہو گیا۔ اب عمرو بن سعد نے اپنے ایک خاص قاصد قرت بن قیس حنظلی کو سیدنا امام کے پاس بھیجا اور زبانی پیغام دیا کہ آپ یہاں کس طرح تشریف لائے ہیں؟

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَنَّ اَهْلَ مِصْرِكُمْ كَتَبُوا اِلَیَّ اَنْ اَقْدِمْ عَلَيْنَا فَاَمَّا اِذَا كَرِهْتُمُوْنِیْ اِنْصَرَفْتُ عَنْكُمْ

تمہارے شہر والوں نے مجھے خطوط لکھے کہ ہماری طرف آئیں تو مجھے آنا پڑا اگر میرا آنا ناپسند ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

قاصد نے جب عمرو بن سعد سپہ سالار فوج کو حضرت امام کا یہ جواب دیا تو اس نے کہا کہ يُعَافِيْنِی اللّٰهُ مِنْ حَرْبِهٖ امید ہے کہ اللہ مجھے ان سے جنگ کرنے سے بچائے گا اس کے بعد عمرو بن سعد نے عبید اللہ ابن زیاد کو لکھ بھیجا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور خیال بالکل درست ہے وہ یہاں کے لوگوں کے کہنے پر تشریف لائے اور اب وہ کہتے ہیں کہ اگر میرا آنا تم کو ناپسند ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں یہ خط ملنے پر قرت بن قیس حنظلی اور ایک شخص حسان بن قائد یحییٰ جو اس وقت عبید اللہ ابن زیاد کے پاس موجود تھا۔ کہتے ہیں کہ عبید اللہ کہنے لگا واہ اب ہمارے پنجرے میں شکار آ جائے اور پھر وہ ایسے ہی واپس چلا جائے وہ یزید امیر کے آگے سرخم کریں یا مرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ عبید اللہ ابن زیاد نے عمرو ابن سعد سپہ سالار فوج یزید کو اس مضمون کا خط لکھا۔

فَقَدْ بَلَغَنِیْ كِتَابُكَ وَفَهِمْتُ مَاذُكِرَتْ فَاَعْرِضْ عَلَى الْحُسَيْنِ اَنْ يُّبَايِعَ يَزِيْدَ هُوَ وَجَمِيْعُ اَصْحَابِهٖ فَاِذَا هُوَ فَعَلَ ذَالِكَ...... (الحیات)

مجھے تمہارا خط ملا اور حالات سے آگاہی ہوئی حسین رضی اللہ عنہ سے یہ کہو کہ وہ خود اور اپنے تمام اصحاب سمیت یزید امیر کی بیعت کر لیں پھر ہم ان کے متعلق دیکھیں گے۔

(۱) الحیات، ج: ۳، ص: ۱۹۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اب یہ خط عمرو بن سعد کو ملا تو وہ خط پڑھتے ہی کہنے لگا مجھے پتہ تھا کہ عبید اللہ ابن زیاد صلح کو پسند نہیں کرے گا اور وہی ہوا۔ اس خط کا عمرو بن سعد نے حضرت امام کے پاس کچھ ذکر نہ کیا اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ حضرت امام یہ کسی قیمت پر تسلیم نہیں کریں گے۔ کہ وہ یزید لعین کی بیعت کریں۔

خولی بن یزید اور شمر ذی الجوشن کی خباثت (یزیدی گروہ)

ادھر عبید اللہ ابن زیاد نے کوفہ میں یزید کی حمائت پر لوگوں کو مال و متاع کے لالچ کی مہم تیز کر دی اور ہر آدمی کو یزید کی حکومت کی طرف سے سوسو درہم بطورِ وظیفہ تقسیم کرنے شروع کر دیے تا کہ لوگ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ورودِ کربلا میں اس کی خبر پر وہاں ان تک نہ پہنچ سکیں کوئی ان کی حمائت نہ کر سکے اور ساتھ ہی یہ دھمکی دے دی کہ جو کوئی ان کا ساتھ دے گا یا ان کی حمائت کرنے کو ان تک جانے کی کوشش کرے گا اسے قتل کر دیا جائے گا علاوہ ازیں تمام کوفہ والوں اور اردگرد دیہاتوں پر ناکہ بندی کرا دی کہ کوئی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچنے پائے اور خولی بن یزید شمر ذی الجوشن کی نگرانی میں مزید فوجیں کربلا میں بھیجتا رہا ان دونوں خبیثوں کا وہاں پہنچنا تھا کہ انہوں نے دوسری شرارت یہ کی کہ عبید اللہ ابن زیاد کو ایک خط عمرو بن سعد سپہ سالار فوج کے متعلق یہ لکھا۔

يَاَيُّهَا الْاَمِيْرُ اِنَّ عَمْرَو ابْنِ سَعْدٍ يَخْرُجُ كُلَّ لَيْلَةٍ وَيَبْسُطُ بِسَاطًا وَيَدْعُوا الْحُسَيْنَ وَيَتَحَدَّثَانِ حَتّٰى يَمْضِيَ مِنَ اللَّيْلِ وَقَدْ اَدْرَكَتْهُ عَلَى الْحُسَيْنِ الرَّحْمَةَ وَالرَّاْفَةَ فَاَمَرَهُ اَنْ يَنْزِلَ عَنْ حُكْمِكَ ...... اَلْحُكْمُ لِيْ وَاَنَا اَكْفِيْكَ اَمْرَهُ. (۱)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اے امیر! عمرو بن سعد ہر رات کو اپنے لشکر سے نکلتا ہے اور حسین کے لیے فرش بچھا کر ان کو بلاتا ہے اور رات کافی دیر تک دونوں باتیں کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ عمرو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کرنا چاہتا ہے اس لیے اس کو حکم دیں کہ وہ اس عہدہ سے سبکدوش ہو جائے اور اس کام کی نگرانی میرے سپرد کریں میں پھر اس کام کو خود انجام دوں گا۔

خولی نے جو خط لکھا تھا شمر اس کو لے کر بذاتِ خود ابنِ زیاد کے پاس آیا۔ عبید اللہ ابن زیاد کچھ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی خاموشی کو دیکھ کر شمر ذی الجوشن کہنے لگا۔

اَتَقْبَلُ هٰذَا مِنْهُ وَقَدْ نَزَلَ بِاَرْضِكَ وَاِلٰى جَنْبِكَ اَلْاٰنَ رُحِلَ مِنْ بَلَادِكَ وَلَمْ يَقَعْ يَدَهُ فِيْ يَدِكَ لَيَكُوْنَنَّ اُوْلِي الْقُوَّةِ وَلَتَكُوْنَنَّ اَوْلِي الضَّعْفِ وَالْعِجْزِ فَلَا تُعْطِهٖ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ وَلٰكِنْ يَنْزِلُ عَلٰى حُكْمِكَ هُوَ وَاَصْحَابُهٗ. (۲)

کیا اے امیر! حسین رضی اللہ عنہ کی اس بات کو مانتے ہو کہ وہ کسی اور جگہ واپس چلے جائیں جب کہ وہ اس وقت تمہاری گرفت میں آئے ہوئے ہیں اور اگر وہ یہاں سے کسی اور جگہ چلے گئے تو وہ پھر تمہارے ہاتھ نہ آ سکیں گے اور وہ طاقتور ہو جائیں گے اور تم لوگ کمزور ہو جاؤ گے پھر ان پر قابو پانا تمہارے لیے ایک مشکل ترین کام ہو جائے گا اس لیے اس کو ہرگز مہلت نہ دو اور نہ بات مانو جب تک وہ امیر یزید کے آگے سر خم نہ کریں۔

(۱) الحیات، ج:۲، ص:۱۹۲ (۲) الحیات، ج:۲، ص:۱۹۲، ۱۹۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ابن زیاد نے یہ بات سنی تو کہنے لگا ہاں بات تو درست ہے لیکن دو روز ہو گئے ہیں ابھی تک مجھے سپہ سالار عمرو بن سعد نے کچھ نہیں لکھا اس کی انتظار کر رہا ہوں۔ شمر کہنے لگا وہ تو حسین رضی اللہ عنہ کی ہمدردی کرتا پھرتا ہے وہ کچھ نہیں کرے گا تم ہم کو حکم کرو۔ عبید اللہ نے کہا اچھا میں عمرو بن سعد کو خط لکھتا ہوں اگر اس نے پھر عمل نہ کیا تو پھر یہ کام تم لوگوں کے سپرد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ابن زیاد نے اس مضمون کا خط عمرو بن سعد کو لکھا۔

اِلٰی یَا عُمَرُ وابْنِ سَعْدٍ اِنِّیْ لَمْ اَبْعَثُكَ اِلَی الْحُسَیْنِ لِتَکُفَّ عَنْهُ وَلَا لِتَعْتَذِرَ لَهٗ عِنْدِیْ وَلَا تَکُوْنَ لَهٗ عِنْدِیْ شَافِعًا قَدْ بَلَغَنِیْ اِنَّكَ تَخْرُجُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ وَتَبْسُطُ بِسَاطًا تَدْعُوْا الْحُسَیْنَ تَتَحَدَّثُ مَعَهٗ حَتّٰی یَمْضِیَ مِنَ اللَّیْلِ شَطْرَهٗ فَاِذَا قَرَأْتَ کِتَابِیْ هٰذَا مُرْهُ اَنْ یَنْزِلَ عَلٰی حُکْمِیْ فَاِنْ اَطَاعَ فَاِنْ اَبٰی مَنَعَهٗ مِنَ الْمَاءِ فَاِنَّ حَلَّلْتُهٗ عَلٰی یَهُوْدٍ وَالنَّصٰرٰی وَحَرَّمْتُهٗ عَلَیْهِ وَاَهْلَ بَیْتِ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِهٖ کَمَا وُضِعَ بِالتَّقِیِّ وَالنَّقِیِّ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانِ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمَظْلُوْمُ فَاِنْ نَزَلَ الْحُسَیْنُ وَاَصْحَابُهٗ عَلٰی حُکْمِیْ وَاسْتَسْلَمُوْا فَابْعَثْ اِلَیَّ مُسْلِمًا وَاِنْ اَبَوْا فَازْحَفْ اِلَیْهِمْ حَتّٰی۔ (۱)

یہ خط کا یہ ہے۔ اے عمرو بن سعد میں نے تم کو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرنے کے لیے نہیں بھیجا اور نہ اس لیے بھیجا ہے کہ تم اس کی سفارشیں کرو اور نہ اس لیے کہ تم اس کے ساتھ رات کی تنہائی میں بیٹھ کر باتیں کرو جیسا کہ مجھے اس کی اطلاع ملی ہے اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھی میرے حکم کے آگے سر جھکا لیں تو ان کو سلامتی کے ساتھ میرے پاس بھیج دو اگر وہ انکار کریں تو ان کا پانی بند کر دو یہود و نصاریٰ کے لیے یہ پانی پینا حلال ہے اور حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے لیے حرام ہے ان تک پانی کا ایک قطرہ نہ پہنچنے پائے۔ تم جانتے ہو کہ امام التقی والنقی عثمان ابن عفان امیر المؤمنین والمسلمین کے ساتھ بھی ایسا گیا کیا تھا اگر وہ پھر بھی میری بات نہ مانیں تو پھر ان کو قتل کر دو اور کوئی لحاظ نہ کرو اگر تم نے میری بات کو نہ مانا اور ایسا نہیں کرنا چاہتے تو ہمارے لشکر سے چلے جاؤ اور یہ بھاگ ڈور شمر ذی الجوشن کے حوالے کر دو اور اگر تم نے ایسا کر لیا جیسا میں لکھ رہا ہوں تو پھر تم کو جیسا کہا گیا ہے اس کا انعام و اکرام اور ملک رے کی حکومت دی جائے گی۔

اس خط کو لے کر شمر ذی الجوشن بڑی خوشی سے ناچتا ہوا جب آیا تو اس نے عمرو بن سعد کے حوالے کیا کہ یہ امیر عبید اللہ ابن زیاد نے بھیجا ہے۔ عمرو بن سعد نے جب یہ خط کھول کر پڑھا تو فوراً یہ الفاظ کہے۔

وَیْلَكَ قَبَّحَ اللّٰهُ مَا قَدِمْتَ بِهٖ عَلَیَّ وَاللّٰهِ اِنِّیْ اَظُنُّكَ اِنَّكَ نَهَیْتَهٗ اَنْ یَقْبَلَ مَا کَتَبْتُ بِهٖ اِلَیْهِ۔ (ایضاً)

خدا تمہیں ہلاک کرے اور اللہ تمہیں دفعہ دور کرے۔ جو کچھ یہ میرے پاس (یعنی ایسا خط) لائے ہو اور اسے غارت کرے مجھے پتہ تھا کہ تم نے ابن زیاد کو ابھارا ہے اور میرے مشورہ سے اسے روکا ہے۔

لَا یَسْتَسْلِمُ وَاللّٰهِ حُسَیْنٌ اَنْ نَفْسَ اَبِیْهِ بَیْنَ جَنْبَیْهِ وَبَسْطِ زَیْبِهٖ۔

وہ حسین جس کی رگوں میں حیدر کرار کا خون ہے اور وہ پاک دودھ ہے جو کبھی ایسا کرنے کو تیار نہیں ہو سکتے جیسا تم لوگ چاہتے ہو یعنے یزید پلید کے ہاتھ میں پاک ہاتھ نہیں دیں گے۔

(۱) البدایہ ج ۳ ص ۱۹۳، ۱۹۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شمر ذی الجوشن کچھ نہ کہہ سکا لیکن اتنا ضرور کہا اچھا پھر بتاؤ یہ کام کرنا ہے یا کہ نہیں عمرو بن سعد نے کہا وَلٰكِنْ اَتَوَلّٰى فَكُنْ اَنْتَ عَلَى الرِّجَالَةِ۔ اس کام کو میں خود ہی سرانجام دیتا ہوں پیدل فوج کی ذمہ داری تم خود سنبھال لو یہ تمہارے سپرد ہے۔

ان متذکرہ بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عمرو بن سعد دلی طور پر قطعاً امام عالی مقام سے ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اہلِ بیت کے خونِ مقدس سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرے اور ہمیشہ کے لیے اہلِ بیتِ اطہار کے خون کا داغ اس پر بحیثیتِ عہدۂ سپہ سالاری یزیدی فوج آئے اور اس میں ذرا برابر بھی خود کو شریک کرے۔ لیکن بدنصیبی اس کی کہ دنیا کے مال و متاع اور ملک رے کی حکومت کے لالچ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اس قتل و جنگ سے بھی خلاصی چاہتا تھا اور لالچ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ مگر ابنِ زیاد کی فتنہ پروری اور خونریزی کے ناپاک ارادوں نے عمرو سعد کی جو کوشش مصلحانہ تھی اس کو پورا نہ ہونے دیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزیدی فوج کے سربراہ عمرو بن سعد کی آخری گفتگو

چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب عمرو بن سعد کی مایوسی اور خاموشی دیکھی تو آپ نے جان لیا کہ یہ یزیدی حکومت کے ناپاک احکامات جو میرے متعلق کئے گئے ہیں اس پر یہ تفکر میں پڑا ہوا ہے۔ آپ نے خود اس کو پیغام بھیجا کہ آج رات مجھے ملو تاکہ تم سے کچھ ضروری باتیں کروں اس نے کہلا بھیجا کہ میں فلاں علیحدہ مقام پر آپ سے ملاقات کروں گا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب اس وقت رات کو گئے تو شہزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوالفضل العباس کو بھی ہمراہ لے گئے اور ادھر عمرو بن سعد خود اور اپنے ہمراہ اپنا بیٹا حفص اور ایک خاص غلام ہمراہ لے گیا سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے اس رویہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ابنِ سعد کی اس مایوسی کو بھی برداشت نہ کر سکے اور خود اس کو ملنے کی خواہش ظاہر کی تاکہ دشمن کو کسی بات کا کہیں وہ سراغ نہ مل سکے جس سے وہ خود کو بارگاہِ خداوندی میں عذر کر کے بچا سکے اور یہ حکیمانہ اقدام تھا۔ (ایضاً)

جب سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ اور عمرو بن سعد کے درمیان گفتگو ہوتی رہی اور موجود صورتحال پر کئی امور زیرِ بحث آئے اور سلسلۂ کلام بڑھتا گیا یہاں تک کہ آپس میں مخصوص باتیں بھی ہوئیں۔ جن کا حاصل یہ ہے۔ کہ امام نے فرمایا:

وَيْلَكَ يَا ابْنَ سَعْدٍ اَمَا تَتَّقِي اللّٰهَ الَّذِيْ اِلَيْهِ مُعَادُكَ وَتُقَاتِلُنِيْ وَاَنَا ابْنُ مَنْ عَلِمْتَ. ذَرْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ وَكُنْ مَعِيْ فَاِنَّهُ اَقْرَبُ لَكَ اِلَى اللّٰهِ.

تو اس خدا سے نہیں ڈرتا جس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے تو مجھ سے جنگ کرتا ہے حالانکہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں کس کا فرزند ہوں اس قوم کو چھوڑ اور میرا ساتھ دے کہ یہ خدا کی خوشنودی کے زیادہ نزدیک ہے۔

عمرو بن سعد نے کہا اَخَافُ اَنْ يُّهْدَمَ دَارِيْ مجھے خوف ہے کہ میرا گھر ڈھا دیا جائے گا۔ سرکار امام نے فرمایا اگر ان لوگوں نے تمہارا گھر ڈھایا تو میں تمہیں گھر بنا دوں گا۔ عمرو سعد نے کہا مجھے خطرہ ہے کہ میری جائداد ضبط کر لی جائے گی سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں اپنے مالِ حجاز سے تیری موجودہ جائداد سے بہتر جائداد تجھے لے کر دوں گا عمرو بن سعد نے کہا لِيْ عِيَالٌ وَاَخَافُ عَلَيْهِمْ۔ میرے اہل و عیال ہیں مجھے ان کی ہلاکت کا بھی ڈر ہے اس کے بعد ابنِ سعد خاموش ہو گیا اور سرکار امامِ حسین رضی اللہ عنہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا مَا لَكَ وَلَا غُفِرَ لَكَ يَوْمَ الْحَشْرِ اِنِّيْ لَا اَرْجُوْ اَنْ لَّا تَاْكُلَ مِنْ بُرِّ الْعِرَاقِ۔ تجھے کیا ہو گیا؟ اللہ تجھے نہ بخشے گا اور توقع ہے کہ تو اب زیادہ دیر تک عراق کی گندم نہیں کھا سکے گا۔ عمرو بن سعد نے بطورِ تمسخر یہ کہا فِي الشَّعِيْرِ كِنَايَةً عَنِ الْبُرِّ۔ اچھا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گندم نہ ملی تو جو کھا کر گزارہ کرلیں گے (قولہ مستھزا) یہ اس کا ایک مذاق تھا۔ (۱)

یہ تھیں وہ آپس کی باتیں۔ لیکن بعض لوگوں نے اس گفتگو کو کئی طریقوں سے بیان کردیا اور کئی من گھڑت باتیں بھی بنالیں۔ صاحب الحیات فرماتے ہیں تَحَدَّثُ النَّاسُ فِيمَا بَيْنَهُمَا ظَنًّا۔ لوگوں نے اس مابین گفتگو کو قیاس آرائیوں سے بیان کیا ہے۔ جو کچھ صحیح ہے وہ بیان کردیا گیا ہے۔

یزیدی لشکرِ جرار کی کل تعداد تیس ہزار

عبیداللہ ابنِ زیاد بذاتِ خود کوفہ اور کربلا کے درمیان ایک جگہ مقام نخیلہ پر آگیا اور یہاں اقامت اختیار کی۔ تاکہ نوے میل کوفہ دارالامارت تک حالات کے پہنچنے میں جو تاخیر ہوتی ہے وہ دور ہو جائے۔ میں اتنا نزدیک ہو جاؤں کہ تمام کام کی دیکھ بھال بھی ہوتی رہے اور مجھ تک جلدی جلدی خبریں پہنچتی رہیں چونکہ یہ پہلے حر ابن ریاحی کی سربراہی میں ایک ہزار کا لشکر بھیج چکا تھا اور پھر اس کے بعد چار ہزار کا لشکر عمرو بن سعد ذی الجوشن چار ہزار، کعب بن طلحہ تین ہزار، شیث بن ربعی ایک ہزار حصین بن نمیر چار ہزار نصر بن حرثہ تین ہزار حجار بن ابجر ایک ہزار مفاریر بن وصنہ مازنی تین ہزار یزید بن رکاب کلبی دو ہزار، یہ کل تعداد پچیس ہزار ہوتی ہے۔ لیکن اگر تحقیق کی روشنی میں ان کی کل تعداد دیکھی جائے تو وہ اعلیٰ ثبوت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ سے پوچھا گیا کہ حضور کتنی قومِ اشقیاء یزیدی لشکر کی تعداد تھی تو آپ نے فرمایا۔ میں نے جو اس وقت سنا اور جو میری آنکھوں نے دیکھا۔ (۲)

أَنَّ ابْنِ زِيَادٍ زَالَ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ سَعْدٍ بِالْعَسَاكِرِ حَتَّى تَكَامَلَ عِنْدَهُ ثَلَاثُونَ أَلْفًا مَابَيْنَ فَارِسٍ وَرَاجِلٍ ثُمَّ كَتَبَ إِلَيْهِ ابْنُ زِيَادٍ إِنِّي لَمْ أَجْعَلْ لَكَ عِلَّةً فِي كَثْرَةِ الْخَيْلِ وَالرِّجَالِ.......... (۳)

الحاصل کلام سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ابن حسین یہ ہے کہ ابن زیاد نے اس قدر لشکر پر لشکر روانہ کیے کہ ان کی تعداد تیس ہزار ہوگئی اور اس کے باوجود عبیداللہ نے عمرو بن سعد کو لکھا کہ دیکھو میں نے فوجیں کی فوجیں بمعہ سواریوں اور تیروں، برچھوں اور تلواروں (اسلحۂ جنگ سے لبریز) تمہیں دے دی ہیں اور صبح وشام مجھے تمہارے کام کی خبر ملتی رہنی چاہیے۔ اب تمہیں کسی قسم کے عذر کی گنجائش نہیں رہی (یعنی بہانہ جنگ نہ کرنے کا) اور یہ فوجیں جن کی تعداد تیس ہزار تھی چھ یوم تک پہنچ چکی تھیں۔

معلوم ہوا کہ یزیدی فوج کی کل تعداد تیس ہزار تھی اور یہ تمام لشکرِ جرار صرف اور صرف اس میدانِ کربلا میں اس لیے اکٹھا کیا گیا تاکہ نواسۂ سید الابرار لختِ جگر بنتِ نبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم اور جگر گوشۂ حیدرِ کرار اور ان کے خاندان ورفقاء احباب واصحاب کو قتل کردیا جائے اور کربلا کی زمین ان کے خون سے رنگین ہو جائے۔ پھر حیرت ہے کہ اتنا لشکرِ جرار صرف ایک سو پینتالیس نفوس عالیہ کے لیے جمع کیا گیا۔ کہاں تیس ہزار اور کہاں ایک سو پینتالیس۔

(۱) تا (۳) الحیات ج:۲ ص:۲۰۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سپاہِ حسینی کی کل تعداد ایک سو پینتالیس (اور اقوالِ افراط وتفریط)

مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں پر یہ بات واضح کر دی جائے کہ جہاں تک لشکرِ یزید اور سپاہِ حسینی کا تعلق ہے اس میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے یزیدی فوج کی تعداد بیس ہزار اور بعض نے پچاس ہزار اور بعض نے پینتیس ہزار بعض نے بائیس ہزار اور بعض نے تواسی ہزار اور بعض نے اٹھارہ ہزار لکھی ہے۔ یہ تمام اقوال افراط وتفریط تک گئے اور ایک دوسرے سے بڑھتے یا کم ہوتے گئے۔ لیکن میں نے جو اصل تحقیق کی اس کے مطابق تیس ہزار تک یزیدی لشکر کی تعداد تھی۔ رہا سپاہِ حسینی کی تعداد تو اس میں بھی شدید اختلاف پڑ گیا بعض نے ان کی تعداد بہتر لکھی ہے بعض نے بیاسی بعض نے ستتر بعض نے تہتر بعض نے ایک سو چالیس بعض نے دو سو چوبیس بعض نے ایک سو ستر بعض نے ایک سو چودہ بعض نے ایک ہزار یعنے یہ بھی ایک دوسرے سے کچھ کم اور کچھ بڑھ کر لکھی گئی ہیں لیکن مستند کتابوں میں بالتحقیق سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے صحیح تعداد کا پتہ چلتا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا: سپاہِ حسینی کی تعداد کتنی تھی؟ تو آپ نے فرمایا کہ کل تعداد **وَهِيَ رُفَقَاءُ وَاَصْحَابُ وَاَهْلُبَيْتٍ مِائَةَ اَرْبَعِيْنَ خَمْسَةً**۔ تمام رفقاء واحباب واہل بیت سمیت ایک سو پینتالیس تھی۔ یہ تھے جملہ سپاہِ حسینی کے نفوسِ عالیہ کی تعداد جو مستندہ کتابوں میں موجود ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر سب شخصیتوں کی شہادتوں کا بمعہ اسماء کے ذکر آئے گا۔

ساتویں محرم خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بندشِ آب

وہ بات جو ۲ محرم سے ۶ محرم تک جاری تھی اب وہ ساتویں محرم کو اس مقام پر آ پہنچی کہ دریائے فرات کا پانی جس کو پانچ یوم تک تو پہلے ہی بڑی دشواری کے ساتھ اس بے آب وگیاہ چٹیل میدان میں دریائے فرات سے خاندانِ نبوت پانی استعمال کرتے رہے اور پیتے بھی رہے لیکن اب ساتویں محرم کو مکمل طور پر خاندانِ نبوت کو پانی استعمال کرنے یا پینے کے لیے بندش کو عملی شکل دی جارہی ہے یزیدی فوج کے سربراہ نے عمرو بن سعد کو سینکڑوں کی تعداد میں فوجی دستہ دیا کہ تم دریائے فرات پر سب کو متعین کردو اور اتنی دور تک پہرہ لگاؤ کہ سپاہِ حسینی میں سے کوئی بھی کسی حصہ سے بھی پانی نہ لے سکے ایک قطرہ پانی ان تک نہ پہنچنے پائے۔ **اَمْنَعَهُ مِنَ الْمَاءِ فَلَايَذُوْقُوْا مِنْهُ قَطْرَةً**۔ (الحیات)

اس بندشِ آب کے بعد قافلۂ حسینی اور ان کے رفقاء واحباب اور بالخصوص خواتینِ مقدسہ اور بچوں پر کیا گزر رہی ہوگی جب زمین آگ اگل رہی ہو اور آسمان تپش دے رہا ہو اور کوئی ٹکڑا سایہ کے لیے نظر نہ آرہا ہو ایسے چٹیل ریگستانی تپتے ہوئے میدان میں جب پانی تک بند کر دیا جائے تو اس کا اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا کہ خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہوا ہوگا۔ بوجہ شدت پیاس العطش۔ العطش کی آوازیں بلند ہورہی تھیں اور ساقیٔ کوثر کے خاندان کے دلارے آج قطرہ آب کو ترس رہے ہیں۔

حصولِ آب کے لیے برید بن حضیر ہمدانی کی کوشش کارگر ثابت نہ ہوسکی

جب پیاس کی شدت بڑھ گئی تو سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے رفقاء واحباب میں سے ایک شخص برید بن حضیر ہمدانی نے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ اس بندشِ آب اور خاندانِ نبوت کی العطش کی صداؤں کے پیشِ نظر مجھے یزیدی فوج کے سربراہ عمرو بن سعد سے بات کرتے دیں چنانچہ برید بن حضیر ہمدانی اجازت لے کر عمرو بن سعد کے پاس گئے تو اُسے کوئی سلام وغیرہ نہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کہا۔اس نے کہا اے ہمدانی اجازت لے کر میرے پاس آئے ہو اور سلام تک نہیں کیا۔اے ہمدانی کیا میں مسلمان نہیں ہوں جو تم نے مجھے سلام بھی نہیں کیا ہمدانی نے کہا اَاَنْتَ مُسْلِمًا ، وَعِتْرَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ تُرِيْدُ قَتْلَهُمْ کیا تم مسلمان ہو جو کہ رسول اللہ ﷺ کی عترت کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔عمرو بن سعد نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا پھر ہمدانی نے کہا۔

فَهٰذَا الْمَاءُ الْفَرَاتِ يَشْرِبُ الْوُحُوْشَ وَالطَّيُوْرَ وَحُسَيْنَ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِخْوَانُهٗ وَنِسَاءِ اَهْلِبَيْتِهٖ وَاَطْفَالُهٗ يَمُوْتُوْنَ عَطْشًا قَدْ حَلَّتَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَاءِ الْفَرَاتِ اَنْ يَشْرِبُوْهُ.

دریائے فرات کا پانی وحوش وطیور پی رہے ہیں لیکن حسین ابن علی اوران کے بھائی اور خواتین اور اہل بیت اور بچے پانی نہ ملنے سے دم توڑ رہے ہیں۔

اس کے جواب میں عمرو بن سعد نے کہا:

وَاللّٰهِ يَا اَخَا هَمْدَانَ اِنِّيْ اَعْلَمُ لٰكِنْ دَعَانِيْ عَبَيْدُ اللّٰهِ مِنْ دُوْنَ ذٰلِكَ۔ (الحیات)

اے ہمدانی میں خوب جانتا ہوں مگر کروں کیا مجھے عبید اللہ ابن زیاد نے اس کام پر مامور کیا ہے۔ ہمدانی کو یقین ہو گیا کہ اس پر قطعاً کچھ اثر نہیں۔مایوس ہو کر بارگاہ امام رضی اللہ عنہ میں آ گئے۔

نویں محرم اور ایک رات کی مہلت

نویں محرم کی عصر کے وقت عمرو بن سعد نے اپنی فوجوں کو پیش قدمی کا حکم دے دیا اور ظالم کثرت سپاہ اور مادی قوت وطاقت کے نشہ میں سرشار ہتھیاروں کو چھنکارتے اور گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آگے بڑھے۔رفقاء واحباب نے امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا حضور! یہ حملہ کے ارادے سے آرہے ہیں۔حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان سے جا کر پوچھو کہ تم کیا چاہتے ہو؟ چنانچہ بیس سوار ان کی طرف بڑھے اور جا کر ان سے کہا ظالمو کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگے ہمیں والیٔ کوفہ کا حکم نامہ آیا ہے کہ یا تو یزید کی بیعت کر لو ورنہ فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔جب یہ پیغام امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو کہو کہ ہم یہ تو نہیں کر سکتے لیکن ہاں اپنی جانیں اس کی راہِ حق میں دینے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔لیکن آج رات ٹھہر جاؤ ہمیں صرف ایک رات کی مہلت دے دو پھر تمہارا جس طرح جی چاہے کر لینا۔عمرو بن سعد نے جواب میں یہ کہلا بھیجا ٹھیک ہے اگر آپ کل تک بھی بیعتِ یزید کو قبول کر لیں گے تو ہم کچھ نہیں کہیں گے ورنہ کل تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

شبِ عاشورا کے دلدوز واقعات

آلِ رسول ﷺ کے لیے عاشورا کی رات تمام راتوں سے سخت رات تھی۔تمام ظاہری اسباب منقطع ہو چکے تھے اور سبھی کو اپنی اپنی شہادت کا مکمل یقین ہو چکا تھا۔کل کو آنے والے دن کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے منڈلا رہا تھا کہ کل شام کیسی قیامت خیز اور خونی منظر کی ہو گی اور ہر ایک کو ایک دوسرے کی محبت میں یہ جدائی وصدمہ ان کے دلوں کو چھلنی کر رہا تھا۔یہ قلق اضطراب ایک فطری تقاضا بھی تھا۔اس صورت کے مطابق سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے شب عاشورہ کی نمازِ عشاء ادا فرما کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اُثْنِيْ عَلَى اللهِ اَحْسَنَ الثَّنَاءِ وَاَحْمَدُهٗ ... عَلَى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَحْمَدُكَ عَلٰى اَنْ اَكْرَمْتَنَا اٰلِ نَبُوَّتَهٗ وَعَلَّمْتَنَا الْقُرْاٰنَ فَفَهَّمْتَنَا فِي الدِّيْنِ وَجَعَلْتَ اَسْمَاعًا وَاَبْصَارًا وَاَفْئِدَةً فَجَعَلْنَا مِنَ الشَّاكِرِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَعْلَمُ اَصْحَابًا .... فَجَزَاكُمُ اللهُ خَيْرًا اَلْاَظُنُّ يَوْمًا لَنَا مِنْ هٰؤُلَاءِ اِلَّا رَانِيْ وَاِنِّيْ قَدْ اَذِنْتُ لَكُمْ اِنْطَلِقُوْا جَمِيْعًا فِيْ لِيْلٍ لَيْسَ عَلَيْكُمْ حَرَجٌ مِنِّيْ وَلَا زِمَامُ هٰذَا اللَّيْلِ قَدْ غَشِيَكُمْ ثُمَّ لَيَاْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِيَدِ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ حَتّٰى يُفَرِّجَ اللهُ فَاِنَّ الْقَوْمَ اِنَّمَا يَطْلُبُوْنَنِيْ فَلَوْ اَقَدْ اَصَابُوْنِيْ لَهَوْا عَنْ طَلَبِ غَيْرِيْ

خلاصہ خطبہ یہ ہے میں اللہ تعالیٰ بہترین حمد وثناء سے اور وہ حمد وثناء جو ہر حال میں خواہ غمی اور خواہ خوشی میں ہوں اس کی تعریف کرتا ہوں اور میں یہی کہتا ہوں اے میرے اللہ تیرا شکر اور احسان ہے جس نے ہم کو آلِ نبی ﷺ بنایا اور قرآن سکھایا اور دینِ حق کی سمجھ عطا فرمائی اور اس بصیرتِ حق پر قائم رکھا ہم اس کے شکر گذاروں میں سے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھی نہایت وفادار اور اچھے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔ میرا خیال ہے کہ ہماری جنگ ضرور ہوگی میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ رات کی تاریکی ہے جس کا دل چاہے وہ بخوشی جا سکتا ہے اور اگر کسی کا ہاتھ پکڑ کر بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہے تو اسے بھی لے جائے کسی کو کوئی مجبوری نہیں ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کو میری ضرورت ہے۔ جب تک مجھے شہید نہیں کرلیں گے سانس نہ لیں گے۔

اس خطبہ جلیلہ کے بعد خاندانِ اہلِ بیت اور رفقاء واحباب نے ایک زبان ہو کر حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو کہا۔

کربلا والوں کی جان راہِ حق پر قربان ہے

وَاللهِ لَا نَفْعَلُ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ نَفْدِيْكَ اَنْفُسَنَا وَاَمْوَالَنَا وَاَهْلِيْنَا وَنُقَاتِلُ مَعَكَ حَتّٰى يَعْلَمَ اللهُ اِنَّا حَفِظْنَا غَيْبَةَ رَسُوْلِهٖ فِيْكَ اَمَا وَاللهِ لَوْ عَلِمْنَا اِنَّا قُوْتِلْنَا ثُمَّ اَحْيَانَا ثُمَّ قُوْتِلْنَا ثُمَّ اَحْيَانَا ثُمَّ تَذْرِيْ يَفْعَلُ بِنَا سَبْعِيْنَ مَرَّةً لَمَا فَارَقْنٰكَ وَكَيْفَ لَا نَفْعَلُ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا هِيَ قَتْلَةٌ وَاحِدَةٌ ثُمَّ هِيَ الْكَرَامَةُ الَّتِيْ قَضَا وَلَهَا اَبَدًا.

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خدا کی قسم ہم ایسا کبھی نہیں کر سکتے ہماری جانیں، مال، اہل وعیال سب آپ پر قربان ہم آپ کے ساتھ مل کر ان لوگوں سے جنگ کریں گے اس زندگی کا برا حال ہو جو آپ کے بعد ہو اور آپ کو اس حال میں چھوڑیں۔ ہم اپنے عملی کردار سے ثابت کریں گے کہ اللہ اور رسول ﷺ پر غیب میں کیسا حق ادا کرتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم کو معلوم ہو کہ ہم قتل کیے جائیں پھر زندہ کیے جائیں پھر زندہ جلا کر راکھ کیے جائیں پھر ستر بار ہماری راکھ اڑا دی جائے اور پھر ایسا ہی کیا جائے تب بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتے اور آپ کے ساتھ رہیں گے ہم کو یقین ہے کہ ایک بار قتل ہوں گے پھر اسی پر ابدی عزت وحیات پائیں گے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو یہ یقین ہو گیا کہ تائیدِ حق میں یہ میرے ساتھ دلی طور پر ہیں اور اپنی عزیز جانیں راہِ حق میں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں اور یہ میرے ساتھ اس طرح مانوس ہیں جیسا کہ ماں کے ساتھ بچہ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جانثارانِ حق اور محلاتِ جنت

جب سیدنا امامِ عالی مقام نے تمام رفقاء واحباب کو آزمالیا تو پھر ان کو فرمایا میں تم کو اب بشارت دیتا ہوں کہ سوائے محرماتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تم سب کل شہید کردیے جاؤ گے اور تمہارے بعد بالآخر میں بھی شہید ہوجاؤں گا۔ اِنَّكُمْ تُقْتَلُوْنَ غَدًا۔ تم میں کوئی زندہ نہ بچ سکے گا اور سب شہید کیے جاؤ گے۔ سب نے عرض کیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِالْقَتْلِ مَعَكَ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے آپ کے ساتھ ہم کو جان قربان کردینے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ سیدنا امام عالی مقام نے فرمایا۔

اِرْفَعُوْا رُءُ سَكُمْ وَانْظُرُوْا فَجَعَلُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلٰی مواضِعِهِمْ وَمَنَازِلِهِمْ مِّنَ الْجَنَّةِ وَهُوَيَقُوْلُ هٰذَا مَنْزِلُكَ يَافُلَانُ يَافُلَانُ۔ (ایضاً)

آسمان کی طرف سر کو اٹھاؤ اور آنکھوں سے دیکھو اور اپنے اپنے جنتی محل دیکھ لو پھر ایک ایک کا نام اور محل کی طرف اشارہ کر کے فرماتے یہ اس کا ہے یہ اس کا ہے۔

جب سب کی نگاہوں سے حجاب اٹھے تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے اپنے مقامات کا نظارہ کیا تو وہ خوش ہوئے یہی وجہ تھی کہ تائیدِ حق کے لئے ان جانثاروں نے تیروں تلواروں اور نیزوں کے حملوں کو اپنے سینوں اور بدنوں سے روکا۔ تاکہ ہم اس مقامِ حقیقی وابدی کو جلد از جلد پہنچ سکیں۔

کربلا کی سیّدزادیوں سے سیّد کا خطاب

اس کے بعد سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ خیمے کے اندر خواتینِ محرماتِ مقدسہ کے پاس تشریف لائے۔ ایک طرف سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سخت بیمار پڑے ہیں اور دوسری طرف سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھ دیگر خواتینِ مقدسہ اور لختِ جگر سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی ہیں اور دیکھ رہی ہیں کہ کل کیا ہوگا؟ اور ہمارا کون ہوگا؟ اس حال میں حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے آکر فرمایا اے خاندانِ اہلِ بیت کی سیّدزادیو اور سالارِ قافلہ سیّدزادیاں زینب رضی اللہ عنہا کل میرے بعد تمہی ان کی سالار ہوگی۔

تُعَزِّیْ بِعَزَاءِ وَاللهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اَهْلَ الْاَرْضِ يَمُوْتُوْنَ وَاَهْلَ السَّمَاءِ لَايَبْقُوْنَ وَاَنَّ كُلَّ شَیْءٍ هَلَكَ اِلَّا وَجْهَهُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ وَيَبْعَثُ الْخَلْقَ وَيُعِيْدُهُمْ وَهُوَ وَحْدَهٗ جَدِّیْ خَيْرٌ مِّنِّیْ وَاَبِیْ خَيْرٌ مِّنِّیْ وَاَخِیْ خَيْرٌ مِّنِّیْ لِكُلِّ مُسْلِمٍ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اُسْوَةٌ۔ (ایضاً)

صبر وضبط کرو یقین رکھو سب اہلِ زمین مرجائیں گے اور اہلِ آسمان بھی زندہ نہ رہیں گے ہر چیز فنا ہوجائے گی سوائے اس اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا اور پھر سب کو اپنی قدرت سے زندہ اٹھائے گا اور وہ اپنی ذات وصفات میں یگانہ ہے میرے نانا جان جو سب سے بہتر میرے ابا جان جو مجھ سے بہتر میرے بھائی جان جو مجھ سے بہتر ہیں وہ سب اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے اور دارِ بقاء چلے گئے تو میں کیونکر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یہاں رہ سکتا ہوں پس ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی نمونہ ہے۔

اے میری بہن زینب رضی اللہ عنہا کو بالخصوص تاکید کرتا ہوں کہ صبر کا دامن تھامے رکھنا اگر سالار قافلہ کا یہ حال ہوگا تو میرے چھوٹے بچوں اور بیویوں کی نگہبانی کون کرے گا پھر آپ نے اس کے علاوہ اور وصیتیں فرمائیں اور فرمایا آج تم اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرو۔

زمین جگمگا اٹھی جب دل سے کیں عبادتیں

شبِ عاشورا کو وعظ و نصیحت و وصیت کے بعد حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء و احباب نے ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاری۔

فَقَامَ اللَّيْلَ كُلَّهٗ يُصَلِّيْ وَيَسْتَغْفِرُ وَيَدْعُوْا وَيَتَضَرَّعُ وَتَمَامَ اَصْحَابِهٖ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ وَيَدْعُوْنَ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ فَبَاتُوْا وَلَهُمْ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ۔

پس تمام رات نماز و نفل اور استغفار اور دعا و پکار اور گریہ میں اللہ کے حضور گزار دی اور یہی حال آپ کے رفقاء و احباب کا تھا خیام حسین رضی اللہ عنہ سے تسبیح و تہلیل کی یوں بھنبھناہٹ سنائی دیتی تھی جیسے شہد کے چھتہ سے بھنبھناہٹ کی آواز آتی ہے کوئی رکوع میں ہے کوئی سجود میں اور کوئی قیام میں ہے۔

الغرض قافلہ حسینی نے ریگستان تپتے ہوئے میدان میں ساری رات عبادتِ خداوندی سے وہ سماں پیدا فرما دیا کہ کربلا کی زمین ذکر خدا سے جگمگا گئی۔

ماہِ محرم الحرام اور فضائلِ یوم عاشورا

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔ (پ ۱۰، التوبہ ع ۳)

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو۔

آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سال کے بارہ مہینے ہیں۔ ۱۔ محرم، ۲ صفر، ۳ ربیع الاول، ۴ ربیع الثانی، ۵ جمادی الاولی۔ ۶ جمادی الاخریٰ، ۷ رجب، ۸ شعبان، ۹ رمضان، ۱۰ شوال۔ ۱۱۔ ذیقعدہ۔ ۱۲ ذوالحجہ۔ اور ان بارہ مہینوں میں چار مہینے بڑے عزت والے ہیں۔ علماء مفسرین نے ان چار مہینوں کے نام یہ بتائے ہیں ذیقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک رجب بعض نے ربیع الاول اور بعض نے رمضان ان دو کو شامل کر کے ذیقعد اور رجب شامل نہیں کیے اور بعض نے ذیقعد کی بجائے شعبان شامل کیا ہے۔ لیکن ان چاروں میں دو پر اختلاف اور دو پر اتفاق یہ ہے کہ محرم الحرام جو اسلامی مہینوں میں سے پہلا مہینہ اور اسی سے سال کی ابتداء ہوتی ہے وہ مراد ہے اور دوسرا ان مہینوں کا آخری مہینہ ذوالحج ایامِ حج کا ہے۔ تمام مہینوں پر افضلیت اور فوقیت محرم الحرام کو حاصل ہے اور تمام دنوں پر یوم عاشورا کی فضیلت زیادہ ہے۔ بلکہ بعض نے محرم کی دس راتوں کو آیت ولیال عشر سے یہی دس راتیں مراد لی ہیں۔ یا ذوالحج

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یا محرم۔ لیکن دن دسواں یعنے یوم عاشورا کی اہمیت سب پر بلند ہے۔

شَرَّفَ عَلٰی هٰذِهِ الْاَیَّامِ یَوْمُ عَاشُوْرَآءَ وَخَلَقَ فِیْهَا اَنْبِیَآءَ وَاٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاُمَّنَا حَوَّا علیها السّلام وَالْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ وَاللَّوْحَ وَالْقَلَمَ وَالْجَنَّةَ الْمَاْوٰی وَالرَّحْمَةَ وَالْاَرْوَاحَ وَالْاَرْضَ وَالسَّمَآءَ وَشَرَّفَ فِیْهِ بِالنُّبُوَّةِ بَعْضَ الْاَنْبِیَاءِ (۱)

اور دنوں پر عاشورے کے دن کو شرف دیا ہے اور اس میں نبیوں کو پیدا کیا ہے اور اس میں آدم اور حوا سلام اللہ علیہما اور عرش و کرسی لوح و قلم و جنت الماویٰ و رحمت ارواح اور زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور بعض نبیوں کو بھی اس دن نبوت کے ساتھ شرف بخشا۔

سرکار سیدنا غوث الثقلین پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔

''حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو یوم عاشور حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو یوم عاشور۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی گردن پر چھری چلائی تو یوم عاشور۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چھری سے نجات ہوئی تو یوم عاشور اور جنت سے فدیہ دنبہ کا آ کر ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا تو یوم عاشور۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تو یوم عاشورہ اور خصوصی کروٹ اصحاب کہف جب بدلتے ہیں تو یوم عاشورہ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی تو یوم عاشور۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئی تو یوم عاشور۔ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی تو یوم عاشور۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو قید سے نجات ملی تو یوم عاشور۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو یوم عاشور۔ حضرت داؤد کو ذنب سے مغفرت ملی تو یوم عاشور۔ حضرت خضر علیہ السلام کو علم باطن ملا تو یوم عاشور۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت کی بادشاہی ملی تو یوم عاشور۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے تو یوم عاشور۔ حضور علیہ السلام کی مدد کی گئی غار میں تو یوم عاشور۔ دنیا میں پہلی بارش ہوئی تو یوم عاشور۔ جنت و نار بنائے گئے تو یوم عاشور۔ آسمان و زمین بنائے گئے تو یوم عاشور۔ پہاڑ اور سمندر بنائے گئے تو یوم عاشور۔ جبریل و میکائیل و عزرائیل و اسرافیل بنائے گئے تو یوم عاشور اور فرشتوں کو بنایا گیا تو یوم عاشور۔ عرش و کرسی بنائی گئی تو یوم عاشور اور لوح و قلم بنائے گئے تو یوم عاشور اور جب سیدنا امام عالی مقام سیدنا امام حسین نواسۂ رسول فرزند علی السلول جگر گوشہ زہرا بتول اور خاندان نبوت وان کے اعزوا قارب واحباب کربلا کے تپتے ہوئے چٹیل میدان میں شہید کیے گئے تو اس وقت بھی یوم عاشور اور جب قیامت برپا ہوگی تو بھی یوم عاشور۔ (۲)

معلوم ہوا کہ یوم عاشورہ کی فضیلت اسی لیے زیادہ ہے کہ یہ دن نور علیٰ نور ہے اسی لیے یہ لفظ اصل میں عاش نوراً تھا۔ نون تخفیفاً حذف ہو گیا اور عاشورا رہ گیا۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ اس دن کی جو عزت کرے گا۔ وہ نور علیٰ نور زندگی بسر کرے گا۔ پروردگار عالم نے جتنے انعام واکرام کے کام کیے اسی یوم کو کیے تا کہ اسی کی قدر و منزلت جانی اور سمجھی جائے اور اس دن کا ہر کام باعث برکت بلکہ اس کا احترام سال بھر کے لیے بہتر ہے۔ روزہ رکھنا صدقہ کرنا، نماز نفل پڑھنا، علماء کی زیارت کرنا، بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضری دینا، قبور کی زیارت کرنا، یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنا، اپنے اہل وعیال پر مال خرچ کرنا، غسل کرنا، بیمار پرسی کرنا سب امور مستحب ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص عاشورے کے دن اپنے بال بچوں پر فراخی کرے گا اور کھانے پینے میں وسعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال فراخی فرمائے گا اور رزق میں کشادگی کرے گا۔ (بیہقی)

(۱) الجواہر ص: ۱۲۴، فضائل محرم (۲) غنیۃ الطالبین باب فضائل یوم عاشور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۔ عاشورہ کے روز غسل کرے اور چار رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پندرہ پندرہ مرتبہ پڑھے اور ثواب بہ ارواحِ حسنین شہیدین کو کرے۔

۲۔ عاشورہ کے روز غسل کر کے دو رکعت نماز اسی طرح پڑھے کہ دونوں رکعتوں میں الحمد کے بعد دس مرتبہ قل ہو اللہ پڑھے۔ سلام کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور نو مرتبہ درودِ ابراہیمی پڑھ کر یہ دعا پڑھے عمر بھر میں خیر و برکت اور زندگی میں فلاح و نعمت حاصل ہوگی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ الْخَلْقِ وَمَلَأَ الْمِيْزَانِ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضَاءِ وَزِنَةَ الْعَرْشِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ الْخَلْقِ وَمَلَاءَ الْمِيْزَانِ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضَاءِ وَزِنَةَ الْعَرْشِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَدَدَ الْخَلْقِ وَمَلَاءَ الْمِيْزَانِ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضَاءِ وَزِنَةَ الْعَرْشِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ عَدَدَ الْخَلْقِ وَمَلَاءَ الْمِيْزَانِ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضَاءِ وَزِنَةَ الْعَرْشِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. عَدَدَ الْخَلْقِ وَمَلَاءَ الْمِيْزَانِ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضَاءِ وَزِنَةَ الْعَرْشِ لَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَاءَ وَلَا خَلَاصَ وَلَا مَنَاصَ وَلَا مَغْرِبَ وَلَا مَفْزَعَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَعَدَدَ كَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ يَاقَابِلَ تَوْبَةِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَارَافِعَ اِدْرِيْسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ يَامُنْجِيْ اِسْمٰعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَاجَامِعَ شَمْلِ يَعْقُوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَاغِيَاثَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ نَارِ نَمْرُوْدَ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَامُخَلِّصَ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السِّجْنِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَاخَارِجَ كُرُوْبِ ذُوالنُّوْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَانَاجِيْ يُوْنُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ بَطْنِ السَّمَكِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ يَاسَامِعَ دَعْوَةِ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَامَاسِكَ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَاكَاشِفَ الضُّرِّ اَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَاغَافِرَ الذَّنْبِ لِدَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَازَائِرَ الْخِضْرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ عِلْمِهٖ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَانَاصِرَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ فِي الْغَارِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَامُعْطِيَ الشَّهَادَةِ لِلْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ اَرْضِ الْكَرْبَلَاءِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَاخَالِقَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَاخَالِقَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَاخَالِقَ الْجِبَالِ وَالْغَارِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَاخَالِقَ الْعَرْشِ وَالْكُرْسِيِّ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَخَالِقَ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ وَعِزْرَائِيْلَ وَالْمَلٰٓئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَاخَالِقَ اٰدَمَ وَحَوَّاءَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَامُعْطِيْ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمُلْكَ وَالْخَاتَمَ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَامُغْرِقَ فِرْعَوْنَ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَامُنْجِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَاغَافِرَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَاتَاَخَّرَ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ يَااَللّٰهُ يَارَحْمٰنُ يَارَحِيْمُ يَاخَالِقَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِحَقِّ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَبِحَقِّ حَيْدَرِ الْكَرَّارِ وَبِحَقِّ فَاطِمَةَ بِنْتِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ خَلِّصْنَا مِنَ الْكُفَّارِ يَاعَزِيْزُ يَاغَفَّارُ وَيَاقَاضِيَ الْحَاجَاتِ وَيَاوَلِيَّ الْحَسَنَاتِ. وَيَادَافِعَ السَّيِّاٰتِ. اِدْفَعْ سَيِّاٰتِنَا بِجَاهِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. وَيَامَالِكَ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ. فِيْ اُمُوْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ. يَااَللّٰهُ بِحَقِّ عِزَّةِ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رَسُوْلِ اللّٰہِ وَحُرْمَتِہٖ وَبَرَکَتِہٖ وَشَانِہٖ وَجَلَالِہٖ وَجَمَالِہٖ نَجِّنَا مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ وَنَجِّنَا مِنَ الطَّاعُوْنِ وَالْوَبَاءِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ الْبَلَاءِ بِحُرْمَۃِ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اٰمِیْنَ ثُمَّ اٰمِیْنَ۔

ایک خاص نمازِ نفل

ماہ محرم الحرام کا چاند نظر آتے ہی پہلی محرم سے دس محرم تک دن یا رات کو بلا قید وقت روزانہ چار رکعت نمازِ نفل ہر دو رکعت کے بعد سلام اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد پندرہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اور ان کا ثواب سرکار سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچائے۔

ان دس روز نمازِ نفل کی فضیلت اور شان بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ (۱)

مجرب عملیات وتعویذات

گریۂ اطفال کے لیے

جب کوئی بچہ سوتے میں یا جاگتے میں بہت روتا ہو تو ان آیاتِ کریمہ کو چینی کی طشتری میں لکھ کر دھو کر پلائے اور منہ پر بھی چھینٹے دے۔ انشاء اللہ بچہ رونے سے باز رہے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ بِحَقٍّ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۔

اور ان دونوں نقشوں کو لکھ کر گلے میں ڈال دے۔

۶۸۷

۸	۱۱	۱۴	۱
۲	۴	۷	۲
۳	۱۶	۹	۶
۱۰	۵	۴	۱۵

۶۸۷

۶	۱	۸
۷	۵	۲
۲	۹	۴

حاجت برآری کے لیے

جمیع حاجات دینی و دنیوی کے لیے بعد نمازِ مغرب قبلہ رو بیٹھ کر سو بار درود شریف پڑھ کر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الخ پانچ سو مرتبہ پڑھے۔ پھر ایک سو مرتبہ یَا فَتَّاحُ اور ایک سو بار یَا وَھَّابُ اور سو بار یَا رَازِقُ اور ایک سو بار یَا مُعِزُّ اور ایک سو بار یَا سَلَامُ پڑھ کر حاجت مانگے پروردگار انشاء اللہ تعالیٰ مراد پوری کرے گا۔

(۱) الجواہر ص:۱۲۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اولادِ نرینہ کے لیے

جس کے ہاں اولادِ نرینہ نہ ہوتی ہو تو اس کو چاہیے کہ ایک ہزار مرتبہ یَاخَالِقُ پڑھا کرے اور اسی اسم شریف کو چاندی پر کندہ کرا کے پہنے مگر طالع برج حمل ہو اور اپنی بیوی سے ہم بستر ہو۔ عورت حاملہ ہوگی اور فرزند نرینہ پیدا ہوگا۔ انشاء اللہ۔ اس نقش کو بھی اپنے پاس رکھے۔

۷۸۶

ق	ل	ا	خ
۹۷	۲	۳۱	۹۹
۳۲	۳	۹۸	۳
۲	۴۹۹	۱۰۱	۲۹

مفلسی دور کرنے کے لیے

جو شخص مفلس پریشان ہو اس کو چاہیے کہ پہلی ساعت میں جمعہ کے روز یَابَاسِطُ کو ایک ہزار بار پڑھے اور ہر روز ورد کرے اور یہ نقش اپنے پاس رکھے۔ انشاء اللہ مفلسی سے نجات پائے اور غنی ہو جائے۔

۷۸۶

گمشدہ کے لیے

جب کوئی شخص غائب ہو جاوے سورۂ التین کو دو ہزار بار پڑھے اور یہ نقش لکھ کر پتھر کے نیچے دبا دے۔

۷۸۶

۳۱۰۳	۳۱۰۷	۳۱۱۰	۳۰۹۶
۳۱۰۹	۳۰۹۷	۳۱۰۲	۳۱۰۸
۳۰۹۸	۳۱۱۳	۳۱۰۵	۳۱۰۱
۳۱۰۶	۳۱۰۰	۳۱۹۶	۳۱۱۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تمام امراض وفکروغم سے نجات کے لیے

وقتِ تحویلِ آفتاب ظرف چینی پرمشک وزعفران وگلاب سے لکھ کراور کیوڑے سے دھوکر جو شخص پیئے تو تمام سال جملہ امراض وغم وفکروصدمات سے محفوظ رہے گا۔ سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ سَلَامٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهَارُوْنَ سَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِیْنَ سَلَامٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۔از حاشیہ زادالمعاد

اس سورت کو مشک وزعفران سے لکھے اور گلاب میں دھوکر پئے۔وباوامراضِ روحانی و جسمانی سے محفوظ رہے گا۔ الا:۱۱۱۹۱۱۱۹و۔۱۱محطے مقطعات قرآنی بوقتِ تحویل یا شرفِ آفتاب گلاب ومشک وزعفران سے لکھ کراپنے پاس رکھے جملہ آفات سے محفوظ اورنظرِ خلائق میں مقبول اور حکام کی نظر میں عزیز ہوگا اور اگر سونے یا چاندی پرکندہ کرکے انگشتری ہاتھ میں پہنے گا تو غنی ہوگا۔

الم، المص، المر، الر، کھیعص، طه، طسم، طس، یس، حم، ص، حمعسق، ق، ن، برائے دردِزہ سات مرتبہ اس آیت کو گڑیا شکر یا کسی مناسب عرق پر پڑھ کر کھلائے یا پلائے فوراً بچہ پیدا ہوگا۔آیت اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ۔اور مدتِ حمل تک واسطے حفاظتِ حمل کے ایضاً اس شکل کو لکھ کر ران پر اندر کی جانب باندھے اور گرد کی عبارت کو چشم کشادہ لکھے اور بعد بچہ پیدا ہونے کے کھول ڈالے۔

الشکور البکور

العلی العظیم

اثنین	ثلثه	اربعه
ثلثه	اثنین	اربعه

لاحول

۷۸۶ ۱۱۰ ۹۲ ۲۸

ہر مصیبت کے لیے: نادِ علی صغیر

نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ فِی النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَّغَمٍّ سَیَنْجَلِیْ بِوِلَایَتِكَ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فصل ۵

فضیلتِ شہادت قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن حکیم میں متعدد آیات شریفہ موجود ہیں۔ جن میں شہیدانِ راہِ خدا کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ روزی پاتے۔

اس آگے ارشاد فرمایا گیا۔

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔ اور خوشیاں منا رہے ہیں۔ اپنے پچھلوں کی جو بھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

ان آیاتِ بالا میں شہدا کی عظمت وشان کا ذکر فرمایا گیا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی خاطر اس کے دین کی بقاء اور شرف ومجد انسانی کے تحفظ کی بنا پر حاصل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ غرض وغایت دوسری تمام اغراض وغایات سے اشرف واعلیٰ ہے اس لیے اس کی قدر ومنزلت بھی اتنی ہی بلند اور عظیم رکھی گئی ہے۔

حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَامِنْ قَطْرَةٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قَطْرَةِ دَمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (خصائص کبریٰ)

پروردگار عالم کو اس قطرہ خون سے زیادہ کوئی قطرہ محبوب نہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہایا جائے۔

اس قطرہ خون کے بارگاہ رب العزت میں بلند ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ وہ پوری شہادت کو پہنچے اور وہ شہادت ہی اصل شہادت ہے۔

تَمَامُ الشَّهَادَةِ اَنْ يَّقْتَلَ الرَّجَلَ فِي الغربة وَالْكربة وان يَعْقَرْ بوه بهيمقى جثّة مطروحة وَتقبل جوله جَمع كثيرمَنْ اَعَزَّةَ اَصْحَابِهٖ وَاقاربه وان يَنْهَب مَاله وان توسر غاتّه وايتامَهُ وَكل ذَالِكَ فِي ذات اللّٰه۔[1]

یعنے پوری شہادت اس کا نام ہے کہ انسان مؤمن سفر اور سختی میں مارا جائے اور اس کے گھوڑے کی کوچیں کاٹی جائیں اس کی لاش میدان میں پڑی رہے۔ اس کے سامنے بہت سے باعزت احباب اور اقارب مارے جائیں۔ اس کا مال لوٹا جائے اس کی بیبیاں اور یتیم بچے قید میں گرفتار ہوں اور یہ سب باتیں اور مصیبتیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوں۔

اسی لیے پروردگار عالم نے مذکورہ بالا مصائب کے بعد شہادت پانے والے کو عظیم مقام اور حیات ابدی کے رتبہ سے نوازا ہے۔

(۱) باب شہادت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۲۰

روزِ عاشورا اور کربلا
سپاہِ حسینی اور لشکرِ اشقیاء

دسویں محرم یوم عاشوراء جمعہ کا قیامت نما دن آیا۔حضرت سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام رفقاء واحباب اور آلِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز باجماعت نہایت ذوق وشوق تضرع وخشوع کے ساتھ ادا فرمائی اور قرآن پاک کی آخری تلاوت فرمائی۔بعدِ فراغت خیمہ کے اندر تشریف لائے۔

دسویں محرم کا سورج طلوع ہوگیا لیکن امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیتِ نبوت اور رفقاء واحباب تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں ایک قطرہ آب میسر نہیں اور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترا بھوک اور پیاس سے جس قدر ضعف وناتوانی کا غلبہ ہوجاتا ہے اس کا وہی لوگ اندازہ کرسکتے ہیں جنہیں کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی نوبت آئی ہو۔پھر بے وطنی، تیز دھوپ، گرم ریت، گرم ہوائیں۔انہوں نے نازپروردگانِ آغوشِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا پژمردہ کردیا ہوگا۔ان پر جور وجفا کے پہاڑ توڑنے کے لیے تیس ہزار کا لشکرِ جرار تیر وتبر، تیغ وسناں سے مسلح صفیں باندھے موجود ہے جنگ کا نقارہ بجادیا گیا اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے جگر بند کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دے دی اور یہ دینِ اسلام کی حمایت اور حق کی تائید اور جذبۂ شہادت سے سرشار اور قوتِ ایمانی سے مثل سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے اہلِ باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سکینہ ووقار کے ساتھ اذنِ جہاد کے منتظر ہیں۔

عمرو بن سعد نے میمنہ پر عمرو بن حجاج زبیدی، میسرہ پر شمر ذی الجوشن، سواروں پر عزرہ بن قیس احمسی، اور پیاروں پر شبث بن ربعی کو افسر مقرر کردیا اور جھنڈا اپنے غلام کے ہاتھ میں دے دیا۔(۱)

ادھر سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے مختصر ایک سو پینتالیس افرادِ مقدسہ کو اس طرح مرتب فرمایا۔میمنہ پر زہیر بن قیس، میسرہ پر حبیب ابن مظاہر اور جھنڈا سیدنا عباس ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ اور ان کا اعلیٰ افسر مقرر فرمادیا۔گویا کہ میدانِ کربلا کے کارزار میں یزیدی فوج اشقیاء کے تیس ہزار اور سپاہِ حسینی کے ایک سو پینتالیس نفوسِ عالیہ۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ اَکْمَلُ۔(ایضاً)

(۱) الحیات ج ۳ ص ۲۲۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جنگ میں تاخیر کی وجہ

دونوں طرف سے صف بندی ہو جانے کے بعد کافی دیر تک جنگ شروع نہیں ہوئی۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہو رہی ہے کہ ہر فریق ابتدائے جنگ دوسرے پر ڈالنا چاہتا ہے۔ قومِ اشقیاء کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طریقہ سے اس جنگ کی پہل کم از کم سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہو جائے اور سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ جب ہر معاملہ میں ظلم و جفا کی پہل ان کی طرف سے ہوئی ہے اب اس جارحانہ و ظالمانہ جنگ کی ابتداء بھی انہی کی طرف سے ہونی چاہیے آپ کی تو وقتِ آخر تک یہی کوشش رہی کہ یہاں تک نوبت نہ آنے پائے لیکن انہوں نے آپ کی کسی مصلحانہ راہ کو تسلیم نہ کیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا میں جنگی صف بندی پر خطبہ

اس سلسلہ کی ایک آخری کڑی اور آخری خطبہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا کربلا میں وہ ہے جو آپ نے فریقین کی جنگی صف بندی کے موقعہ پر اتمامِ حجت کی خاطر اپنے ہاتھ مبارک میں قرآن پاک لیا اور سرِ انور پر عمامہ باندھا اور عربی جبہ اقدس پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔

أَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوا قَوْلِي وَلَا تَعْجَلُوْنِي حَتّٰى أَعِظَكُمْ بِمَا يَحِقُّ لَكُمْ عَلَيَّ وَحَتّٰى أَعْتَذِرَ اِلَيْكُمْ مِنْ مَقْدَمِيْ عَلَيْكُمْ فَاِنْ قَبِلْتُمْ عُذْرِيْ وَصَدَّقْتُمْ قَوْلِيْ وَأَعْطَيْتُمُوْنِي النِّصْفَ كُنْتُمْ بِذٰلِكَ أَسْعَدَ وَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ عَلَيَّ سَبِيْلٌ وَاِنْ لَمْ تَقْبَلُوْا مِنِّي الْعُذْرَ وَلَمْ تُعْطُوا النِّصْفَ وَلَا تُنْظِرُوْنَ اِنَّ وَلِيَّ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ۔ (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! میری بات سنو اور جلدی نہ مچاؤ میں چاہتا ہوں کہ میرا جو حق تمہیں وعظ و نصیحت کرنے کا ہے وہ پورا کر دوں اور اپنے یہاں پہنچنے کی وجہ بیان کروں۔ پس اگر تم نے میری بات کو تسلیم کر لیا تو تم نیک ہو جاؤ گے اور تم کو لڑنے جھگڑنے کا موقعہ نہ مل سکے گا اور اگر میری بات نہ سنو گے اور انصاف سے کام نہ لو گے پھر تم اپنی طاقت اکٹھی کر لو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے قرآن نازل کیا اور وہی اپنے نیک بندوں کا مددگار ہے۔

اس کے بعد یہ فرمایا:

وَانْظُرُوْا مَنْ أَنَا ثُمَّ ارْجِعُوْا اِلٰى أَنْفُسِكُمْ فَانْظُرُوْا هَلْ يُصْلِحُ لَكُمْ قَتْلِيْ وَانْتِهَاكُ حُرْمَتِيْ أَلَسْتُ ابْنَ نَبِيِّكُمْ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيْ وَلِأَخِيْ هٰذَانِ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مَا فِيْ هٰذَا حَاجِزٌ لَكُمْ عَنْ سَفْكِ دَمِيْ۔ (۲)

الحاصل یہ ہے کہ اے لوگو! میرے حسب و نسب پر غور کرو اور دیکھو تو سہی میں کون ہوں۔ پھر اپنے آپ پر ملامت کرو اور غور کرو کہ آیا تمہارے لیے میرا قتل کرنا اور میری ہتک کرنا روا ہے کیا میں تمہارے نبی کا بیٹا نہیں ہوں اور کیا میرے اور میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ یہ میرے دو بیٹے جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ کیا یہ بات بھی تمہیں اس بات پر مانع نہ ہوگی کہ تم بیگناہ میرا خون نہ بہاؤ۔

(۱) الحیات (۲) الحیات، ج:۳، ص:۲۲۲، ۲۲۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیدنا امامِ عالی مقام کا یہ تاریخی خطبہ جو میدانِ کربلا میں دیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کے اس خطبہ کے متعلق گو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے لیکن یہاں پر وہی خطبہ جلیلہ درج کیا گیا جو حضرت امام نے فرمایا۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ مزید آپ نے آخر میں ان کو یہ بھی فرمایا تھا کو خونِ ناحق حرام اور غضبِ الٰہی کا موجب ہے۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے کسی کا گھر نہیں جلایا ہے کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا ناپسند کرو تو تم نے خود ہی مجھے اس بے آب وگیاہ میدان میں گھیر لیا پھر بھی میں نے کئی روز کوشش کی کہ مجھے واپس جانے دو لیکن تم نے ایسا بھی نہ کرنے دیا۔ اور اب بھی میں پھر تم کو واضح کر رہا ہوں کہ تم سے کسی چیز کا طلبگار نہیں۔ تمہارے درپے آزار نہیں۔ تم کیوں میری جان کے قتل کے درپے ہو۔ تم نے کیوں میرے بچوں اور رفقاء کے لیے پانی بند کیا اور کیوں میرے مقابل ہزاروں تیر و تلوار لے کر جمع ہوئے ہو۔ تم بتاؤ میرے خون سے قیامت کے روز تک اور قیامت کے دن کیسے بری ہوسکو گے۔ روزِ محشر تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہوگا اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو پھر یہ بھی سمجھو کہ میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کس قدر منظور نظر ہوں۔ میرے والدِ معظم کون ہیں میری والدہ معظمہ کس کی لختِ جگر ہیں۔ میں کس کا نور دیدہ ہوں جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا آئے گی اے اہلِ محشر اپنے چہرے جھکالو اور آنکھیں بند کرلو کہ حضرت خاتونِ جنت پل صراط سے ستر ہزار حوروں کو رکاب سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی محبت فرمایا۔ میرے فضائل ومحاسن تمہیں خوب معلوم ہیں۔ (۱)

اس خطبۂ جلیلہ برحق سے ارض وسما کانپ رہا ہے اور آلِ رسول ﷺ کے خانوادہ اور حضرت امام کے رفقاء واحباب ان دردناک الفاظ کو سن کر رو رہے ہیں۔ خیامِ حسینی کی محرماتِ مقدسہ بھی رو پڑیں۔ لیکن ان ظالموں پر پھر بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ ہاں جن کے نصیب اچھے تھے ان پر اس دعوتِ حق کا ضرور اثر بھی ہوا۔ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۔

سپاہِ حسینی میں حر ابن یزید الریاحی

چنانچہ حر ابن یزید ریاحی کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے چاہا کہ اب کسی طریقہ سے فوج یزید کو چھوڑ کر سپاہِ حسینی سے جاملوں۔ حر کو یقین ہوگیا کہ فوج یزیدی پر نواسۂ رسول ﷺ کے عظیم دردناک خطبہ کا کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ ہی ان دنیا پرستوں نے کوئی امن و مصلحانہ بات کو تسلیم کیا سوائے اس کے کہ جنگ وقتال بامخالفت۔ اب حر نے یزیدی لشکر سے نکلنے سے پہلے عمرو بن سعد کو جا کر کہا أَتُقَاتِلُ أَنْتَ هٰذَا الرَّجُلَ کیا تم واقعی اس شخص (یعنی حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کرو گے۔ جنہوں نے یہ خطبہ فرمایا ہے۔ عمرو بن سعد نے کہا ہاں۔ ایسی جنگ کریں گے کہ تیروں کی بارش ہوگی اور ان کے ہاتھ کٹ کر زمین پر گریں گے اور نتیجہ خیز ہوگی۔ حر نے کہا، جو تجویز امن پسندی کی انہوں نے یعنے (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) نے پیش کی ہے کیا تم کو وہ پسند نہیں۔ عمرو بن سعد کہنے لگا ہے تو درست لیکن میں مجبور ہوں کیونکہ والیٔ کوفہ پہلے ہی ایسی باتوں سے انکار کرچکا ہے۔ حر واپس آ گیا۔ اب حر اپنے پختہ عزم کے مطابق کوشاں ہیں کہ کس طریق سے ان سے چھٹکارا حاصل کروں اور سپاہِ حسینی میں شامل ہوسکوں حر نے آہستہ آہستہ اپنے گھوڑے کو خیامِ حسینی کی طرف کرنا شروع کردیا۔ یزیدی فوج سے ایک شخص نے کہا کیا حسینی قافلہ پر حملہ آور ہو رہے ہو۔ حر نے جواب نہ دیا۔ جب کافی باہر نکل گئے تو پھر ایک

(۱) الحیات، ج:۲،ص:۲۲۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یزیدی کو حالت مشکوک نظر آئی تو کہنے لگا حر کیا بات ہے تم اتنے بہادر اور جنگجو اور فوج یزید کے افسر اعلیٰ ہو آج تمہاری حالت کچھ افسردہ نظر آ رہی ہے حر نے کہا ہاں میں پریشان ہوں۔

اِنِّیْ وَاللّٰہِ اُخَیِّرُ نَفْسِیْ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَوَاللّٰہِ لَا اَخْتَارُ عَلَی الْجَنَّۃِ شَیْئًا وَلَوْ قُطِعْتُ وَحُرِّقْتُ۔ (1)

خدا کی قسم میں اپنے آپ کو جنت و جہنم کے درمیان پا رہا ہوں۔ خدا کی قسم میں جنت پر کسی چیز کو مقدم نہیں سمجھتا چاہے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں یا میں جلا دیا جاؤں۔

یہ کہنا تھا کہ حر نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور دوڑاتے ہوئے سپاہِ حسینی میں آ ملے اور فوراً سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور جَعَلْتُ فِدَاكَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَنَا صَاحِبُكَ الَّذِیْ مَنَعَكَ عَنِ الرُّجُوْعِ۔ اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہی ہوں حر جو پہلے روز آپ کو ملا تھا اور آپ کو روکا تھا اس جگہ پر۔ ھٰذَا الْمَكَانِ۔ وَاَنَا تَائِبٌ اِلَی اللّٰہِ اب میں بارگاہِ خداوندی میں توبہ کرتا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ پھر یوں دعا کی کہا اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ فَتُبْ عَلَیَّ فَقَدْ اَرْعَبْتُ قُلُوْبَ اَوْلِیَائِكَ وَاَوْلَادِ بِنْتِ نَبِیِّكَ۔ اے میرے اللہ میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں میری توبہ قبول فرما کیونکہ میں نے تیرے اولیا اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے دلوں کو خوف زدہ کیا۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا فَاصْنَعْ یَرْحَمُكَ اللّٰہُ مَا بَدَا لَكَ جو چاہے کرو اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

ازالہء وہم

یاد رہے کہ بعض مجموعوں اور بعض تقریروں میں متذکرہ واقعہ کو بڑے بڑے رنگ چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے۔ ناک رگڑی، ماتھا رگڑا، پاؤں میں پڑا، سر نہ اٹھایا وغیرہ وغیرہ۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے بار بار کہا تو کون ہے تو کون ہے دیکھا تو وہ حر تھا۔ یہ سب من گھڑت ہے اصل تحقیق کے ساتھ جو صحیح واقعہ تھا وہ بیان کر دیا گیا ہے۔

قومِ اشقیاء سے حر ابن یزید الریاحی کا خطاب

حر ابن یزید ریاحی نے پھر سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا حضور اب مجھے اجازت دیں تاکہ میں اب قومِ اشقیاء کو بطورِ اتمامِ حجت راہِ راست پر آنے کی دعوت دوں۔ آپ نے فرمایا تم جو چاہو مجھے منظور ہے۔ بات کر لو لیکن مجھے ان پر کچھ اعتبار نہیں رہا۔ ہو سکتا ہے کہ ان پر تمہارے راہِ راست پر آنے کا کچھ اثر پڑ جائے یہ بھی آزمائش کر لو۔ حر ابن یزید ریاحی اجازت لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر قومِ اشقیاء کے سامنے آئے تو آپ نے ان کو جو تقریر کی اس کا خلاصہ یہ ہے:

الصَّالِحَ حَتّٰی اِذَا جَآءَكُمْ مسلمتموہ کان وادعوا کم اِنَّكُمْ قَاتِلُوْا اَنْفُسَكُمْ دُوْنَہٗ ثُمَّ عَدَوْتُمْ عَلَیْہِ لِتَقْتُلُوْہُ وَاَمْسَكْتُمْ بِنَفْسِہٖ وَاَحَطْتُمْ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ فَعَادَ كَالْاَسِیْرِ فِیْ اَیْدِیْكُمْ لَا یَمْلِكُ نَفْعًا وَلَا یَدْفَعُ عَنْھَا ضَرًّا وَجَلَاتُمُوْہُ وَنِسَائَہٗ وَصَبِیَّتَہٗ وَاَھْلَہٗ عَنْ مَاءِ

اے کوفہ والو! تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں۔ تم نے اس عبد صالح کو بلایا جب وہ آئے تو تم نے ان کو دشمنوں کے حوالے کر دیا اور حالانکہ تم کہتے تھے کہ ہم جانیں قربان کر دیں گے۔ مگر تم نے اس کا بالکل الٹ یہ کر دیا کہ ان کے خلاف لشکر جمع کر دیا اور تم نے ان کی آمد و رفت بند کر دی اور ان کے لیے قافلہ حیات

(1) الحیات، ج:۲، ص:۲۲۶۔ کامل ابن اثیر۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

الْفُرَاتِ الْجَارِیْ یَشْرِبُهُ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسُ وَتُمَرَّغُ فِیْهِ خَنَازِیْرُ الْوَارِدِ وَکِلَابُهُ نَهَاهُمْ مَاخَلَفْتُمْ مُحَمَّدًا فِیْ ذُرِّیَّتِهٖ لَاسَقَاکُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الظَّمَاءِ

(زندگی) تنگ کر دیا اور ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور تم نے خدا کے شہروں میں جانے سے روک دیا وہ شہر جو چاروں طرف کھلے ہیں اب وہ تمہارے ہاتھوں قیدی کی طرح ہیں اور ان کو بالکل بے بس کر دیا ہے۔ پھر تم نے ان کے اہلِ حرم (خواتینِ مقدسہ) بچوں اور ان کے ساتھیوں سمیت سب پر آبِ فرات بند کر دیا ہے جسے یہودی، نصرانی، مجوسی سب پی رہے ہیں اور عراق کے کتے اس میں لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں یعنے نہا رہے ہیں اور یہ حضرات شدتِ پیاس سے جاں بلب ہو رہے ہیں تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے اور اللہ تمہیں بھی شدت پیاس کے دن سیراب نہ کرے۔

یہ زبردست تقریر جو حق پر مبنی تھی اس نے یزیدیوں میں کھلبلی مچادی۔

لشکرِ اشقیاء سے آغازِ جنگ اور تیروں کی بارش

حرابن یزید ریاحی ابھی یہ آخری الفاظ ہی ادا فرما رہے تھے کہ یزیدی فوج اشقیاء نے اثر لینے کی بجائے جواب میں تیر چلانے شروع کر دیے یہ حالت دیکھ کر حر نے اپنا بیان ختم کر دیا اور واپس سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو گئے۔ پھر بھی جنگ کا سلسلہ شروع نہ ہوا۔ عاشوراء کے دن کا کافی حصہ گزر چکا تھا اور دھوپ اپنی پوری شدت پر آ چکی تھی۔ گرمی کی حرارت اپنی اس تیزی پر تھی کہ کربلا کا ریگستانی میدان اوپر اور نیچے سے آگ اگل رہا تھا۔ یزیدی فوج اشقیاء کا سربراہ عمرو ابن سعد بھی بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر تاخیر کر رہا تھا۔ ورنہ وہ تو جلدی اس کام کو ٹھکانے لگانے پر تلا ہوا تھا۔ اب حر کی تقریر نے میدانِ کارزار کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ اب عمرو ابن سعد نے مزید تاخیر کرنا خلاف مصلحت سمجھتے ہوئے اس طرح جنگ کا آغاز کیا کہ اپنے ایک خاص غلام کو جو کہ لشکرِ جرار کا علم لیے ہوئے تھا حکم دیا یَادُرَیْدُ اُدْنُ رَایَتَكَ اے درید علم میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ علم قریب لے کر آیا۔ پھر عمرو ابن سعد نے اپنا تیر کمان پر چڑھایا اور زور سے سپاہِ حسینی کی طرف مارا۔ اور اس کے ساتھ یزیدی فوج سے کہا اَشْهِدُوْا اَنِّیْ اَوَّلُ مَنْ رَمٰی گواہ ہو جاؤ سب سے پہلے تیر جس نے مارا وہ میں ہی ہوں۔ عمرو ابن سعد سپہ سالار فوجِ یزید کا تیر چلانا تھا کہ یکایک فوجِ اشقیاء سے سپاہِ حسینی پر ہزاروں تیروں کی بارش ہونے لگی وَاَقْبَلَتِ السِّهَامُ مِنَ الْقَوْمِ کَاَنَّهَا الْقَطْرُ۔ (ایضا)

سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا قُوْمُوْا رَحِمَکُمُ اللّٰهُ اِلَی الْمَوْتِ الَّذِیْ لَا بُدَّ مِنْهُ فَاِنَّ هٰذِهِ السِّهَامُ رُسُلُ الْقَوْمِ اِلَیْکُمْ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ موت کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ جس کے بغیر چارہ نہیں یہ تیر درحقیقت اس قوم کے قاصد جانو۔ تیروں کی اس بارش سے سپاہِ حسینی میں کوئی کھلبلی نہ ہوئی بلکہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے حکمِ جہاد پر سب اپنی جانوں کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ بڑی مضبوطی و دل جمعی کے ساتھ تیروں کا جواب تیروں سے دیا یکبارگی فوجِ اشقیاء پر حملہ کر دیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک یہ حالت رہی کہ تیر پر تیر چلتے رہے۔ یہ جنگ مغلوبہ کہلاتی ہے اور یہ حملۂ اولیٰ تھا۔ جب غبارِ جنگ پھٹا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تومعلوم ہوا کہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پچاس نفوسِ مقدسہ جامِ شہادت نوش فرما چکے ہیں۔

فَلَمَّا رَمُوْهُمْ هٰذِهِ الرَّمْيَةَ قَلَّ اَصْحَابُ الْحُسَيْنِ وَقُتِلَ فِيْ هٰذِهِ الْحَمْلَةِ خَمْسُوْنَ رَجُلًا۔ جب فوج اشقیاء نے تیر بارانی کی تو رفقاء حسینی کی تعداد کم ہوگئی اور پچاس احباب حسینی شہید ہوگئے۔(۱)

سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سپاہ کی تعداد تو پہلے ہی بہت تھوڑی تھی لیکن اب اس حملۂ اولیٰ قبل از نمازِ ظہر دو پہر کے وقت ہزاروں تیروں کی اندھادھند بارش میں پچاس افراد شہادت پاجانے سے سپاہِ حسینی میں کمی آگئی۔

اب اس حملۂ اولیٰ کے بعد جب غبارِ جنگ پھٹا تو دیکھا گیا کہ کون سے اصحاب حسینی شہید ہوئے۔

اب ان شہدائے کربلا در حملۂ اولیٰ جنگ مغلوبہ کے اسماء وحالات درج کیے دیتا ہوں۔

بوقت دو پہر روزِ عاشوراء

حملۂ اولیٰ میں شہید ہونے والے انصارِ حسینی

اسماء گرامی واجمالی حالات

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ روزِ عاشور جب عمرو ابن سعد کے پہلا تیر چلانے کے بعد جنگ کا آغاز ہوا اور فریق مخالف کی ہزاروں کمانیں کڑکیں اور ادھر جوابی کاروائی اصحابِ حسینی نے کی۔ تقریباً ایک گھنٹہ کی جنگ کے بعد جب غبارِ جنگ پھٹا تو دیکھا گیا کہ سرکار امام کے پچاس اصحاب باوفا شہادت کی سعادت پر فائز ہوگئے۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ اب ان کی اسماء گرامی بمعہ اجمالی تعارف کے درج کیے جائیں۔ تاکہ یہ سعادت بھی حاصل ہوجائے۔

۱۔ حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زاہر کا سلسلہ حسب ونسب اس طرح ہے زاہر ابن عمرو اسلمی مولی عمرو ابن الحق الخزاعی۔ حضرت زاہر عمرو خزاعی کے مصاحب تھے۔ بعض نے ان کا شمار اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی کیا ہے اور اس کے لیے انہوں نے یہ ثبوت بھی فراہم کیا ہے کہ آپ بیعتِ رضوان بحق سیدنا عثمان ابن عفان اور صلح حدیبیہ اور غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئے جو آپ کی صحابیت کا واضح ثبوت ہے خاندانِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ان کے دل میں موجزن تھی۔ ۶۰ھ عمر کے آخری حج کی سعادت کے بعد جب ان کو سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سفر کربلا کا علم ہوا تو بڑی محبت کے ساتھ راستہ میں ہی حضرت نواسۂ رسول کے ہمراہ ہوگئے۔ بالآخر حضرت زاہر روزِ عاشور حملۂ اولیٰ میں تیروں سے چھلنی ہوئے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرما کر حیاتِ ابدی کے درجہ پر فائز ہوئے۔

۲۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ

حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے متعلق سلسلہ یوں ہے کہ ان کے والد نبہان تھے اور سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کے غلام تھے۔ بڑے جنگجو اور شہسوار اعلیٰ تھے۔ حضرت سید الشہداء امیر حمزہ کی شہادتِ عظمیٰ کے دو سال بعد تک حیات رہے بعد میں وفات پا گئے تو ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند حارث اکثر وقت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ گزارا اور پھر سیدنا امام

(۱) البدایات

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہتے تھے۔ورودِ کربلا میں مکہ معظمہ سے ہی سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رہے۔جب تیروں سے سپاہِ حسینی پر حملہ اولیٰ ہوا تو یہ بزرگ قومِ اشقیاء سے مقابلہ کرتے ہوئے شدید تیروں کی ضربوں سے جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۳۔حضرت مسلم رضی اللہ عنہ

حضرت مسلم الازدی الاعرابی کے بیٹے تھے۔اسماء الرجال میں بعض نے ان کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی لکھا ہے۔واللہ اعلم۔جنگِ جمل میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے آپ کے ساتھ تھے جنگِ جمل میں ان کے ایک پاؤں پر تیر لگا جو ایسا کاری تھا کہ آرام کے باوجود صحیح طرح چل نہ سکتے تھے۔اس کی تکلیف کے باوجود شوقِ جہاد نے ان کو آمادہ کیا کہ گو میں اس قابل نہیں لیکن پھر بھی اپنی استطاعت کے مطابق نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت پر اپنی جان فدا کر دوں چنانچہ یہ بڑی مشکل سے کوفہ میں اپنی رہائش گاہ سے کربلا کے میدان میں پہنچے اور سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔جب حملۂ اولیٰ قومِ اشقیاء نے کیا تو حضرت مسلم ابن کثیر الازدی نے ان کا مقابلہ کیا اور تیروں کی اندھا دھند ضربوں سے آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۴۔حضرت نعیم رضی اللہ عنہ

حضرت نعیم کے والد عجلان انصاری خزرجی ہیں۔عجلان الانصاری کے تین بیٹے نعمان، نضیر، نعیم ہیں۔نعمان اور نضیر یہ دونوں واقعۂ کربلا سے کہیں پہلے انتقال کر چکے تھے اور حضرت نعیم کو جب حسینی قافلہ کے ورودِ کربلا کا علم ہوا تو یہ خدمت امام میں حاضر ہوئے اور حملۂ اولیٰ میں تیروں کی بارش میں شہید ہو گئے۔

۵۔حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت کنانہ عتیق تغلبی کے فرزند تھے۔نہایت عبادت گذار شخص تھے ان کی رہائش کوفہ میں تھی۔حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ورودِ کربلا کے وقت حاضرِ خدمت ہوئے اور حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۶۔حضرت عمار رضی اللہ عنہ

حضرت عمار حسان بن شریح الطائی کے بیٹے تھے۔مکہ معظمہ سے جب سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کربلا کو آئے تو یہ بزرگ حضرت عمار آپ کے ہمراہ ہی کربلا میں تشریف لائے اور حملۂ اولیٰ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۷۔حضرت سوار رضی اللہ عنہ

حضرت سوار ابی عمیر النہمی کے بیٹے تھے۔حملۂ اولیٰ میں رفقائے حسینی میں شریک ہو کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۸۔حضرت جبلہ رضی اللہ عنہ

حضرت جبلہ علی الشیبانی کے فرزند تھے۔یہ شجاعت میں بڑے مشہور تھے جب ان کو سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ورودِ کربلا کا پتہ چلا تو فوراً بارگاہِ امام میں حاضر ہوئے اور حملۂ اولیٰ میں تائیدِ حق میں شہید ہوئے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۹۔ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ

حضرت عبد الرحمن ان کے والدِ گرامی عبد اللہ تھے اور ارجی خاندانی مشہور تھے۔ حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور کربلا تشریف لائے اور حملۂ اولیٰ میں شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

۱۰۔ حضرت مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت مسعود حجاج کے فرزند تھے۔ یہ بھی حملۂ اولیٰ میں حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں شریک حق ہوئے۔ اور جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۱۱۔ حضرت زہیر رضی اللہ عنہ

حضرت زہیر کے والد بشیر اشخعمی کے نام سے مشہور تھے۔ روزِ عاشور حملۂ اولیٰ میں تیروں کی بارش میں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں میں شامل ہو کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۱۲۔ حضرت حلاس رضی اللہ عنہ

حضرت حلاس عمرو الازدی کے فرزند تھے شبِ عاشور کو بڑی دشواری کے بعد کربلا میں حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور حملۂ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۱۳۔ حضرت منیع رضی اللہ عنہ

حضرت منیع اقاد کے فرزند تھے روزِ عاشور حملۂ اولیٰ میں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ہمراہ جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۱۴۔ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ

حضرت عبد الرحمن مسعود التیمی کے فرزند تھے۔ حضرت عبد الرحمٰن اور ان کے باپ مسعود جن کا پہلے ذکر آ چکا ہے یہ دونوں باپ بیٹا کربلا میں حاضر ہوئے اور سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں شریک ہوئے تو حضرت عبد الرحمٰن بھی اپنے باپ کی طرح حملۂ اولیٰ میں شہید ہو گئے۔

۱۵۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ یہ عمیر کے فرزندِ ارجمند تھے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں روزِ عاشور شریک ہوئے اور حملۂ اولیٰ میں تیروں کی بارش میں جامِ شہادت نوش فرما کر درجۂ عظیم کی سعادت حاصل کی۔

۱۶۔ حضرت سلیم رضی اللہ عنہ

حضرت سلیم سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پرانے غلاموں میں سے تھے ان کی شہادت کے بعد ان کو سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خدمات کرنے کا موقعہ ملا اور مکہ معظمہ سے سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کربلا میں آئے اور حملۂ اولیٰ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

۱۷۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ

حضرت حباب کے والد حارث تھے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی ورودِ کربلا میں خبر پاتے ہی کسی طریقہ سے میدانِ کربلا پہنچ گئے اور حملۂ اولیٰ میں جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۱۸۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ

حضرت ربیعہ کے والد کا نام خوط تھا۔ یہ بھی بزرگ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ روزِ عاشور حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۱۹۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ

حضرت عمیر کے والد بزرگوار کناد تھے۔ یہ بھی حملۂ اولیٰ میں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں شریک ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

۲۰۔ حضرت رمیث رضی اللہ عنہ

حضرت رمیث عمرو کے بیٹے تھے۔ اور کربلا میں حملۂ اولیٰ کے موقعہ پر سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے حق میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۲۱۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ

حضرت عامر کے والد مالک تھے۔ کربلا میں روزِ عاشور حملۂ اولیٰ میں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں شامل ہوکر شہید ہوئے۔

۲۲۔ حضرت منذر رضی اللہ عنہ

حضرت منذر کے والد کا نام سلیمان تھا۔ آپ کو سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں شریک ہوکر حملۂ اولیٰ میں شہادت کی سعادت حاصل ہوئی۔

۲۳۔ حضرت جوین رضی اللہ عنہ

حضرت جوین کے والد گرامی کا نام مالک تھا تمیمی خاندان سے مشہور تھے۔ کربلا میں روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں رفقائے حسینؓ میں شریک ہوکر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۲۴۔ حضرت صبیعہ رضی اللہ عنہ

حضرت صبیعہ عمرو کے فرزند تھے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے احباب رفقاء میں شریک تھے اور حملۂ اولیٰ میں تیروں کی بارش میں جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۲۵۔ حضرت جنادر رضی اللہ عنہ

حضرت جنادہ کے والد کعب تھے اور ان کے دادا حارث انصاری تھے مکہ معظمہ سے سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوکر کربلا میں حاضر ہوئے اور سپاہِ حسینی میں شامل ہوکر حملۂ اولیٰ میں اپنی جان فدا کر کے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

۳۳۔ آٹھ بزرگ

آٹھ غلامانِ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ۔ حملۂ اولیٰ میں سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے آٹھ وفادار غلام جو مکہ معظمہ سے آپ کے ہمراہ کربلا میں آئے اور مسلسل نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے وہ بھی حملۂ اولیٰ میں جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۳۴۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر سلیم کے بیٹے تھے اور ازدی خاندان سے تھے۔ روزِ عاشورہ حملۂ اولیٰ میں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں میں شریک ہوکر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۳۵۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ

حضرت حارث کے والد امرء القیس تھے جو عابس کندی کے فرزند تھے۔ یہ حارث نہایت بزرگ اور عبادت گزار اور بہترین شہسواروں میں سے تھے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ورودِ کربلا کی خبر پاتے ہی جذبۂ شہادت کے شوق سے کربلا میں حاضر ہوئے اور رفقائے حسینی میں شامل ہوکر حملۂ اولیٰ میں شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

۳۶۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ

حضرت عمار ابی سلامہ کے فرزند تھے۔ جو ہمدانی لاالانی کہلاتے تھے۔ ہمدانی خاندان سے تھے روزِ عاشورہ حملۂ اولیٰ میں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں شریک ہوکر شہید ہوئے۔

۳۷۔ حضرت امیہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیہ کے والد سعد تھے اور قبیلہ طائی سے تھے اور بڑے شجاع و شاہسوار تھے۔ جب ان کو نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ورودِ کربلا کی خبر ہوئی تو جذبۂ محبت سے سرشار ہوکر خدمتِ امام میں حاضر ہوئے اور بالآخر حملہ اولیٰ کے دوران شہید ہوئے۔

۳۸۔ حضرت ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ادہم امیہ ابن عبدی کے فرزند تھے سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی ورودِ کربلا میں پہنچنے کی خبر پاتے ہی بڑی دشواریوں کے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بعد کربلا تک پہنچے اور سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں شامل ہو کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۳۹۔ حضرت بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بکر کے والد حی ابن علی بن قیم اللہ ابن ثعلبہ تھے یہ روزِ عاشورہ حملۂ اولیٰ میں شریک ہو کر شہید ہوئے۔

۴۰۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ کے والد یزید ابن شبیط تھے۔ یہ بھی شریکِ کربلا ہوئے اور حملۂ اولیٰ میں شہید ہو گئے۔

۴۱۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبید اللہ حضرت عبد اللہ کے بھائی تھے ان کے والد یزید ابن شبیط تھے حملۂ اولیٰ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۴۲۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ

حضرت عامر کے والد کا نام مسلم عبدی تھا یہ بھی سپاہِ حسینی میں شامل ہو کر حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۴۳۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ

حضرت سالم بھی یومِ عاشورا حملۂ اولیٰ میں سپاہِ حسینی کے ساتھ مل کر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

۴۴۔ حضرت سیف رضی اللہ عنہ

حضرت سیف کو بھی سپاہِ حسینی میں شریک ہو کر حملۂ اولیٰ میں دولت شہادت نصیب ہوئی۔

۴۵۔ حضرت قاسط رضی اللہ عنہ

حضرت قاسط کے والد زبیر تغلبی نے سپاہِ حسینی میں شامل ہو کر حملۂ اولیٰ میں شہادت پائی۔

۴۶۔ حضرت کردوس رضی اللہ عنہ

حضرت کردوس کے والد زبیر تغلبی سپاہِ حسینی میں شامل ہو کر حملۂ اولیٰ میں شہید ہو گئے۔

۴۷۔ حضرت مقسط رضی اللہ عنہ

حضرت مقسط کے والد زبیر تغلبی تیسرے بھائی یہ بھی شامل ہو کر حملہ اولیٰ میں شہید ہو گئے۔

۴۸۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو ضبیعہ تمیمی کے فرزند بڑے بہادر و شجاع و شہسوار تھے۔ حملۂ اولیٰ میں شریک ہو کر سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۴۹۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے والد اشیبانی تھے سپاہِ حسینی کے ساتھ مل کر روزِ عاشورہ حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۵۰۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ

حضرت عمران کعب ابن حارث اشجعی کے بیٹے تھے۔ میدانِ کربلا میں سپاہِ حسینی میں شریک ہو کر حملۂ اولیٰ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔[1]

افادہ راجع بطریقہائے جنگ

واضح رہے کہ عربوں میں جنگ کے دو طریقے رائج تھے پہلا طریقہ یہ تھا کہ ایک ایک نوجوان میدان کارزار میں نکل کر دادِ شجاعت دیتا تھا اور کبھی یہ طریقہ دو دو تین تین اور چار چار کی صورت بھی اختیار کر لیتا تھا۔ اسے مبازرت طلبی کہا جاتا ہے اور زیادہ تر اسی طریقہ پر عمل درآمد ہوتا تھا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ ایک فریق سارے کا سارا یا اس کا کثیر حصہ دوسرے فریق پر یکبارگی دھاوا بول دیتا اور فریقین گھتم گھتا ہو جاتے۔ اس جنگ کو مغلوبہ کہا جاتا ہے۔

روزِ عاشورا صرف تین بار جنگِ مغلوبہ واقع ہوئی۔ ۱۔ حملۂ اولیٰ قبل از ظہر وقتِ دوپہر ۲۔ حملۂ ثانی قبل از ظہر تقریباً ایک گھنٹہ پہلے۔ ۳۔ حملۂ ثالث قبل از ظہر۔ اس کے علاوہ باقی جنگ پہلے طریقہ (مبازرت طلبی) کے مطابق ہوئی۔

قیامت خیز منظر میں وقتِ نمازِ ظہر اور (۱) حضرت حبیب ابنِ مظاہر کی شہادت

اس قیامت خیز جنگ کے طول کے ساتھ ساتھ اب نمازِ ظہر کا وقت آ گیا۔ ابوثمامہ صیداوی نے سیدنا امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کیا اے نواسۂ رسول نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا ہے میرا خیال ہے کہ زندگی کی یہ آخری نماز آپ کے ساتھ باجماعت ادا کر لیں۔

نَفْسِیْ لِنَفْسِكَ الْفِدَاءُ۔ هٰؤُلَاءِ اِقْتَرَبُوْا مِنْكَ لَا وَاللّٰهِ لَا تُقْتَلُ حَتّٰى اُقْتَلَ دُوْنَكَ وَاُحِبُّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ رَبِّیْ وَقَدْ صَلَّيْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ الَّتِیْ دَنَا وَقْتُهَا يَا اَبَا عَبْدَ اللّٰهِ۔[2]

میں آپ پر جان فدا کر دوں یہ لوگ ہمارے بالکل قریب آ گئے ہیں اللہ کی قسم جب تک میں زندہ ہوں انہیں آپ تک نہیں پہنچنے دوں گا میری خواہش ہے کہ بارگاہِ ربی میں حاضر ہونے سے پہلے پھر ایک آخری نماز آپ کے پیچھے پڑھ لوں جس ظہر کا وقت بالکل قریب ہے۔

سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ابوثمامہ کی ایسی عظیم قیامت خیز خونی منظر میں خواہش دیکھی تو آپ نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف کیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور زبان سے یوں فرمایا۔ ذَكَرْتَ الصَّلٰوةَ جَعَلَكَ اللّٰهُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ نَعَمْ هٰذَا وَقْتُهَا۔ تو نے نماز کو یاد کیا (یعنے ایسے سخت وقت میں) اللہ تیرا حشر ونشر نمازیوں میں فرمائے۔ ہاں نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے رفقاء واحباب ان لوگوں سے کہو: سَلُوْهُمْ اَنْ يَكُفُّوْا عَنَّا حَتّٰى نُصَلِّیَ۔ جنگ اتنی دیر تک بند کر دو یہاں تک کہ ہم نماز ظہر پڑھ لیں۔ چنانچہ قوم اشقیا کو کہا گیا تو حصین بن تمیم نمیر نے کہا لَا تُقْبَلُ الصَّلٰوةُ تمہاری

(۱) ہکذا حیات المخفی، ج: ۲، ص: ۲۲۸ تا ۲۳۱۔ (۲) الحیات

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نماز کہاں قبول ہے۔ یہ سن کر حبیب ابن مظاہر نے جواب میں کہا لَا تقبل زَعَمْتَ الصَّلٰوۃُ مِنْ آلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنْصَارِ ھِمْ وَتُقْبَلُ مِنْکَ یَا حِمَارُ۔ تیرا گمان اے شراب خور یہ ہے کہ آلِ رسول ﷺ اور ان کے احباب کی نماز قبول نہیں تو کیا تمہاری قبول ہے۔ اب ان دونوں کے درمیان تلخ کلام اور سوال و جواب میں تجاوز ہو گیا اور ہنگامہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس پر حصین بن تمیم نے حبیب ابن مظاہر پر حملہ کر دیا۔ حبیب ابن مظاہر نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے پر تلوار ماری جس سے گھوڑا بدکا اور وہ نیچے گرا تو اس کے ہمراہی اس کے پاس پہنچ گئے اور حبیب ابن مظاہر پر حملہ کر دیا حبیب ابنِ مظاہر پھر رجز پڑھتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔

اَنَا حَبِیْبٌ وَاَبِیْ مَظَاھِرٌ
فَارِس ھیجاء وحرب تسعرَ
اَنتم اَعدِ عدۃ وَاکثرَا
وَنَحْنُ اَوْلٰی مِنْکُمْ وَالصبرَ
وَنَحْنُ اعلٰی حجہ وَاظْھَرَ
حقا وَاتقٰی مِنْکُمْ وَاعذرا

سن رسیدہ اور ضعیف العمر ہونے کے باوجود نہایت قوتِ ایمانی سے اپنی شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ اشقیاء میں سے جو بھی سامنے آتا اس کا قلع قمع کرتے جاتے یہاں تک کہ پینسٹھ اشقیاء مار ڈالے۔ بالآخر آپ پر کئی تلواروں کے وار ہوئے جس سے نڈھال ہو کر گر پڑے تو ایک یزیدی بدیل بن حریم نے آپ کا سر قلم کر دیا اور آپ شہید ہو گئے۔ جب سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کا پتہ چلا تو آپ ان کی لاش مبارکہ کے قریب آئے اور فرمایا:

دَرَكَ اللّٰہُ یَا حَبِیْبُ کُنْتَ فَاضِلًا تَخْتِمُ الْقُرْاٰنَ فِیْ لَیْلَۃٍ وَاحِدَۃٍ۔

اے حبیب اللہ تعالیٰ تجھ کو اعلیٰ مقام دے تم تو وہ مردِ فاضل ہو کہ ایک رات میں پورا قرآن ختم کر لیا کرتے تھے۔ (الحیات)

(۲) سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور سپاہِ حسینی کا نمازِ خوف ادا کرنا، تیروں کی بارش اور حضرت سعید الحنفی کی شہادت

قوم جفا کار نے نواسۂ رسول ﷺ کو نمازِ ظہر پڑھنے کی بھی مہلت نہ دی تو پھر سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے سعید بن عبد اللہ الحنفی کو فرمایا کہ تم جماعت کی نگرانی کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ تا کہ نمازِ خوف بصورت نماز ظہر ادا کر لی جائے۔ جب آپ نے کربلا میں نمازِ ظہر با جماعت اس حال میں پڑھنی شروع کی تو قومِ اشقیاء نے تیروں و تلواروں سے سعید بن عبد اللہ الحنفی پر وہ حملے کیے کہ آپ کا تن اقدس زخموں سے چھلنی ہو گیا ادھر سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا اور ادھر سعید بن عبد اللہ الحنفی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے گر پڑے تو زبان پر۔ یہ الفاظ جاری تھے:

اَللّٰھُمَّ الْعَنْھُمْ کَمَا لَعَنَ عَادًا وَّثَمُوْدَ اَللّٰھُمَّ اَبْلِغْ نَبِیَّكَ عَنِّی السَّلَامَ وَاَبْلِغْہُ مَا لَقِیْتُ الْاَلَمَ وَاَبْلِغْہُ مَا لَقِیْتُ الْجِرَاحَ فَاِنِّیْ اَرَدْتُ ثَوَابَكَ فِیْ نُصْرَتِ ذُرِّیَّۃِ نَبِیِّكَ۔ (الحیات)

اے میرے اللہ اس قوم پر لعنت بھیج جس طرح عاد و ثمود کی قوم پر اے میرے اللہ میری طرف سے مصطفیٰ ﷺ پر سلام ہو اور میرے غم و تکلیف کی ان کو خبر ہو میں نے اللہ تیرے ثواب کی خاطر آل رسول ﷺ کی نصرت کی ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جب سعید بن عبداللہ الحنفی نے امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو سلام پھیرتے دیکھا تو عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاابْنَ رَسُوْلَ اللهِ۔اے ابن رسول میرا آخری سلام ہو میں جارہا ہوں۔آپ نے فرمایا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ اَنْتَ اَمَامِيْ فِي الْجَنَّةِ۔سلام ہو تم پر مجھ سے پہلے جنت میں جارہے ہو۔اس کے بعد ایک سرد آہ لی اور جنت کو سدھار گئے۔آپ نمازِ ظہر تو ادا نہ کر سکے لیکن جنھوں نے ادا کی ان کی نگرانی کرنے پر مامور تھے اسی بنا پر ظالموں نے آپ کو شہید کر ڈالا۔(ایضاً)

سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب نے ایسے سخت موقعہ پر بھی نماز کی حفاظت اور پابندی اور باجماعت ادا کر کے اس کی اہمیت و عظمت پر وہ مہر ثبت فرمادی جس کو قیامت تک کوئی توڑ نہیں سکتا۔کربلا والوں نے دنیا کو بتلادیا کہ کس طرح نمازِ عشق ادا ہوتی ہے۔

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سایہ میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سایہ میں

پروردگارِ عالم سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے تمام نام لیواؤں کو آپ کے اس اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی و آلہ المطہرین۔

۳۔حضرت عابس بن ابی شبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عابس بن ابی شبیب بن شاکر بن ربیعہ بن مالک بن صحب بن معاویہ بن کثیر بن مالک بن حشم بن جاشد المدنی سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

يَاابْنَ رَسُوْلَ اللهِ وَاللهِ مَا اَمْسٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ قَرِيْبٍ وَّلَا بَعِيْدٍ اَعَزُّ عَلَيَّ وَلَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْكَ وَلَوْ قَدَرْتُ عَلٰى اَنْ اَدْفَعَ عَنْكَ اَوْ اَعَزُّ عَلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَدَمِيْ لَفَعَلْتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ۔

اے ابن رسول اللہ! اللہ کی قسم اس وقت مجھے تمام روئے زمین پر کوئی رشتہ دار یا تعلق دار آپ سے زیادہ عزیز اور محبوب نہیں ہے کوئی چیز موجود ہوتی جس سے آپ پر ظلم کو دور کرتا اور اس میں کچھ دریغ نہ کرتا سوائے اس کے کہ اپنی جان اپنا خون آپ کی خاطر قربان کردوں میری طرف سے آخری سلام ہو۔

اب مجھ کو اجازت دیں۔سیدنا امام رضی اللہ عنہ عالی مقام نے ان کو اجازت دی اور یہ قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے سینکڑوں یزیدیوں کو مار ڈالا۔ابن سعد نے حکم دیا کہ ایک پوری جماعت ان پر حملہ آور ہو جائے۔جب ان پر چاروں طرف سے حملے پر حملے شروع ہوئے تو بالآخر شہید ہو گئے۔(ایضاً)

۴۔حضرت شوزب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت شوزب بن عبداللہ الہمدانی شاکری رفقائے حسینی میں شامل تھے۔روزِ عاشورہ اجازت لے کر جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر کارزار میں تشریف لائے۔بہت بڑے بہادر اور شاہسوار تھے۔یزیدی فوج میں گھس گئے اور کئی اشقیاء کو مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔(ایضاً)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۵۔ حضرت سوید بن عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت سوید بن عمرو بن ابی المطاع سیدنا امام عالی مقام صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں میں سے تھے انہوں نے آپ سے اجازت طلب کی کہ اب مجھے بھی کارزار میں جانے کی اجازت دیں۔ سب درجہ بدرجہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو چکے ہیں اب میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ اس درجہ رفیعہ پر فائز ہو جاؤں آپ نہایت بہادر اور عبادت گزار تھے اور عمر رسیدہ بھی تھے۔ بالآخر نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی۔ جب یہ کارزار میں نکلے تو ان کی زبان پر رجز جاری تھی۔

أَقدِمْ حُسَيْنُ الْيَوْمَ خلقِي أَحمَدًا
وَشَيْخَكِ الْحَبْرَ عَلِيًّا ذَالنَّدِى
وَحَسَنًا كَالْبَدْرِ وافِي الْاِسعُدًا
وَعَمَّكَ الْقَرْمَ الهمام الارْشَدًا
وَحَمزة لِيثَ اللهِ يَدِى اَسَدًا
وَذَالجَنَاحِيْنِ بَتواً مُعْقَدًا
فِيْ جَنْتِ الْفَرْدُوْسِ لِصِبوَاصَعَدًا

یزیدیوں سے لڑتے لڑتے نڈھال ہو کر مقتولین میں گر پڑے۔ عام لوگوں نے سمجھا کہ وہ شہید ہو گئے ہیں مگر درحقیقت ہنوز کچھ رمق باقی تھی کہ آپ اسی حالت میں بیہوش پڑے رہے جب ان کے کان میں امام الشہداء کی شہادت کی آواز پڑی تو یہ ہوش میں آ گئے اور بے تاب اٹھ کر ایک خنجر جو ان کے پاس تھا وہ پکڑا اور آن کی آن میں پھر قومِ اشقیاء پر حملہ آور ہو گئے پھر آپ اسی حالت میں شہید کر دیے گئے۔ (ایضا)

۶۔ حضرت عبداللہ ابن عمیر العلیمی رضی اللہ عنہ

آپ عبداللہ بن عمیر بن عباس بن عبد قیس بن علیم بن کلبی العلیمی ہے۔ حضرت عبداللہ کی کنیت ابو وہب ہے۔ حضرت عبداللہ ابو وہب ابن عمیر العلیمی کوفہ میں محلہ بنی ہمدان کے چاہِ جعد میں ان کا مکان تھا اس گھر میں ان کی زوجہ جو بنی تمر یں بن قاسط سے تھیں وہیں آپ رہائش پذیر تھے۔ (۱)

جب کوفہ میں حالات سنگین ہو گئے تو ان کو پتہ چلا کہ دریائے فرات کے مغربی کنارے ایک ریگستانی میدان میں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ بمعہ اہل وعیال و رفقاء و احباب کے یزیدی فوج کے نرغے میں ہیں اور ان یزیدیوں نے ان کو نہ کوفہ آنے دیا اور نہ ملکِ شام اور نہ واپس وطن جانے دیا اور اب ان کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں وہاں یزیدی فوج جمع کر دی گئی ہے۔ ان کے دل میں فوراً سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے جوش مارا اور خیال آیا کہ میں بھی کسی طریقہ سے آپ کے پاس حاضر ہو جاؤں اور جتنا ممکن ہو آپ کا ساتھ دوں اور کچھ نہ ہوا تو کم از کم شہدائے کربلا میں شامل ہو کر اس درجہ اعلیٰ کو حاصل کر لوں گا۔ اس

(۱) الحیات ج ۲ ص ۲۴۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خیال کا اظہار حضرت عبداللہ ابن عمیر العلیمی نے اپنی زوجہ سے کیا اور کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے زوجہ نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے جو آپ کا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے بھی ہمراہ لے چلیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمیر العلیمی نے کہاہاں ہم دونوں چلتے ہیں۔ بالآخر محرم الحرام کی آٹھویں شب کو حضرت عبداللہ اور ان کو بیوی میدانِ کربلا میں نواسۂ رسول ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے اور اپنا حسب ونسب اور جذبہ محبت وشوقِ جہاد کا ذکر بھی بیان کیا۔ حضرت عبداللہ نہایت جوان، دراز قد، طاقتور کلائیاں اور چوڑے کاندھے اور گندمی رنگ کے تھے۔ جن کی محبت کو دیکھ کر نواسۂ رسول ﷺ خوش ہوئے۔ (ایضاً)

جب نمازِ ظہر کے بعد جنگ کا آغاز دوبارہ شدت اختیار کر گیا تو حضرت عبداللہ ابن عمیر رضی اللہ عنہ نے سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اذنِ جہاد طلب کیا۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی اور فرمایاہاں اب آپ کو اجازت ہے۔ جب حضرت عبداللہ میدان کارزار میں نکلے تو یسار اور سالم دو یزیدی عبیداللہ ابن زیاد کے غلام تھے ان کے مقابلہ میں آئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یسار کو ایک تلوار ماری اور اس کا کام تمام کر دیا اتنے میں سالم یزیدی نے پیچھے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے وار کو روکا کہ آپ کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ مگر اس کے باوجود حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایسا وار کیا کہ ظالم کا کام تمام کر دیا ان دونوں کو مارنے کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رجز پڑھی اور

اَنۡ تَنۡکُرُوۡنِیۡ فَاَنَا ابۡنُ الۡکَلۡبِیۡ
حَسۡبِیۡ بَیۡتِیۡ فِیۡ عَلِیۡمٍ حَسۡبِیۡ
اِنِّیۡ امۡرَءٌ ذُوۡ مِرَّۃٍ وَّعَصَبۡ
وَلَسۡتُ بِخَوَّارٍ عِنۡدَ النَّکَبۡ
اِنِّیۡ زَعِیۡمٌ لَکَ اُمُّ وَھَبۡ
بِالطَّعۡنِ فِیۡھِمۡ مُقۡدِمًا وَّالضَّرۡبِ
ضَرۡبَ غُلَامٍ مُؤۡمِنٍ بِالرَّبِّ

ان کی زوجہ جذبہ ایمان سے ہاتھ میں لوہے کا گرز لے کر یہ کہتی ہوئی خیمہ سے نکل پڑیں فِدَاکَ اَبِیۡ وَاُمِّیۡ قَاتِلۡ دُوۡنَ الطَّیِّبِیۡنَ آلِ نَبِیٍّ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ ان کو خوب قتل کرو ان لوگوں نے آلِ رسول ﷺ کے ساتھ دشمنی کی ہے۔ اور اس حال میں حضرت عبداللہ کا کپڑا پکڑ لیا اور اس نے اس کو واپس جانے کو کہا لیکن وہ یہی کہتی رہیں واللہ میں بھی تمہارے ساتھ شہید ہو جاؤں گی۔ (ایضاً)

جب سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ تو کارزار میں عبداللہ کے پاس چلی گئی ہیں تو آپ نے فوراً اس ہنگامہ جنگ میں پکار کر فرمایا جَزَیۡتُمۡ مِنۡ اَھۡلِ الۡبَیۡتِ خَیۡرًا اِرۡجِعِیۡ رَحِمَکِ اللّٰہُ اِلَی النِّسَاءِ فَاجۡلِسِیۡ مَعَھُنَّ فَاِنَّہٗ لَیۡسَ عَلَی النِّسَاءِ قِتَالٌ۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ عورتوں کی طرف خیموں میں واپس آ جاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ اہلِ بیت کی عورتوں کے ساتھ آ کر بیٹھ جاؤ عورتوں پر جہاد فرض نہیں۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے اس حکم پر وہ مومنہ واپس آ گئیں۔ اسی اثناء میں شمر ذی الجوشن نے سپاہِ حسینی کے میسرہ پر حملہ کر دیا اور سپاہِ حسینی نے ان کا مقابلہ کیا اس وقت بھی حضرت عبداللہ نے خوب جوہر دکھائے اور قومِ اشقیاء کے دو یزیدیوں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کا کام ختم کر دیا۔ اسی دوران ہانی بن شبیب اور بکیر بن حی کے حملوں سے حضرت عبداللہ ابن عمیر شہید ہو گئے۔
جب ان کی زوجہ کو پتہ چلا تو تاب ضبط نہ رہی اور دوڑ کر اپنے شوہر کے چہرہ سے گرد و غبار صاف کرتی جاتی اور یہ کہتی جاتی تھیں لَكَ الْجَنَّةُ اَسْئَلَ اللهُ الَّذِیْ رِزْقَكَ الْجَنَّةَ اَنْ یُصْحِبُنِیْ۔ مبارک ہو تجھ کو جنت کی جس اللہ تعالیٰ نے تجھ کو درجہ شہادت پر فائز کیا۔ دعا کرتی ہوں کہ اللہ مجھے بھی تمہارے ساتھ لے جائے۔ شمر نے اپنے غلام رستم سے کہا کہ اس مومنہ کے سر پر آہنی گرز مار کر اس کا کام پورا کر دو۔ اس شقی نے اسی حال میں آ کر ایسے زور سے گرز کا حملہ کیا کہ وہ مومنہ خاتون محترمہ بھی وہیں شہید ہو گئیں۔

۷۔ حضرت زہیر بن القین بجلی رضی اللہ عنہ

حضرت زہیر بن القین بجلی کی راستہ میں قافلہ حسینی سے ملاقات ہوئی تو پھر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہی کربلا میں تشریف لائے۔ نہایت بزرگ اور بہادر تھے۔ انہوں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی آپ نے ان کو اجازت دی اور کارزار میں آئے کہ ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

اَنَا زُهَيْرٌ وَاَنَا اِبْنُ الْقَيْنِ
اَزُوْدُهُمْ بِالسَّيْفِ عَنْ حُسَيْنٍ
اَنَا حُسَيْنًا اَحَدُ السِّبْطَيْنِ
مِنْ عِتْرَتِ اَبَرَّ التُّقٰى اَلَّذِيْنَ
يَا اَيْسْتَ نَفْسِيْ قَسَمَتْ نَصْرَتِيْنِ

اور سیدنا امام عالی مقام کو یاد کرتے ہوئے یہ کہتے جاتے۔

اَقْدِمْ هَدَيْتَ هَادِيًا مَهْدِيًا
فَالْيَوْمَ تَلْقٰى جَدَّكَ النَّبِيَّا
وَحَسَنًا وَالْمُرْتَضٰى عَلِيًّا
وَذُوَالْجَنَا حَيْنِ اَلْفَتٰى الْكَمِيًّا
وَاَسَدُاللهِ اَلشَّهِيْدُ الْحَيَا (الحیات)

پھر یزیدی لشکر پر ٹوٹ پڑے اور خوب جہاد فرمایا اس مرد مجاہد نے ایک سو کے قریب یزیدیوں کو مار ڈالا۔ اسی اثناء میں کثیر ابن عبداللہ الشعبی اور مہاجر بن اوس التیمی نے پے در پے حملے کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

۸۔ حضرت مسلم بن عوسجہ السعدی رضی اللہ عنہ

مسلم بن عوسجہ بن سعد بن ثعلبہ بن رودان بن اسعد بن خزیمہ الاسدی السعدی ابو الحجل کی شخصیت عبادت گزار، زندہ دار، قاری قرآن اور نہایت بہادر تھی۔ واقعہ کربلا کے وقت ضعیف العمر اور عمر رسیدہ تھے لیکن اس کے باوجود جذبہ جہاد اور شوق شہادت رکھتے تھے۔ جب طرفین سے جنگ ہو رہی تھی تو اس وقت حضرت مسلم بن عوسجہ میسرہ حسینی میں تھے انہوں نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خدمت میں اذنِ جہاد طلب کیا۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے بالآخر ان کو اجازت دی۔ جب مسلم بن عوسجہ قوتِ ایمانی اور جذبۂ شہادت کے شوق سے گھوڑے پر سوار ہو کر رجز پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں آئے۔

اَنْ تسئلوا عنّی فانی ذولبد
مِنْ فرع قومٍ مَن ذری بَنِیْ اسد
فمن بغانی حائد عَنِ الرشید
وَکافرٍ بدین جبّار الصمد

اور قوم اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور کئی یزیدیوں کا کام پورا کر دیا۔ یہاں تک کہ پچاس اشقیاء کو مار ڈالا مگر اس دوران حضرت مسلم بن عوسجہ شدید زخمی ہو کر گر پڑے ان پر کاری ضربیں عبداللہ الضبائی اور عبدالرحمن بن ابی حشکارہ نے لگائیں۔ جب غبارِ جنگ چھٹا تو دیکھا گیا کہ حضرت مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں لت پت پڑے ہیں۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو فرمایا یرحمک اللہ یا مسلم اے مسلم اللہ تجھ پر رحم فرمائے پھر فرمایا مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ کچھ جانے والے جا چکے اور منتظر بیٹھے ہیں۔ کسی نے اپنے عہدِ وفا میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔ اسی اثناء میں حضرت مسلم بن عوسجہ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

۹۔ حضرت حنظلہ ابن اسعد الشبامی رضی اللہ عنہ

حضرت حنظلہ ابن اسعد الشبامی الہمدانی سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے جانثاروں میں سے تھے۔ انہوں نے عرض کیا اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ کو میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت دیں۔ بالآخر آپ نے ان کو اجازت دی۔ آپ لشکرِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور کئی یزیدیوں کو مارنے کے بعد خود بھی جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (الحیات)

۱۰۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ الیزنی رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ الیزنی رفقائے حسینی میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اذنِ جہاد طلب کیا اور اجازت لے کر میدانِ کارزار میں آئے اور زبان پر یہ جملے جاری تھے۔

اَنَا ابْنُ عَبدِاللہ مِنْ آلِ یَزَنٍ
دِیْنِی نَبِی وعلی وحسینَ وَحُسَنَ
اَضربکم ضرب فتی من الیمنِ
ارجو بذاکَ الفوز عند المؤتمنِ

کئی یزیدی مارے بالآخر خود بھی جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۱۱۔ حضرت بریدا بن حضیر الہمدانی رضی اللہ عنہ

برید بن حضیر ہمدانی خاندانِ ہمدان کے قبیلہ بنی مشرق کے اشراف میں سے ہیں۔ یہ عمر رسیدہ اور نہایت شجاع اور عبادت گذار

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تھے۔نہایت اعلیٰ قاری زینت القراء تھے كَانَ بَرِيْدُ شُجَاعًا قَارِئٌ لِلْقُرْآنِ مِنْ شُيُوخِ الْقُرَّاء۔مکہ معظمہ سے ہی سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کربلا میں تشریف لائے۔دورانِ جنگ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اب مجھے اجازت دیں تاکہ میں بھی قوم اشقیاء کو مارنے کے بعد جام شہادت نوش کرسکوں۔سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اس بزرگ اور قاری قرآن کو بالآخر اجازت دی۔آپ جب میدانِ کارزار میں نکلے تو زبان پر یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اَنَا بَرِيْدُ وَاَبِیْ خُضَيْرٌ
لَيْثٌ يَرُوْعَ الاَسَدِ عِنْدَالزَّئِيْر
يَعْرِف فِيْنَا الْخَيْرَا هَلَ الْخَيْر
اَضْرِبُكُم وَلَااَرٰى مِنْ خَيْرٌ
كَذَالِكَ فَعَلَ الْخَيْر مِنْ بُرِيْد
وَكُل خَيْرفَلَهٗ فَلَمْ بُرِيْدَ

اس کے بعد قوم اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے اُقْتَرِبُوا مِنِّي يَاقَتَلَهٗ اَوْلَادَ الْبَدَرِيِّيْنَ اِقْتَرِبُوا مِنِّي يَاقَتَلَهٗ اَوْلَادَ رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَذُرِّيَّةَ السَّابِقِيْنَ۔اے میرے قریب آؤ مومنوں کو قتل کرنے والو۔میرے قریب آؤ اہلِ بدر کی اولاد کو قتل کرنے والو میرے پاس آؤ۔رسول رب العالمین کی اولاد و ذریت کو قتل کرنے والو۔پھر کئی یزیدیوں کو مارا بالآخر کعب نامی کی ضرب کاری سے زخمی حالت میں زمین پر گر پڑے۔پھر ان پر حملے کئے گئے پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اٹھ نہ سکے کہ اوپر سے اس قدر زور کا نیزہ رخی بن معقد نے مارا پھر اٹھنے کی کوشش کی کہ کعب ظالم نے تلوار مار کر حضرت برید ہمدانی کو شہید کر ڈالا۔(ایضاً)

۱۲۔حضرت عمرو بن قرظہ الخزرجی

عمرو بن قرظہ بن کعب بن عمرو بن عائذ بن زید بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج الانصاری الخزرجی جب آپ کو نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورودِ کربلا میں آنے کی خبر ہوئی تو یہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔دل میں جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت رکھتے ہوئے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حضور آپ مجھے کارزار میں جانے کی اجازت عطا فرمادیں۔سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دی تو ایک رجز پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں آئے۔

قَدْ عَلِمَتْ كَتِيْبَه الْاَنْصَار
اَنْ سَوْفَ اَحْمِی حَرْزَةَ الزِّمَارَ
ضَرَبَ غُلَامٍ غَيْر نَكَسَ شَارِیْ
دُوْنَ حُسَيْنَ مُهْجَتِیْ دَارِیْ

اور اس قدر قوم اشقیاء پر حملے کیے کہ ایک پوری جماعتِ کثیرہ کو مار ڈالا يُقَاتِلِ قِتَالَ الْمُشْتَاقِيْنَ لِلْجِزَاء حَتّٰى قَتَلَ جَمْعًا كَثِيْرًا وَجَمَعَ سَرَادِ وَجُهَا جماعت کثیرہ کو مار ڈالنے کے بعد جب خود زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے تو سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو نداء کی۔امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی کہ حضرت عمرو گر پڑے ہیں تو آپ جلدی سے ان کے پاس آئے۔تو حضرت عمرو نے عرض کیا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یَاابْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اُوْفَیْتُ کیا میں نے وفاداری کی ہے یا کہ نہیں آپ نے فرمایا نَعَمْ ہاں پھر فرمایا اَنْتَ اَمَامِی فِی الْجَنَّۃِ فَاقْرَء رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِّی السَّلَامُ وَاعْلَمْهُ اِنِّی مَانِیَ الْاَثَرِ۔تم جنت میں مجھ سے پہلے جاؤ گے۔میرے آقا ان کو میرا اسلام عرض کرنا اور بتانا کہ میں بھی ان کے پیچھے آنے والا ہوں۔یہ بات فرمائی کہ عمرو بن قرظہ نے آخری سانس لیا اور جنت کو سدھار گئے۔

۱۳۔حضرت نافع بن ہلال المرادی رضی اللہ عنہ

حضرت نافع بن ہلال بن جمیل بن سعد العشیر ۃ بن فدحج الجملی المرادی نہایت شجاع اور سخی اور قاری قرآن تھے۔یہ ایک مقام پر سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو آ کر ملے اور وہیں سے کربلا تک آپ کے ساتھ رہے دل میں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگزیں تھی اور چاہتے تھے کہ میں بھی تائیدِ حق پر اپنی جان قربان کردوں چنانچہ آپ نے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اب مجھے میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت دیں۔توبالآخر آپ نے ان کو اجازت فرمادی۔پھر جب چلنے لگے تو زبان پر یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

اَنْ تَنْکَرُوْنِیْ فَانَا ابْنِ الْجَبِلی
اَضربکم ضَرَبَ غلام بَطَل
ان اقتل الیوم فھٰذا املی

اور قومِ اشقیاء پر تیروں سے بھرپور حملے گئے آپ نہایت اعلیٰ تیرانداز بھی تھے۔جب تیر ختم ہوچکے تو تلوار سے حملے کرنے شروع کردیے یہاں تک کہ بارہ سوار اشقیاء اور بارہ ہی سادوں کو مار ڈالا۔اس حال میں آپ کے دونوں بازو ٹوٹ گئے۔جب اس قابل نہ رہے تو شمر ذی الجوشن نے بڑھ کر تلوار ماری کہ آپ جامِ شہادت نوش فرما گئے۔جب دیکھا گیا تو آپ کا چہرہ اور داڑھی مبارک خون سے تر ہو چکی ہے اور وہ جنت کو سدھار گئے۔(ایضا)

۱۴۔حضرت حرابن یزید الریاحی رضی اللہ عنہ

حر بن یزید بن ناجیہ بن تغب بن عتاب حرمی بن ریاح بن یربوع التیمی یربوعی الریاحی کا تعلق عتاب بادشاہ حیرہ نعمان بن منذر کے مخصوصین کے جدِ اعلیٰ سے تھا ان کا شمار کوفہ کے روساء میں ہوتا تھا۔یزیدی فوج کے یہ اعلیٰ افسر تھے۔مقامِ سرات پر یہی سب سے پہلے سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہزار فوجی دستہ لے کر حاضر ہوئے لیکن آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی بناء پر انہوں نے کوئی کاروائی نہ کی پھر انہوں نے عبیداللہ ابنِ زیاد سے ٹال مٹول کردی۔پھر دوبارہ والیٔ کوفہ نے ان ہی کو بمعہ اپنے ایک جاسوس کے ہمراہ بھیجا۔کہ جہاں کہیں قافلۂ حسینی کو پاؤ روک لو،اس جاسوس کی وجہ سے پھر ریگستانِ میدانِ کربلا میں آ کر قافلۂ حسینی کو گھیرے میں لے لیا اس امر کی نوبت بھی عبیداللہ ابن زیاد کے ایک جاسوس کے ساتھ ہونے کی وجہ سے ہوئی ورنہ ہوسکتا تھا کہ حر ان کو یہاں پر بھی نہ روکتے۔لیکن قدرتاً ایسا نہ ہوسکا۔پھر وقتِ آخر یومِ عاشورہ کو سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے خطبہ کو سن کر سپاہ حسینی میں شامل ہوگئے تھے۔اس شدتِ جنگ میں یزیدی لشکر کے عمرو بن الجاخ زبیدی جو میمنہ فوج یزیدی کا افسر تھا۔اس نے پوری طاقت سے مجاہدینِ حسینی کے میمنہ پر حملہ کیا کہ مجاہدینِ حسینی نے اپنے گھٹنے کو زمین پر ٹیک دیے اور اپنے سینے حملہ آوروں کے سامنے کردیے قوم اشقیاء ان

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کی اس صورت کو دیکھ کر آگے نہ بڑھ سکے۔ تو ان یزیدیوں نے تیروں کی بارش کردی۔ اس حال میں حر سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی اور عرض کیا إِذَا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ خَرَجَ عَلَيْكَ فَأْذِنْ لِي أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ قَتِيلٍ بَيْنَ يَدَيْكَ لَعَلِّي أَكُونَ فِيمَنْ يُصَافِحُ جَدَّكَ مُحَمَّدٍ غَدًا يَوْمَ الْقِيمَةِ۔ [۳] اے ابن رسول رضی اللہ عنہ سب سے اول میں نے آپ پر خروج کیا اب مجھے اجازت دیں تاکہ سب سے پہلے آپ پر جان قربان کردوں تاکہ اس سعادت سے روزِ قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کرسکوں مراد یہ تھی کہ اول مجھے شہید ہونا چاہیے تھا اور میرے سے پہلے کئی جامِ شہادت نوش کرچکے ہیں لہذا اب تو مجھے اجازت عطا فرمادیں۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ حضرت حر یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان کارزار میں نکل آئے۔

اِنِّي اَنَا الْحَرُّوَمَا وٰى الضَّيْفِ
اَضْرَبُ فِي اَعْنَاقِكُمْ بِالسَّيْفِ
عَنْ خير مِنْ حل بِاَرْضِ الْخَيْفِ
اضربكم وَلَااَرٰى مِنْ حَيْفِ

اس کے بعد وہ یزیدی فوج میں گھس گئے اور اپنی تلوار سے مقابلہ کرتے رہے کہ ان کا گھوڑا بری طرح زخمی ہوچکا تھا۔ ان کا شعر اس وقت کی موجودہ صورتِ حال کی ترجمانی کررہا تھا۔

مَازَالَتْ اَرْمِيْهِمْ بِثَغْرَةِ نَحْرِهٖ
وَلَبَانِهٖ حَتّٰى رَمِلَ بِالدَّمِ

ترجمہ: میں ان کو گھوڑے اور اس کے سینہ سے برابر مارتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے گھوڑے نے خون کی چادر اوڑھ لی۔

حصین بن تمیم جو یزیدی فوج کا افسر تھا اس نے یزید بن تمیم سے کہا اس حر کو تم مارنا چاہتے تھے اب موقع ہے مار ڈالو۔ جب یزید ابن تمیم حملہ آور ہوا تو حضرت حر نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کردیا۔ پھر واپس سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے ملاقات کو آئے اور دوبارہ پھر فوجِ اشقیاء کی طرف بڑھے تو زبان پر یہ شعر پڑھے:

آلَيْتُ لَااُقْتَلُ حَتّٰى اَقْتُلَا
وَلَنْ اُصَابَ الْيَوْمَ اِلَّا مُقْبِلَا
اَضْرِبُهُمْ بِالسَّيْفِ ضَرْبًا مُفَصَّلَا
لَانَا كِلًاعَنْهُمْ وَلَامُهَلِّلَا
لَاحَاجِزًا عَنْهُمْ وَلَامبدلًا
احمى الْحُسَيْنِ الْمَاجِد المؤملًا

اور جب قوم اشقیاء کی صفوں میں گھس گئے تو زبان پر یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اِنِّی اَنَا الحُرُ وَنَجل الحُرُ
اَشْجَع مِنْ ذِی بَعْدِهزبَر
وَلَسْت بِالجبانُ عِنْدالکر
الْکِتِنِی الوَقَافِ عِنْدَا کُفرا

کئی یزیدیوں کو مارتے رہے۔ بالآخر ایوب ابن مسرع خیوانی نامی نے حضرت حر کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ گھوڑا گرنے لگا۔ حضرت حر گھوڑے سے نیچے اتر آئے پھر پیادہ پا جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اسی یزیدیوں کو مار ڈالا۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ رجز تھی۔

اَنْ تعقُرُوْنِیْ فَاِنَّابْن الحُرّ
اشجَعَ مِنَ ذی بَعْدَ هِزبر

تھوڑی دیر تک تو یہی حال رہا پھر قومِ اشقیاء نے چاروں طرف سے حضرت حر کو اپنے نرغہ میں گھیر لیا اور ایوب بن مشرع خیوانی یزیدی نے آگے بڑھ کر حضرت حر کو شہید کر دیا۔

رفقائے حسینی نے آگے ہو کر حضرت حر کی لاش کو اٹھایا اور امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں لے آئے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے جب اس حال میں حر کو دیکھا تو فرمایا آنْتَ الْحُرُّ كَمَا سَمَّتْكَ اُمُّكَ وَآنْتَ الْحُرُّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ واقعی حر تم حر ہو یعنے آزاد ہو جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام حر رکھا تم دنیا و آخرت میں آزاد ہو۔ اس کے بعد سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یہ رجز پڑھے۔

نَعَمَ الحُر حُربَنِی رِیَاح
ضبور عِندمُخْتَلِفِ الرِّماح
وَنَعْمَ الحَرااِنْنَادٰی حُسَیْنَا
وَجَادَ بِنَفْسِهٖ عِنْدِالصِبَاح
وَنَعْمَ الحر اِذَرَاسٰی حُسَیْنَا
وَفَاذَ بِاالْهِدَایَة وَالْفَلَاح
وَنَعْمِ الْحَرّفِیْ دَهِجْ الْمتایا
اِذَااَلا بَطَال تخفق بِاالضِبَاح
خَیَارب افِغَة جَنَان
دَزدَجَة مَع الحُور اِلمَلَاحَ

۱۵۔ حضرت وہب بن عبداللہ الکلبی رضی اللہ عنہ

حضرت وہب عبداللہ الکلبی یہ وہ نوجوان ہیں جن کی شادی ہوئے صرف تیرہ روز ہی ہوئے تھے۔ زیبا و نیک خو، گل رخ حسین جوان تھے۔ اٹھتی جوانی اور عنفوانِ شباب۔ امنگوں کا وقت اور بہاروں کے دن تھے۔ اس نوجوان کی والدہ اس کے پاس آئی وہ والدہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جو بیوہ تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی ایک نوجوان تھے۔ اس مشفقہ ماں نے اپنے بیٹے کے گلے لگ کر رونا شروع کر دیا بیٹے کو حیرت ہوئی کہ آج میری ماں کو کون سی تکلیف پہنچی ہے جو اس کی یہ حالت ہو رہی ہے بیٹے نے کہا یہ تو بتاؤ امی جان ہوا کیا ہے اور کیوں روتی ہو کون سا صدمہ ہوا ہے جس نے آپ کو رلایا۔ ساری عمر آپ کی فرمانبرداری میں گزاری اب ہوا کیا، ماں نے روتے ہوئے کہا اے میرے نورِ نظر سعادت مند بیٹے دل کے قرار میرے گھر کے چراغ اور میرے باغ کے پھول اپنی جان گھلا گھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی میرے دل کے قرار تو ہی میری جان کا چین ہے ایک لحہ تیری جدائی، تیرا فراق مجھے برداشت نہیں ہوسکتا۔

چوں در خواب باشم توئی درخیالم
چو بیدار گردم توئی ضمیرم

لیکن بات یہ ہے کہ آج مصطفیٰ ﷺ کے جگر گوشہ اور خاتونِ جنت کے نونہال دشتِ کربلا میں مبتلائے مصیبت و جفا ہیں پیارے بیٹے کیا تجھ سے ہوسکتا ہے کہ تو اپنی جان ان کی قدموں پر نثار کر دے۔ ایسی بے غیرت زندگی پر ہزار لعنت کہ ہم زندہ رہیں اور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لاڈلا ظلم و جفا کے ساتھ شہید کیا جائے۔ اگر تجھے میری محنت کچھ یاد ہو اور تیری پرورش میں جو مصیبتیں میں نے اٹھائی میں ان کو نہیں بھولا تو میرے چمن کے پھول تو سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر صدقہ ہوجا۔ وہب نے کہا اے میری امی جان واہ اور کیا چاہیے کہ شہزادۂ کونین پر اپنی جان فدا ہو جائے اور مجھ ناچیز کا یہ ہدیہ وہ قبول کر لیں۔ مجھے اجازت دیں ذرا اپنی اس رفیقۂ حیات سے بات کرلوں۔ ماں نے کہا بیٹا عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس بات کو نہ مانے تو پھر تم کیا کرسکو گے اور مجبور ہو کر اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔ عرض کیا اماں جان اول تو ایسا ہوگا نہیں اور بالفرض ایسا ہوا بھی تو اس دل میں جو امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام کی گرہ لگی ہے کہ اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی محبت کا نقش دل پر ایسا جانگزیں ہے کہ دنیا کے پانی سے دھویا نہیں جاسکتا۔

پھر اپنی رفیقۂ حیات سے کہا کہ یہ ماجرا ہے اور تمہارا کیا خیال ہے؟ بیوی نے جونہی سنا تو ایک سرد آہ بھری اور کہا کاش شریعتِ اسلامیہ نے عورتوں کو جہاد کی اجازت دی ہوتی تو میں تمہارے ساتھ اپنی جان ان پر قربان کر دیتی۔ نئی دلہن نے کہا میرے ساتھ عہد کرو کہ جب جنت میں پہنچو گے تو مجھے نہ بھولنا اس نے کہا ہاں ایسی نیک سعادت مند بیوی کو میں کیسے بھول سکوں گا۔ اور تم یقیناً جنت میں مجھے ضرور ملوگی۔

پھر ماں نئی دلہن کو لے کر حضرت وہب بن عبداللہ الکلبی کے ساتھ نواسۂ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دلہن نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ ﷺ شہداء گھوڑے سے زمین پر گرتے ہیں اور حوروں کی گود میں پہنچتے ہیں اور وہ بھرپوری اطاعت شعاری سے خدمت کرتی ہیں۔ میرے یہ نوجوان شوہر حضور پر جانثاری کی تمنا رکھتے ہیں اور میں نہایت بیکس ہوں نہ میری ماں ہے نہ باپ نہ کوئی بھائی ہے اور نہ کوئی قرابتی رشتہ دار جو میری خبر گیری کر سکے۔ التجا یہ ہے کہ عرصہ گاہِ محشر میں میرے اس شوہر سے جدائی نہ ہو اور دنیا میں مجھ کو اپنے اہلِ بیت اور اپنی کنیزوں میں رکھیں اور میری عمر کا آخری حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے عہد پورے ہو گئے قطعاً گھبراؤ نہیں۔ (سوانح کربلا)

ماں نے کہا اٹھو بیٹا اپنا حق ادا کرو قُمْ یَابُنَیَّ وَانْصُرِ ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ حضرت وہب نے کہا۔ اب ایسا ہی کروں گا گھبراؤ نہیں۔ یہ کہہ کر سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دی۔ حضرت وہب اجازت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لیتے ہی میدانِ کارزار میں نکلے۔ قومِ اشقیاء نے دیکھا کہ گھوڑے پر ایک ماہ رو سوار ہے اور ہاتھ میں نیزہ ہے اور دوش پر سپر ہے اور دل ہلا دینے والی آواز سے یہ رجز پڑھتا ہوا آرہا ہے۔

أَمِيْرٌ حُسَيْنٌ وَنِعْمَ الْأَمِيْرُ
لَهُ لُمْعَةٌ كَالسِّرَاجِ الْمُنِيْرِ
دَافِعِ الْكُرَبِ إِمَامِ الْكَرَبِ
لَيْسَ جِهَادِيْ فِي الْوَغَا بِاللَّعِبِ
أَمِيْرٌ حُسَيْنٌ وَنِعْمَ الْأَمِيْرُ
لَهُ لُمْعَةٌ كَالسِّرَاجِ الْمُنِيْرِ

برقِ خاطف کی طرح اور صرصرِ عاصف کی طرح قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے جو سامنے آتا گیا اس کو اڑاتے گئے ان کے ڈھیروں کے ڈھیر لگا دیے ادھر تلوار کاٹ رہی اور ادھر زبان پڑھ رہی **امیر حسین ونعم الامیر۔ لہ لمعۃ کالسراج المنیر۔**

ایں چہ دو قسمت کہ جاں می بازو
وہب کلبی بسگ کوئے حسین
دست اوتیغ زند تا کہ کند
اوئے اشرار چوگیسوئے حسین

یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑی اور ماں اور بیوی کے پاس آئے۔ بیوی کے سر پر ہاتھ رکھا جو اس وقت بیقرار ہو کر رو رہی تھی صبر دلایا اور زبانِ حال سے یہ کہہ رہی تھی۔

جاں زغم سودہ دارم چوں نہ نالم آہ آہ
دل بدر آلودہ دارم چوں نہ گریم زار زار

ماں کو کہا امی جان اب راضی ہو؟ کہا ہاں بیٹا میں راضی ہوں۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چلنے لگے نئی دلہن ٹکٹکی لگا کر دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

از پیش من آن یار چو تعجیل کناں رفت
دل نعرہ برآورد کہ جاں رفت رواں رفت

حضرت وہب نے پھر قومِ اشقیاء میں گھس کر خوب یزیدیوں کو مارا۔ ایک بہت بڑا بہادر حکم بن طفیل غرور میں سرشار آپ کو قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا کہ وہب نے ایک ہی نیزے کے وار سے اس کو نیزہ پر اٹھا لیا اور اس طرح زمین پر مارا کہ چور کر کے رکھ دیا۔ لشکرِ اشقیاء میں پھر مبارزت کی ہمت نہ رہی اور شور مچ گیا۔ جب دشمن تنگ پڑ گئے تو عمرو ابن سعد نے حکم دیا کہ اس اکیلے نے ہمارے کئی افراد مار ڈالے ہیں اب اس طرح مبارزت کا کام نہیں چلے گا یکبارگی چاروں طرف سے اس پر حملہ کر دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا کہ چاروں طرف سے حضرت وہب کو حملوں کا نشانہ بنالیا پھر بھی ہمت نہ ہاری اور جہاں تک ہو سکا دمِ آخر تک کئی یزیدیوں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کا کام پورا کیا۔ بالآخر زخموں سے چور ہو کر حضرت وہب زمین پر آ گئے تو سیاہ دلاں اور بد باطناں نے حضرت وہب کا سر قلم کر دیا اور شہید کر دیے گئے۔

۱۶۔ حضرت جون ابن حویٰ الحبشی رضی اللہ عنہ

حضرت جون ابن حویٰ مدینہ طیبہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہی رہا کرتے تھے۔ جب آپ مکہ معظمہ تشریف لائے تو یہ بھی آپ کے ساتھ تھے اور پھر جب آپ کربلا میں آئے تو بھی حضرت جون ابن حویٰ آپ کے ہمراہ تھے۔ یہ حبشی نسل سے تھے اور رنگ ان کا سیاہ تھا۔ جب کربلا میں جدال و قتال کا سلسلہ شروع ہوا تو سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم یہاں سے جس طرح ہو چلے جاؤ تو انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا حضور میں قطعاً نہیں جاؤں گا۔ یَاابْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَافِی الرِّخَاءِ الْحَسَنِ مَعَکُمْ وَفِی اشِدَّۃٍ عِنْدَ کُمْ۔ اے ابن رسول اللہ آرام و آسائش کے وقت آپ کے پاس رہوں اور جب تکلیف کا وقت آئے تو میں چلا جاؤں یہ نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کیا مجھے اس لیے میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت نہیں دیتے کہ میں کالے رنگ کا حبشی ہوں اور میں جنت میں نہ چلا جاؤں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے پیارے جون تم نے جنت میں نہیں جانا تو اور بھی کوئی نہ جائے گا اور اے جون اگر سیاہ رنگ کی بات ہے تو بلالِ حبشی کو دیکھو میرے نانا جان فرمایا کرتے تھے کہ بلال حبشے مجھ سے بھی پہلے جنت میں جائے گا۔ اے جون اللہ تعالیٰ سیاہ رنگ کو نہیں دیکھتا بلکہ اللہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کا دل تو سیاہ نہیں۔ رنگ کی بات نہیں۔ یہ رنگ تو سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ خواہ کالا ہو یا گورا دیکھنا تو یہ ہے کہ اس بارگاہ خداوندی میں قبولیت ہو جائے۔ عرض کیا تو پھر مجھے اجازت دیں تاکہ میں بھی میدانِ جنگ میں جا کر شہید ہو جاؤں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ جب اجازت لے کر کارزار کی طرف آئے تو ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

کَیْفَ تَرَی الْفُجَّارَ ضَرْبَ الْاَسْوَد
بِالْمَشْرِفِی الْقَاطِعِ الْمُھَنَّدِ
اَحْمِی الْخِیَارَ مِنْ نَبِی مُحَمَّدٍ
اَذُبُّ عَنْھُمْ بِاللِّسَانِ وَالْیَدِ
اَرْجُوْا بِذَاكَ الْفَوْزَ عِنْدَ الْمَوْرِدِ
مِنَ الْاِلٰہِ الْوَاحِدِ الْمُوَحِّدِ
اِذْ لَا شَفِیْعَ عِنْدَہٗ کَاَحْمَدِ

فوج اشقیاء میں گھس گئے اور خوب یزیدیوں کو مارا پچیس یزیدی مار ڈالے اور خود زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے اور شہید ہو گئے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ یہ خبر پاتے ہی اس کے قریب تشریف لائے اور فرمایا اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھَہٗ وَطَیِّبْ رِیْحَہٗ وَاحْشُرْہُ مَعَ الْاَبْرَارِ وَعَرِّفْ بَیْنَ نَبِیٍّ وَّاٰلِ رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ۔ اے الٰہ العالمین تو اس کے چہرہ کو سفید کر دے اور اس کے بدن کو خوشبودار کر دے اور اس کا حال اپنے نیک بندے کے ساتھ کر دے اور اس کو نبی اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوستی میں شامل فرما۔
سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی اس دعا کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ جب شہدائے کربلا کی لاشوں کو دفن کیا گیا تو ان کی لاش نہ مل سکی دس روز

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کے بعد جب ان کی لاش ملی تو ان کے چہرہ پر نور اور بدن سے خوشبو آ رہی تھی۔ (الیات)

۱۷۔ حضرت ابوالشعثاء یزیدی الکندی رضی اللہ عنہ

ابوالشعثاء یزیدی الکندی بن زیاد بن مہاصر وہ ہیں کہ جب کربلا میں سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ابوالشعثاء یہ خبر پاتے ہی آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء واحباب میں شریک ہو گئے۔ روزِ عاشوراء جب رفقاء واحباب اپنی جانیں نثار کر رہے تھے تو پھر انہوں نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور مجھے میدان کارزار میں جانے کی اجازت دیں۔ سیدنا امامِ عالی مقام نے ان کو اجازت دے دی تو وہ اسی وقت کارزار کی طرف نکلے تو زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

اِنَا یَزِیْدِ وَاَبِیْ مِهَاصِرِ
اَشْجَعُ مِنْ لَیْسَتْ بِغِیْلِ نَادِرِ
یَارَبِّ اِنِّیْ لِلْحُسَیْنِ نَاصِرْ
وَلَابْنَ سَعْدَ تَارِكْ وَهَاجِرِ

پھر قومِ اشقیاء پر تیر مارنے شروع کئے آپ نہایت اعلیٰ تیر انداز تھے جب تیروں سے کئی یزیدی مار ڈالے اور تیر ختم ہو گئے تو پھر تلوار لے کر یزیدیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ کئی زخمیوں کے علاوہ انتیس یزیدی مار ڈالے۔ بالآخر جب کثیر جماعت نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو آپ کو شہید کر دیا گیا۔

۱۸۔ حضرت شبیب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

شبیب بن عبداللہ النہشلی نے جب سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ ہی سفر کیا اور کربلا میں آئے جب کئی رفقاء جامِ شہادت نوش فرما گئے تو انہوں نے آپ سے اجازت طلب کی۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دی تو یہ کارزار میں نکلے اور کئی یزیدیوں کو مار ڈالا بالآخر جب زخموں سے نڈھال ہو گئے تو قومِ اشقیاء نے ان پر حملے کر کے شہید کر ڈالا۔ (ایضا)

۱۹۔ حضرت زیاد الصائدی رضی اللہ عنہ

حضرت زیاد یہ غریب الصائدی الہمدانی کے فرزند تھے اور بنی سعد میں سے تھے۔ حضرت زیاد نہایت عبادت گذار اور شجاع تھے۔ روزِ عاشورہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے کئی شقی مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۲۰۔ حضرت عائذ ابن مجمع رضی اللہ عنہ

حضرت عائذ مجمع العائذی کے فرزند ہیں یہ اپنے والد معظم کے ساتھ ہی کربلا میں آئے۔ جس طرح باپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا اس طرح ان کے بعد حضرت عائذ بھی اذنِ جہاد کے بعد قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور کئی شقی مارنے کے بعد بالآخر جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۲۱۔ حضرت سعید ابنِ حنظلہ رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن حنظلہ التمیمی رفقاء وجاں نثاران حسینی میں تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی اور میدانِ کارزار میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

صبرًا علی الأسیافِ وَالألسنة
صَبرًا علیھا لدخولِ الجنة
وُحورعِیْنَ فاعمات ھنة
لِمَنْ یرید الفوز لاباالظنة
یانفس لِلراحة فاجھدنه
وَفِیْ طلاب الخیر فارغبنه

پھر یزیدیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے کئی افراد کو مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۲۲۔ حضرت ابوثمامہ الصید اوی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوثمامہ الصید اوی کا نام عمرو تھا اور عبداللہ ہمدانی کے فرزند تھے کنیت ابوثمامہ ہے۔ نام پر کنیت غالب آ گئی۔ یہ وہی شخصیت ہیں جنہوں نے نمازِ ظہر کے متعلق امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا تھا اور پھر سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی۔ اب یہ اذنِ جہاد طلب کرتے ہیں۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ تو یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

عَزاء لآل مصطفیٰ وبناته
علی جس خیرالناس سبط محمد
عزاء بنت المصطفیٰ وزوجھا
خزانة علم الله من بعد احمد
عزاء لآل الشرق والغرب کلھم
وحزناً علی جیش الحسین المسدد
فمن مبلغ وعنی النبی وبنته
بأن ابنکم فی مجھدای مجھد (الحیات)

یزیدی فوج میں گھس گئے اور کئی یزیدی مار ڈالے یہاں تک کہ ان کے چچا زاد بھائی قیس بن عبداللہ نے جو یزیدیوں میں سے تھا وہ پہلے سے ان کے ساتھ عداوت بھی رکھتا تھا ان پر پے در پے حملے کر کے شہید کر دیا۔

۲۳۔ حضرت یحییٰ ابن کثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت یحییٰ بن کثیر انصاری سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں آئے تو ان کی زبان پر یہ رجز تھی۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خسناقِ الحناق بابن سعدوابنه
بلقاهما الفوارس الانصار
ومهاجرين مُخفِبين رماءهم
تحت العجاجة من دم الكفار
خضبت على عهد النبي محمد
واليوم تخضب من دم الفجار
خانوا حسيناً والحوارث جمة
ورضوا يزيداً والرضاء في النار

پھر خوب یزیدیوں کو مارا یہاں تک کہ چالیس یزیدی آپ نے مار ڈالے اور پھر خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۲۴۔ حضرت سالم ابن عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت سالم یہ عمرو کے فرزند اور بنی کلبیہ المدنی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ورودِ کربلا کی خبر ملنے پر کربلا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اذنِ جہاد طلب کیا اور کارزار میں نکلے کئی ظالموں کو مارا اور زخمی کیا۔ بالآخر اپنی جان حق پر قربان کر کے شہید ہو گئے۔

۲۵۔ حضرت عمرو بن جندب رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو یہ جندب الحضرمی کے فرزند تھے روزِ عاشوراء سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی میدانِ کارزار میں نکلے اور اشقیاء کے ساتھ مقابلہ کیا کئی شقی مارے۔ بعدہ جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (الحیات)

۲۶۔ حضرت جبشہ ابن قیس رضی اللہ عنہ

حضرت جبشہ قیس کے فرزند تھے اور قیس فرزند تھے سلمہ کے اور یہ ظریف ابن ابان ابن سلمہ ابن حارثہ فہم الفہمی ہیں۔ حضرت جبشہ کے دادا کو رؤیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حضرت جبشہ روزِ عاشورہ اجازتِ امام عالی مقام رضی اللہ عنہم حاصل کرنے کے بعد کارزار میں نکلے اور کئی شقی مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (ایضاً)

۲۷۔ حضرت نعمان الراسبی رضی اللہ عنہ

حضرت نعمان عمرو الازدی الراسبی کے فرزند تھے روزِ عاشوراء امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہم سے اجازت طلب کی اور قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔ اور کئی شقی مارنے کے بعد خود شہید ہو گئے۔ (ایضاً)

۲۸۔ حضرت شبیب ابن جراد رضی اللہ عنہ

حضرت شبیب کا حسب ونسب یوں ہے شبیب ابن جراد ابن ربیعہ بن وحید بن کعب بن عامر بن کلاب الکلابی۔ یہ حضرت شبیب

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شب عاشورہ کو کربلا میں پہنچے اور سپاہ حسینی میں شامل ہوئے اور روز عاشوراء اجازت طلب کی، کارزار میں آئے خوب اشقیاء کو مارا۔ بالآخر آپ نے خود جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (ایضا)

۲۹۔ حضرت رافع بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت رافع عبداللہ کے فرزند تھے جو مسلم بن کثیر ازدی کے غلام تھے۔ روزِ عاشورہ سپاہِ حسینی میں شامل ہوئے اور سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں آئے اور کئی شقی مارے اور بالآخر خود شہید ہو گئے۔ (ایضا)

۳۰۔ حضرت عمرو الجندعی رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن عبداللہ الجندعی الہمدانی روزِ عاشورہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے اور قومِ اشقیاء کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ بعض روایات میں ان کی شہادت سب کے بعد بیان کی گئی ہے اور بعض نے ان کو درجہ بدرجہ دورانِ شہداء شامل کیا ہے۔ بہرصورت آپ کی شمولیت شہدائے کربلا میں ثابت ہے۔ (ایضا)

۳۱۔ حضرت حباب ابن عامر رضی اللہ عنہ

حضرت حباب کا حسب ونسب اس طرح ہے۔ حباب ابن عامر ابن کعب بن اللات بن ثعلبہ التیمی۔ یہ بزرگ حضرت حباب شب عاشورہ کربلا میں آئے اور سپاہ حسینی میں شریک ہوئے۔ بعدہ اجازت امام حاصل کر کے قوم اشقیاء کے مقابل گئے اور کئی شقی مارنے کے بعد خود جام شہادت نوش فرما گئے۔ (ایضا)

۳۲۔ حضرت شبیب نہشلی رضی اللہ عنہ

حضرت شبیب کا حسب ونسب اس طرح ہے۔ شبیب ابن عبداللہ نہشلی بن مشکل بن جدیہ۔ بعض روایات میں حضرت شبیب کو صحابی بھی لکھا گیا ہے۔ واقعۂ کربلا کے وقت بہت زیادہ عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔ لیکن جذبۂ جہاد وشوقِ شہادت ان کو کربلا میں لے آیا روز عاشورہ اجازت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ حاصل کرنے کے بعد قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور کئی شقی مارنے کے بعد اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر کے شہید ہو گئے۔ (ایضا)

۳۳۔ حضرت سلمان ابن مغارب رضی اللہ عنہ

حضرت سلمان یہ مغارب ابن قیس الجلی کے فرزند تھے۔ روزِ عاشورہ حضرت زبیر ابن القین کی شہادت سے پہلے انہوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ یہ حضرت سلمان زبیر بن القین کے چچازاد بھائی تھے۔ جب یہ حج کر کے واپس آ رہے تھے تو راستہ میں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہی شاملِ قافلہ ہوئے اور کربلا میں تشریف لائے تھے۔ (ایضا)

۳۴۔ حضرت مرقع الاسدی رضی اللہ عنہ

حضرت مرقع ثمامہ الاسدی الصیداوی کے فرزند تھے۔ روزِ عاشورہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کر کے کارزار میں آئے اور قوم اشقیاء میں سے چند شقی مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۳۶/۳۵ حضرت سعد و حضرت ابوالحنوف العجلانی رضی اللہ عنہم

حضرت سعد ابن الحارث (اطرش) العجلانی اور ابوالحنوف ابن الحارث (اطرش) یہ دونوں سگے بھائی تھے۔ عین جنگ میں روزِ عاشورہ جب جنگ زوروں پر تھی تو یہ دونوں بھائی عمرو ابن سعد کی فوج سے نکل کر سپاہِ حسینی میں شامل ہو گئے اور سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازتِ جہاد طلب کر کے قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے کئی شقی مارنے کے بعد دونوں بھائی خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (ایضاً)

۳۷۔ حضرت خرغامہ تغلبی رضی اللہ عنہ

حضرت خرغامہ یہ مالک تغلبی کے فرزند ہیں لشکرِ مخالف میں شریک ہو گئے اور پھر قومِ اشقیاء سے نکل کر سپاہِ حسینی میں آ کر شریک ہو گئے اور کئی شقی مار ڈالے یہاں تک کہ ساٹھ شقی مار دیے اور پھر خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

ان کی زبان پر اس وقت یہ رجز تھی۔

اِلَیْکم من ابْنِ مَالك ضرغام
ضرب حتی یحمی عنّ الرام
یَرجوا ثوابَ اللہ بِالقمام
سُبْحَانَہ مِنْ ملك عَلّام

۳۸۔ حضرت معلیٰ ابن علی رضی اللہ عنہ

حضرت معلیٰ یہ علی کے فرزند تھے نہایت بہادر اور مجاہد تھے روزِ عاشورہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر میدانِ کارزار کی طرف نکلے تو ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

اَنَا المُعَلیٰ حَافِظًا لَااِجَلِی
اَذُب حتّی یَنْتفِی اَجْلِی
ضربِ غُلَامَ لَا یخاف الاوجلی
اَرجُوا ثوَابِ الخَالِق الْازلی
لیختم اللہ بِخَیْرِ عَمَلَی

اس کے بعد قومِ اشقیاء سے خوب جنگ کی اور بیس اشقیاء مارنے کے بعد فوجِ اشقیاء نے ان کو گھیرے میں لے کر شہید کر ڈالا۔ (ایضاً)

۳۹۔ حضرت نصر بن ابی نیرز رضی اللہ عنہ

حضرت نصر یہ ابی نیرز کے فرزند تھے بڑے بہادر تھے۔ یہ مدینہ طیبہ سے ہی امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ میں آئے اور پھر وہاں سے کربلا میں روزِ عاشورہ اذنِ جہاد لے کر قومِ اشقیاء کے ساتھ مقابلہ کیا اور کئی اشقیا مارے اور اس کے بعد خود شہید ہو گئے۔ (ایضاً)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۴۰۔ حضرت جابر بن الحجاج رضی اللہ عنہ

حضرت جابر حجاج کے فرزند تھے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے اور اشقیاء کا خوب مقابلہ کرنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۴۱۔ حضرت ہفہناف الراسی رضی اللہ عنہ

حضرت ہفہناف ابن المہند الراسی یہ وہ بزرگ ہیں۔ جو عین اس وقت کربلا میں پہنچے۔ جب قومِ اشقیاء سب کو شہید کر کے فارغ ہوئے۔ جب انہوں نے یہ حالِ زار دیکھا تو محبت وجذبہ سے قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔ کئی ظالم مار ڈالے بالآخر قومِ اشقیاء نے اس بزرگ جو سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی محبت میں اپنی جان قربان کرنے آئے تھے ان کو تلواروں سے حملے کر کے شہید کر ڈالا۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ رجز تھی۔

يَاَلهيا الْجُنْدِ الْمُجْنَدْ
اَنَا الهَنَافَ ابْن الْمُهِنِدْ
اَحْمِى عيَالَاتِ مُحَمَّد

۴۲۔ حضرت یزید المشرقی الہمدانی رضی اللہ عنہ

حضرت حصین المشرقی الہمدانی کے فرزند تھے۔ قبیلہ ہمدانی کی ایک شاخ مشرقی کہلاتی ہے اس سے ان کا تعلق تھا۔ جب خیامِ حسینی سے العطش العطش کی آوازیں آ رہی تھیں تو انہوں نے بھی جب عمرو سعد سے آب کی بندش کے سلسلہ میں گفتگو کی تو ان کو ابن سعد نے پانی نہ دینے کا جواب دیا تھا۔

دَعَانِي عَبِيْدَالله مِنْ دُوْنَ قومِه
عَلى خَطرلَا ارِتُفيه اَمِيْن
اَترك مَلك الرائے وَالرى مَيلى
اَمْ اَرجع مَاتو مَابِقَتِلِ الْحُسيْنِ
وَفِى اَرْجِع مَاتو مَابِقَتَل الْحُسيْنِ
وَفِى قَتِله النَارالَّتى لَيْس دُوْنَهَا
حُجَابَ وَمَلك الرائے قُرَةَ عِيْنِ

پھر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس مایوس ہو کر حاضر ہوئے اور مذکورہ بالا الفاظ بصورتِ اشعار ابنِ سعد کے بیان کئے تھے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی بات نہیں ہم آب حوضِ کوثر سے سیراب ہوں گے۔ پھر یہی یزید ابن حصین الہمدانی المشرقی اذنِ جہاد طلب کر کے کارزار میں نکلے کئی شقی مارے اور زخمی کئے۔ بالآخر جامِ شہادت نوش فرما کر جنت کو سدھارے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۴۳۔امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ایک ترکی غلام رضی اللہ عنہ

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایک ترکی غلام تھے ان کے نام کے بارے میں بعض نے ''قارب'' لکھا ہے اور بعض نے واضح لکھا ہے اور بعض نے اسلم لکھا ہے۔ یہ مشہور غلام ترکی کی نسبت سے ہی تھے اور قاری قرآن بھی تھے یہ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ اور کربلا میں آپ کی خدمت میں ہی رہے جب جاں نثاراں اپنی جانیں فدا کر رہے تھے تو وفادار غلام ترکی نے اذنِ جہاد طلب کیا اور رجز پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں نکلے۔

الْبَحْرُ مِنْ طَعْنِي وَضَرْبِي يَصْطَلِي
وَالْجَوُّ مِنْ سَهْمِي وَنَبْلِي يَمْتَلِي
إِذَا حُسَامِي فِي يَمِينِي يَنْجَلِي
يَنْشَقُّ قَلْبُ الْحَاسِدِ الْمُبَجَّلِ

اور خوب یزیدیوں کو قتل کیا پھر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے گر پڑے اور زخمی حالت میں ابھی کچھ سانس باقی ہی تھے کہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر پاتے ہی ان کے قریب آئے اور اپنا رخسارِ انور اس غلام کے چہرہ پر رکھا اسی اثناء میں غلام نے آنکھیں کھولیں تو چہرہ امام کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے اور جنت کو سدھار گئے۔ (درجۂ شہادت کے لطف سے مسکرائے)

۴۴۔حضرت انس الکاہلی رضی اللہ عنہ

حضرت انس یہ حارث الکاہلی کے فرزندِ ارجمند ہیں اور یہ حارث ابن نبیر ابن کاہل بن عمرو بن صعب اسد بن خزیمہ الاسدی الکاہلی تھے۔ حضرت انس کو علامہ ابن حجر عسقلانی اور ابن عساکر نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل کیا ہے۔

كَانَ أَنَسُ ابْنُ الْحَارِثِ... صِحَابِيًّا كَبِيرًا مِمَّنْ رَأَى النَّبِيَّ وَسَمِعَ حَدِيثَهُ.

اور انہی سے وہ حدیث بھی مروی ہے کہ ایک بار امام حسین رضی اللہ عنہ آغوش نانائے جان علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا۔ إِنَّ ابْنِي هٰذَا يُقْتَلُ بِأَرْضٍ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَا فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَنْصُرْهُ۔ یہ میرا بیٹا اس سرزمین میں شہید کیا جائے گا جس کو کربلا کہا جائے گا۔ جو اس کو اس حال میں پائے وہ اس کی نصرت کرے۔

یہ بزرگ اور صحابی ان عظیم شخصیتوں میں سے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو خود سنا اور پھر وہ وقت آنے پر راتوں رات کربلا میں پہنچ گئے۔ آپ نہایت عمر رسیدہ اور ضعیف تھے اور جوانی کے وقت غزوۂ حنین و بدر میں شریک ہوئے اور اب جان آفرین کے سپرد کرنے کے لیے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہتے ہیں۔ اس وقت ان کی کمر پر پٹکا بندھا ہوا تھا اور ایک پٹکا ماتھے پر بندھا ہوا تھا اسی حالت میں یہ بزرگ خدمتِ امام میں حاضر ہو کر یہ کہہ رہے تھے۔ تو نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ وقت بھی یاد آ گیا اور کربلا کا خونی منظر بھی اور پھر عظیم بزرگ ایسی ناتوانی کے وقت شوقِ شہادت کی اجازت چاہنا آپ پر سخت غم واندوہ کا سبب ہوا اور رو پڑے صحابی رسول رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رو کر فرمایا کوئی بات نہیں خدا ہم کو اس آزمائش میں مبتلا کر کے امتحان لے رہا ہے۔ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شَكَرَ اللّٰهُ يَا شَيْخُ اے شیخ اللہ آپ کی اس سعی پر صلہ خیر فرمائے۔ پھر حضرت انس رجز پڑھتے ہوئے کارزار کی طرف آئے۔

قَدْ عَلِمَتْ كَاهِلُهَا وَدُودَانْ   وَالْخِنْدِفِيُّونَ وَقَيْسُ عَيْلَانْ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بِاَنَّ قومي اَفَّة لاَ القرآن لدى الوَغٰى وَسَادَةَ الفرسَان
مبَاشِرِ وَالمَوت بطعن آنَ اذلَنَاترى العِجز عَن اِلطعان

پھر اس مرد کامل نے ضعیفی اور پیرانہ سالی کے باوجود اٹھارہ یزیدیوں کو مارا اور پھر خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

گیارہ سالہ بچہ اور شوقِ کمال

ایک خاتون اپنا ایک گیارہ سالہ لڑکا لے کر میدانِ کربلا میں آئی اور بچہ اپنی والدہ کے ساتھ کربلا میں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کیا اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری ماں ہے اس نے کہا ہے کہ تم آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اپنی جان فدا کردو۔ مجھے اجازت دیں تاکہ میں بھی جامِ شہادت نوش کرسکوں۔ امام عالی مقام علیہ السلام اس بچے اور اس کی ماں کے شوق ومحبت پر خوش ہوئے۔ پھر ماں نے عرض کیا اے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ ایک ہی بیٹا ہے اور باپ اس کا فوت ہو چکا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا یہ بیٹا آپ پر جان فدا کردے گا تو میری دنیا وآخرت سنور جائے گی اور مجھے اس سے بڑھ کر کوئی دولت یا خوشی نہیں ہوگی۔ ماں اور اس کے بچے کے بار بار اصرار پر شوقِ جہاد ومحبت آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وجذبۂ شہادت کو دیکھ کر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے اور اس بچہ کی نوعمری دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے۔ اس حال میں آپ نے بچہ کو پیار فرما کر کارزار کی طرف بھیج دیا۔ یہ نوعمر بچہ اجازت لے کر امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ اور اپنی والدہ ماجدہ سے سلام عرض کر کے روانہ ہوئے۔ ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے اور زبان پر یہ رجز پڑھتے ہوئے کارزار میں آئے۔

اَمِيْرِي حُسَيْنٌ وَنِعْمَ الْاَمِيْرُ
سُرُوْرِ فُوَادَ الْبَشِيْرَ النَذِيْرَ
عَلِيٌّ وَفَاطِمَةَ وَالِدَاهُ
فَهَلْ تَعْلَمُوْنَ لَهُ مِنْ نَظِيْرَ
لَهُ طَلْعَةٌ مِثْلَ شَمْسِ الضُّحٰى
لَهُ غِرَّةٌ مِثْلَ بَدْرٍ مُنِيْرَ

پھر اس نوعمر بچے نے خوب ظالموں کا مقابلہ کیا۔ چند یزیدی مار ڈالے آخر ایک ظالم نے اس بچہ کے سر کو قلم کر کے شہید کر دیا۔ اس ماں کو جب پتہ چلا تو اس نے سر کو اٹھایا اور بوسہ دے کر فرمایا۔ اَحْسَنْتَ يَاسُرُوْرُ قَلْبِي وَيَاقُرَّةُ عَيْنِي شاباش رے میرے دل کے سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک۔ پھر سر وہیں پر رکھ دیا اور خیام حسینی میں وہ مومنہ خاتون اس حال میں آئی کہ ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

اَنَا عَجُوْزُ سَيِّدِيْ ضَعِيْفَة
خَارِيَة بَالِيَة نَحِيْفَة
اَضْرِبكم بِضَرْبَةٍ عَنِيفَة
دُوْنَ بَنِي فَاطِمَةَ الشَرِيْفَه

بعض نے لکھا ہے کہ اس مومنہ خاتون نے دو شقی بھی مار ڈالے تھے لیکن سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے بلاوے پر واپس خیام میں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آ گئیں۔

وَلَوكَانَ النِسَاء كَمَثَلِ هٰذِی
لَفَضلت النّساء علی الرّجَالِ

۴۶۔حضرت قاسم الازدی رضی اللہ عنہ

حضرت قاسم یہ حبیب ابن بشر الازدی کے فرزند ہیں۔روزِ عاشورہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے اور کئی اشقیاء مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۴۷۔حضرت قعنب الخیری رضی اللہ عنہ

حضرت قعنب یہ عمرو الخیری کے فرزند تھے۔میدانِ کارزار میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اذنِ جہاد طلب کر کے نکلے اور اشقیاء سے مقابلہ کرتے ہوئے کئی افراد کو مارا اور زخمی کیا۔بعدہٗ خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۴۸۔حضرت مالک دودانی رضی اللہ عنہ

حضرت مالک رضی اللہ عنہ داؤد (دودان) کے فرزند تھے۔سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں گئے تو زبان سے یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اِلَیکُم مِنْ مَالكِ الْفرغَام
ضَرب فَتی یَحمی عَن اِلكِرام
یَرجو ثَوَابَ الله ذِی الْاَنعَام
سُبْحَانَهٗ مِنْ مَلكِ عَلّام

خوب اشقیاء سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ ساٹھ اشقیاء کو مار ڈالا پھر اس کے بعد خود شہید ہوئے۔(الحیات)

۴۹۔حضرت مجمع الجہنی رضی اللہ عنہ

حضرت مجمع یہ زیاد کے فرزند تھے جو جہنی کہلاتے تھے ان کا وطن جہنہ درمیان مکہ و مدینہ ہے۔صاحب استیعاب نے ان کو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی لکھا ہے کہ غزوۂ بدر و احد میں شریک ہوئے یہ راستہ میں کسی مقام سے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہو گئے اور کربلا میں آئے۔روزِ عاشورہ اذنِ امام حاصل کرنے کے بعد قوم اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔کئی شقی مارنے کے بعد خود شہادت کا جام نوش فرما گئے۔(ایضا)

۵۰۔حضرت بشر الحضرمی رضی اللہ عنہ

حضرت بشر یہ عمرو الحضرمی الکندی کے فرزند تھے۔روزِ عاشورہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اذنِ جہاد طلب فرمانے کے بعد کارزار میں نکلے اور کئی اشقیاء مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔(ایضا)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۵۱۔حضرت منہج سہمی رضی اللہ عنہ

حضرت منہج یہ مولی الحسن کے فرزند تھے۔سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے کئی اشقیاء کو مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۵۲۔حضرت یحییٰ بن ہانی رضی اللہ عنہ

حضرت یحییٰ ابن ہانی ابن عروہ یہ حضرت یحییٰ عمرو بن الحجاج زبیدی کے بھانجے تھے۔کیونکہ عمرو کی بہن روعہ ہانی بن عروہ کی زوجیت میں تھیں ان کے بطن سے یحییٰ پیدا ہوئے تھے۔حضرت امام مسلم اور حضرت ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد کہیں روپوش ہو گئے تھے۔جب سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ورودِ کربلا کی ان کو خبر ہوئی تو آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو گئے اور روزِ عاشورہ اجازت طلب فرمائی اور کارزار کی طرف آئے کئی یزیدیوں کو مقابلہ کرتے ہوئے مار ڈالا۔اس وقت ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

اَغْشَاکُمْ ضَرْبًا بِحَدِ السَّیْفِ
لَاجَل مِنَ حَل بَارِضِ الخَیف
بِقُدْرَۃِ الرَّحْمٰنِ رَبِّ الْکَیْفِ
اَضْرِبکم ضَرْبًا بِغَیْرِ حَیف

بالآخر خود نڈھال ہو کر گر پڑے اور جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۵۳۔حضرت جنادہ ابن حارث الانصاری رضی اللہ عنہ

حضرت جنادہ ابن حارث الانصاری یہ مکہ معظمہ سے ہی قافلۂ حسینی میں شریک ہوئے اور کربلا تشریف لائے۔اور اجازت طلب کر کے کارزار میں آئے۔تو ان کی زبان پر یہ رجز تھی۔

انَاجَنَا دہ ابْن الْحَارِثِ
لَسْت نجوا روَلَا بِنَالِثِ
عَنْ بَیْعتِی حَتّٰی یَرثنِی وَاَرِی
الْیَوم شَلْوِی فِی الصَّعْدمَالَکِ

پھر لشکر جرار میں جو بھی سامنے آیا اس کو مارتے جاتے حتی کہ سولہ اشقیاء کو مارا اور پھر خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۵۴۔حضرت عمرو بن مطاع الجعفی رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن مطاع الجعفی نے سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اذنِ جہاد چاہا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دی۔پھر یہ رجز پڑھتے ہوئے کارزار کی طرف آئے۔

اَنَابْن جَوف وَاَبِی مُطاعُ
فِی یَمِینِی مَن ھُوَ قَطَاعُ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَاسْمَرُ فِی رَاسِیہٖ لِمَاعٌ
یَرٰی لَہٗ مِن ضَوبِہٖ شَعَاعٌ
اَلْیَوْمَ قَدْطَابَ لَنَا الْقِرَاعُ
دُوْنَ الْحُسَیْنِ الضَّرْبِ الصِّرَاعُ
یَرْجِی بِذَاکَ الْفَوْزِ الدِّفَاعُ
عَنْ حرنَارٍ حُسَیْنَ لَا انْتِقَاعُ

اور چند یزیدیوں کو مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۵۵۔ حضرت حجاج الجعفی رضی اللہ عنہ

حضرت حجاج کا حسب ونسب اس طرح ہے کہ یہ مسروق الجعفی کے فرزند اور مسروق ابن عوف ابن عمیر ابن کلب ابن ذہل بن جوف بن سعد العشیرہ المذحجی الجعفی ہے۔ یہ حضرت حجاج مکہ معظمہ میں ہی جب سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ تشریف لائے تھے تو اس وقت آپ حاضر ہوئے اور پھر تمام سفر مکہ معظمہ تا کربلا اور کربلا سے تا روزِ عاشورہ نمازِ ظہر تک نمازِ پنجگانہ کی آذان کے لیے حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کا تعین فرمایا تھا تمام نمازوں کی اذانیں آپ نے دیں۔ گویا کہ یہ مؤذن بھی تھے۔ بوقتِ نماز رفقاء واحباب حسینی اور نماز کے بعد حضرت حجاج سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہتے ہیں۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ پھر یہ کارزارِ جنگ میں نکلے تو ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

اَقْدِمْ حُسَیْنًا هَادِیًا مَهْدِیًا
اَلْیَوْمَ اَلْقٰی جَدَّكَ النَّبِیًّا
ثُمَّ اَبَاكَ ذَاالنَّدٰی عَلِیًّا
ذَاكَ الَّذِیْ نَعْرِفُه وَصِیًّا

سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یہ جملے سن کر فرمایا نعم وانا القاھما علی اثرک۔ ہاں تمہارے بعد میں بھی ان ہستیوں کے پاس آ رہا ہوں۔ پھر اٹھارہ یزیدیوں کو مارا اور کئی کو زخمی کیا۔ بالآخر حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے یہ مؤذن حجاج شہید ہوئے اور جنت کو سدھار گئے۔ (ایضاً)

۵۶۔ حضرت ابوعمرو الحنظلی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعمرو الحنظلی یہ بزرگ تہجد گذار متقی اور مردِ صالح تھے اور بڑی اعلیٰ شجاعت کے مالک تھے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کر کے معرکۂ کارزار میں آئے تو ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

اَبْشِرْ هُدِیْتَ الرُّشْدَ تَلْقٰی اَحْمَدًا
فِیْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ تَعْلُوا صَعْدًا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پھر یزیدی قوم پر ٹوٹ پڑے اور خوب قتال وجدال کیا یزیدیوں کی جماعت کثیرہ کو مار ڈالا بالآخر جب خوب نڈھال ہو گئے اور گر پڑے تو یزیدی ظالم عامر بن نہشل نے ان کا سر تن سے جدا کر دیا اور شہید ہو گئے۔

۵۷۔ حضرت عمرو ابن الخالد رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن الخالد صیداوی اور دوسرے ۵۸۔ سعد غلام عمرو بن خالد اور ۵۹۔ تیسرے جابر بن الحارث سلمانی اور ۶۰۔ چوتھے مجمع بن عبداللہ العائذی یہ چاروں اکٹھے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کرنے کے بعد قومِ اشقیاء پر حملہ آور ہوئے اور کئی یزیدیوں کو مارنے کے بعد کثیر جماعت نے ان کو گھیرے میں لے کر شہید کر ڈالا اور جنت کو سدھارے۔

۶۱۔ حضرت یزید ابن مغفل رضی اللہ عنہ

حضرت یزید بن مغفل عامری یہ مکہ معظمہ سے ہی سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کربلائے معلیٰ تشریف لائے اور پھر اجازت لے کر یہ رجز پڑھتے ہوئے کارزار میں آئے۔

أنْ تنكروني فإنا ابنُ مغفل
ثاك لدى الهيجا غيرا عَزّل
وَفي يميني لفِل كيف مَنصل
أعلوبه الفارس وسط القسطل

اور خوب حرب وضرب کے ساتھ کئی اشقیاء کو مار ڈالا اور اس کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۶۲۔ حضرت جندب ابن حجیر رضی اللہ عنہ

حضرت جندب یہ حجیر کے فرزند تھے اور خولانی الکندی کہلاتے تھے یہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے آنے کی خبر پا کر ایک منزل پر آپ سے آ ملے اور پھر کربلا میں آئے اور اجازت لے کر کارزار میں نکلے۔ چند یزیدیوں کو مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۶۳۔ حضرت حجاج السعدی رضی اللہ عنہ

حضرت حجاج رحمۃ اللہ علیہ یہ زید السعدی کے فرزند تھے مکہ معظمہ سے ہی امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کربلا تشریف لائے اور پھر اجازتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ لے کر کارزار کی طرف نکلے آپ نے کئی یزیدیوں کو مارنے کے بعد پھر خود جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۶۴۔ حضرت عباد جہنی رضی اللہ عنہ

حضرت عباد یہ مہاجر کے فرزند اور جہنی کہلاتے تھے۔ جہنہ کے رہنے والے تھے جو مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ہے یہ جہنہ ہی سے امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ معظمہ اور وہاں سے کربلا آئے اور روزِ عاشوراء اجازت لے کر کارزار کی طرف نکلے۔ کئی اشقیاء کو مارنے کے بعد پھر شہید ہو گئے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۶۴۔حضرت عبدالرحمن خزرجی رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن عبدرب الانصاری خزرجی کے فرزند ارجمند تھے۔سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

اَضرِبکم بِضَرَبۃٍ عنیفۃ
دُونَ بنی فَاطِمَۃ الشرَیفۃ
وَلوکَانَ النساء کَمَثلَ الّذِی
لَفضلَت النساء عَلی الرِّجالِ

کئی یزیدی مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرماگئے۔

۶۶/۶۷ حضرت سیف ابن الحارث رضی اللہ عنہ

حضرت سیف ابن الحارث بن سریع اور مالک ابن عبد بن سریع جابری یہ دونوں باپ کی طرف سے چچازاد اور ماں کی طرف سے بھائی تھے روتے ہوئے امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا! کیا وجہ ہے کیوں روتے ہو لَاَرْجُوْاَنْ تَکُوْنَا بَعْدَ سَاعَۃٍ قَرِیْرِی الْعَیْنَ۔ مجھے امید ہے کہ اب رونے کے بعد تم خوش وخرم ہوجاؤ گے۔دونوں نے عرض کیا اے ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

جَعَلْنَا فِدَاكَ مَا عَلٰی اَنْفُسِنَا نَبْکِیْ وَلٰکِنْ نَبْکِیْ عَلَیْكَ فِرَاكَ قَدْ اُحِیْطَ بِكَ وَلَا نَنْفَعُكَ.

ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں ہم اپنے لیے نہیں رورہے بلکہ ہم تو آپ کے حال زار پر رو رہے ہیں آپ ہر طرف سے دشمنوں کے گھیرے میں ہیں اور ہم آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے مجھے بہت فائدہ دیا لیکن اس کی جزا تم کو اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔پھر دونوں نے عرض کیا حضور اب ہم کو اجازت دیں۔سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی تو یہ دونوں اکٹھے کارزار کی طرف نکلے اور خوب قومِ اشقیاء کو مارا۔بالآخر یہ دونوں شہید ہوئے اور جنت کو سدھار گئے۔

۶۸/۶۹۔حضرت عبداللہ وحضرت عبدالرحمن فرزندان عروہ غفاری رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمن فرزندان عروہ غفاری ان دونوں نے سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازتِ جہاد طلب کی اور یہ رجز پڑھتے ہوئے کارزار کی طرف نکلے۔

قَدْ عَلِمَت حقًا بَنُو غَفَارِ
وَخندن بعد بَنی فزار
لِنفَرِبن مَعْشر الفجار
بِکُلّ غَضَبٍ ذَکِر بَتارَ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یَاقَوْمُ ذُودُوْا عَنْ بَنِی الْاَخْیَارِ

بِالْمَشْرَفِیْ وَالْقَنَا الْخَطَّارِ

اور کئی اشقیاء کو مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۷۰۔ حضرت انیس الاصحی رضی اللہ عنہ

حضرت انیس معقل الاصحی کے فرزند تھے۔ روزِ عاشورہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر معرکۂ کارزار میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

اَنَا اَنِیْسٌ وَاَنَا بْنُ مَعْقِل

وَفِیْ یَمِیْنِیْ فَعْل سَیْفٌ مُعقل

أعلوبه الهامات وسط القِسْطل

عَنْ الْحُسین المَاجد الْمفغل

ابْنِ رَسُوْلَ اللّٰہِ خَیْرِالرُّسُل

پھر قومِ اشقیاء پر خوب حملے کیے یہاں تک کہ بیس یزیدی مار ڈالے اس کے بعد خود شہید ہو گئے۔

۷۱۔ حضرت ابراہیم بن حصین رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم حصین کے فرزندِ ارجمند تھے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اکثر رہے۔ جب سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے کربلا میں پہنچنے کی ان کو خبر ہوئی تو یہ روزِ عاشورہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار کی طرف نکلے تو ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

اَضْرِبُ مِنْکُمْ مُفْصِلًا وَسَاقًا

یُهرِقَ الْیَوْمِ دَمِی مَهرِاقًا

وَیَرزق الْمَوْت الوَاسِجَاقًا

اغْنِی بَنِی الْفَاجِرَۃ انفِاقًا

پھر خوب اشقیاء کو مارا یہاں تک پچاس اشقیاء مار ڈالے۔ بالآخر خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۷۱۔ حضرت عمیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عمیر یہ عبداللہ المذحجی کے بیٹے تھے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے روزِ عاشورہ اجازت لے کر کارزار میں یہ رجز پڑھتے ہوئے قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔

قَدْ علمت سُعدوحی مَذحج

انی لَدَی الهیجاء غیر محرج

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

أعلم بسيفي هامة المدجج
واترك القرآن لدى التعرج
فريقه الزئب الازل الاعرج

پھر کئی اشقیاء کو مارا اور زخمی بھی کئے۔ بالآخر خود جامِ شہادت نوش فرما کر جنت کو سدھارے۔

۷۳۔ حضرت عبدالرحمٰن التیمی رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن مسعود التیمی کے فرزند ہیں ان کے والد معظم حملۂ اولیٰ میں قبل از ظہر جامِ شہادت نوش فرما گئے تھے اب بعد از ظہر جنگِ مبارزت طلبی میں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے اور چند اشقیاء کو مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۷۴۔ حضرت عبداللہ الخشعی رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ یہ بشیر الخشعی کے فرزند تھے جو بڑے بہادر تھے روزِ عاشورہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار کی طرف آئے اور کئی شقی مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (الحیات الخفی ج ۲ ص ۲۷۴)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سپاہ حسینی شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی۔
۲۔ حضرت حرابن یزید الریاحی۔
۳۔ حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی۔
۴۔ حضرت بریدابن حضیر ہمدانی۔
۵۔ حضرت وہب بن حباب الکلبی۔
۶۔ حضرت نافع بن ہلال الجملی۔
۷۔ حضرت عمرو بن قرظۃ الانصاری۔
۸۔ حضرت جون بن حوی مولی ابی ذر
۹۔ حضرت شبیب بن عبدالنہشلی۔
۱۰۔ حضرت ابوالشعشاء الکندی۔
۱۱۔ حضرت حبیب ابن مظاہر۔
۱۲۔ حضرت سعید بن عبدالحنفی۔
۱۳۔ حضرت سوید بن عمرو۔
۱۴۔ حضرت زہیر بن القین بجلی۔
۱۵۔ حضرت شوزب بن عبدالہمدانی۔
۱۶۔ حضرت عابس بن ابی شبیب۔
۱۷۔ حضرت حنظلہ ابن اسعد الشامی۔
۱۸۔ حضرت عبدالرحمن عبداللہ الیزنی۔
۱۹۔ حضرت اسعد بن حنظلہ التمیمی۔
۲۰۔ حضرت ابوثمامہ صیداوی۔
۲۱۔ حضرت یحییٰ بن سلیم مازنی۔
۲۲۔ حضرت یحییٰ بن کثیر انصاری۔
۲۳۔ حضرت یحییٰ بن ہانی عروہ۔
۲۲۔ حضرت جنادہ ابن الحارث انصاری۔
۲۳۔ گیارہ سالہ بچے کی شہادت۔
۲۴۔ حضرت امام کے ترکی غلام کی شہادت۔
۲۵۔ حضرت انس ابن الحارث الکاہلی۔
۲۶۔ حضرت حجاج ابن المروق الجعفی۔
۲۷۔ حضرت ابوعمرو النہشلی۔
۲۸۔ حضرت انیس ابن المعقل الاصبحی۔
۲۹۔ حضرت ابراہیم بن الحصین۔
۳۰۔ حضرت عمیر بن عبداللہ المذحجی۔
۳۱۔ حضرت عمرو بن المطاع الجعفی۔
۳۲۔ حضرت سیف بن الحارث۔
۳۳۔ حضرت مالک بن عبد۔
۳۴۔ حضرت عبداللہ عروی۔
۳۵۔ حضرت عبدالرحمن عروہ الغفاری۔
۳۶۔ حضرت عمرو بن الخالد۔
۳۷۔ حضرت سعد غلام عمرو بن الخالد۔
۳۸۔ حضرت جابر بن الحارث سلمانی۔
۴۱۔ حضرت مجمع بن عبداللہ العائذی۔
۴۲۔ حضرت یزید بن المغفل عامری۔
۴۳۔ حضرت جندب بن حجیر الخولانی۔
۴۴۔ حضرت حجاج السعدی۔
۴۵۔ حضرت عبدمہاجر الجہنی۔
۴۶۔ حضرت عبدالرحمن بن عبدرب انصاری۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۴۷۔ حضرت عبدالرحمن بن مسعود التمیمی۔
۴۸۔ حضرت عبداللہ بن بشیر الخثعمی۔
۴۹۔ حضرت قاسم بن حبیب ابی بشر الازدی۔
۵۰۔ حضرت قعنب بن عمرو الخیری۔
۵۱۔ حضرت مالک ابن داؤد دوداتی۔
۵۲۔ حضرت مجمع بن زیاد الجہنی۔
۵۳۔ حضرت بشر بن عمرو الحضرمی۔
۵۴۔ حضرت منجھن سہم مولی الحسین۔
۵۵۔ حضرت عبدالرحمن الکدری۔
۵۶۔ حضرت معلی ابن العلیٰ۔
۵۷۔ حضرت نصر بن ابی نزد۔
۵۸۔ حضرت جابر بن الحجاج۔
۵۹۔ حضرت ہفہناف بن المہذ الراسبی۔
۶۰۔ حضرت یزید بن الحصین المشرقی۔
۶۱۔ حضرت سالم بن عمرو مولی نبی المدینہ۔
۶۲۔ حضرت عمرو بن جندب الحضرمی۔
۶۳۔ حضرت حبشہ بن قیسی النہمی۔
۶۴۔ حضرت نعمان بن عمرو الازدی۔
۶۵۔ حضرت شبیب بن جراد الکلابی الوحیدی۔
۶۶۔ حضرت رافع بن عبداللہ غلام مسلم بن کثیر ازدی۔
۶۷۔ حضرت عمرو بن الہمدانی۔
۶۸۔ حضرت حباب بن عامر التیمی۔
۶۹۔ حضرت شبیب بن عبداللہ نہشلی۔
۷۰۔ حضرت عقبہ بن الصلت الجہنی۔
۷۱۔ حضرت سلیمان بن مغارب الجلی۔
۷۲۔ حضرت مرقع بن ثمامہ الاسدی۔
۷۳۔ حضرت ابوالحتوف بن الحارث العجلانی۔
۷۴۔ حضرت سعد بن الحارث العجلانی۔
۷۵۔ حضرت خرعامہ بن مالک تغلبی۔
۷۶۔ حضرت زیاد بن عریب الصائدی۔
۷۷۔ حضرت عائد بن مجمع العائذی۔
۷۸۔ حضرت نعیم بن عجلان انصاری خزرجی۔
۷۹۔ حضرت عمران بن کعب بن حارث الاشجعی
۸۰۔ حضرت حنظلہ بن عمرو الشیبانی۔
۸۱۔ حضرت فاسط بن زہیر تغلبی۔
۸۲۔ حضرت کردوس بن زہیر تغلبی۔
۸۳۔ حضرت مقسط ابن زہیر۔
۸۴۔ حضرت کنانہ ابن عتیق۔
۸۵۔ حضرت عمرو بن ضبیعہ تمیمی۔
۸۶۔ حضرت بکر بن حی ثعلبی۔
۸۷۔ حضرت دہم بن امیہ ابدی۔
۸۸۔ حضرت عبداللہ بن یزید بن شبیط
۸۹۔ حضرت عبیداللہ بن یزید شبیط۔
۹۰۔ حضرت عامر بن سلیم عبدی۔
۹۱۔ حضرت سالم غلام عامر۔
۹۲۔ حضرت سیف ابن مالک عبدی۔
۹۳۔ حضرت حارث ابن نبہان۔
۹۴۔ حضرت منیع ابن زیاد۔
۹۵۔ حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ الاَصحی۔
۹۶۔ حضرت حلاس بن عمرو لازدی۔
۹۷۔ حضرت زاہر ابن عمرو اسلمی۔
۹۸۔ حضرت جبلہ بن علی شیبانی۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۰۶/۸۔ حضرت امام عالیمقام کے آٹھ غلاموں کی شہادت۔
۱۰۷۔ حضرت مسعود بن الحجاج تمیمی۔
۱۰۸۔ حضرت عبدالرحمن بن مسعود التیمی۔
۱۰۹۔ حضرت سوار بن ابی عمیر الجہنی۔
۱۱۰۔ حضرت زہیر بن بشر الخشعی۔
۱۱۱۔ حضرت عمار بن حسان شرع الطائی۔
۱۱۲۔ حضرت عبداللہ ابن عمیر۔
۱۱۳۔ حضرت مسلم بن کثیر الاذری الاعرج۔
۱۱۴۔ حضرت زہیر بن سلیم ازدی۔
۱۱۵۔ حضرت حارث بن امراء القیس الکندی۔
۱۱۶۔ حضرت امیہ بن سعد الطائی۔
۱۱۷۔ حضرت عمارہ بن ابی سلامہ۔
۱۱۸۔ حضرت جنادہ بن کعب انصاری۔
۱۱۹۔ حضرت جوین بن مالک التیمی۔
۱۲۰۔ حضرت حباب بن حارث۔
۱۲۱۔ حضرت ربیعہ بن خوط۔
۱۲۲۔ حضرت رمیث بن عمرو۔
۱۲۳۔ حضرت ضبیعہ بن عمر۔
۱۲۴۔ حضرت عامر بن مالک۔
۱۲۵۔ حضرت عمیر بن کناد۔
۱۲۶۔ حضرت منذر بن سلیمان۔
۱۲۷۔ حضرت سلیم باوفا غلام۔
۱۲۸۔ حضرت شہزادہ علی اکبر بن امام حسین۔
۱۲۹۔ حضرت عبداللہ بن امام مسلم بن عقیل۔
۱۳۰۔ حضرت محمد بن امام مسلم۔
۱۳۱۔ حضرت جعفر بن عقیل۔
۱۳۲۔ حضرت عبدالرحمن بن عقیل۔
۱۳۳۔ حضرت محمد بن سعید بن عقیل۔
۱۳۴۔ حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار۔
۱۳۵۔ حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار
۱۳۶۔ حضرت قاسم بن امام حسن
۱۳۷۔ حضرت ابوبکر ابن امام حسن
۱۳۸۔ حضرت عبداللہ (الاصغر) ابن امام حسن
۱۳۹۔ حضرت ابوبکر ابن علی المرتضیٰ۔
۱۴۰۔ حضرت محمد ابن علی المرتضیٰ۔
۱۴۱۔ حضرت عبداللہ بن علی المرتضیٰ۔
۱۴۲۔ حضرت عثمان ابن علی المرتضیٰ۔
۱۴۳۔ حضرت جعفر ابن علی المرتضیٰ۔
۱۴۴۔ حضرت عباس ابن علی المرتضیٰ۔
۱۴۵۔ طفلِ شیر خوار شہزادہ علی اصغر ابن امام حسین رضی اللہ عنہ۔
۱۴۶۔ خود بنفس نفیس سرکار سید الشہداء سیدنا امامِ حسین ۲ ابن علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

شہدائے کربلا پر ایک خصوصی تبصرہ

سرکار سید الشہداء سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے احباب واصحاب وانصار کے تفصیلی تذکرہ شہادتوں کو بیان کیا جاچکا ہے اب یہاں پر ان اشخاص کا ذکر کرنا مقصود ہے جن کو خصوصی مقامات حاصل تھے اور وہ عظیم اشخاص بھی نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شہید ہوئے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اصحابِ حسین رضی اللہ عنہ میں اصحاب رسول ﷺ

۱۔ حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۲۔ حضرت زاہر بن عمرو اسلمی کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۳۔ حضرت شبیب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۴۔ حضرت عبدالرحمن بن عبدرب انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۵۔ حضرت عمار بن ابی سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۶۔ حضرت مسلم بن کثیر رضی اللہ عنہ۔
۷۔ حضرت حبیب ابن مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۸۔ حضرت انس بن حارث اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (حیات الحلی ج ۲ ص ۲۷۵)

حضور اقدس ﷺ کے وصالِ اقدس سے واقعۂ کربلا تک پچاس برس کا زمانہ گذر چکا تھا اس لیے ان میں سے کسی کی عمر پچاس ساٹھ برس سے کم نہیں قرار پائی جاسکتی۔ ان میں سے بعض کی عمر یقیناً اس سے زیادہ ہوگی اور ان میں اکثر بہت بوڑھے تھے۔ باوجود اس کے انہوں نے جہاد میں شریک ہو کر جذبۂ ایمانی و شوقِ شہادت کا وہ ثبوت پیش کیا جو بیان سے باہر ہے۔

اصحاب حسینی رضی اللہ عنہ میں جماعتِ تابعین رضی اللہ عنہم

یہ حضرات سیدنا مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمانہ میں تھے جو اصطلاحاً تابعین میں داخل ہیں اور تابعین کا مرتبہ صحابہ کے بعد ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۲۔ حضرت مجمع بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۳۔ حضرت جنادہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۴۔ حضرت جندب بن جمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۵۔ حضرت امیہ بن سعد طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۶۔ حضرت جبلہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۷۔ حضرت حارث بن نبہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۸۔ حضرت حلاس بن عمرو ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۹۔ حضرت شبیب بن عبداللہ نہشلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۰۔ حضرت قاسط بن زہیر تغلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۱۔ حضرت نعمان بن عمرو ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۲۔ حضرت نعیم بن عجلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۳۔ حضرت ابوثمامہ صائدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۴۔ حضرت شوزب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۵۔ حضرت جون غلام ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۶۔ حضرت حجاج بن مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۷۔ حضرت سعد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۸۔ حضرت یزید بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۹۔ حضرت عمر بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (الحیات)

اصحابِ حسین رضی اللہ عنہم میں حفاظ وقراء قرآن

۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۲۔ حضرت حنظلہ ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۳۔ حضرت غلام ترکی رضی تعالیٰ عنہ۔
۴۔ حضرت کنانہ بن عتیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۵۔ حضرت نافع بن ہلال جملی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۶۔ حضرت برید بن خضیر ہمدانی جو زینت القراء کے لقب سے مشہور تھے۔ کوفہ میں بچوں کو تعلیم قرآن دیا کرتے تھے۔ (ایضاً)

اصحابِ حسینی رضی اللہ عنہ میں علماؤ فضلاء کرام

۱۔ حضرت حبشہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۲۔ حضرت سوار بن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۳۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۴۔ حضرت نافع بن ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۵۔ حضرت شوزب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۶۔ حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۷۔ حضرت زاہر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۸۔ حضرت حبیب ابن مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۹۔ حضرت انس بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اصحابِ حسینی رضی اللہ عنہ میں مردانِ شجاعت

۱۔ حضرت سعید بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۲۔ حضرت عبد الرحمٰن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۳۔ حضرت حر ابن یزید الریاحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۴۔ حضرت زہیر بن القین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۵۔ حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۶۔ حضرت عابس بن ابی شبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۷۔ حضرت زیاد بن عریب ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۸۔ حضرت سوید بن عمرو بن ابی مطاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۹۔ حضرت حارث بن امرا القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۰۔ حضرت مسعود بن حجاج تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (الحیات)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۲۱

واقعۂ کربلا میں خاندانِ بنی ہاشم کی قربانیاں

اس واقعۂ کربلا میں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جب تک تیروں اور تلواروں کی بارش ہوتی رہی اور کئی بار جنگِ مغلوبہ بھی ہوئی۔ کسی کتابِ معتبرہ اور کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ سرکار سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے تمام رفقاء واحباب کے ہوتے ہوئے خاندانِ بنی ہاشم کے ایک فردِ مقدس کو ذرہ بھی ایسی کوئی تکلیف پہنچی ہو جس سے خاندان بنی ہاشم زخمی یا شہید ہوئے ہوں۔ ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ سپاہِ حسینی کے ہر ایک فرد نے پرخلوص ایثار وجذبہ جہاد وشوقِ شہادت کا وہ ثبوت دیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ سب کی یہی آرزو تھی کہ ہمارے ہوتے ہوئے اس مقدس خاندانِ عالیہ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ ہاں اب جب کہ تمام رفقاء واحباب درجہ بدرجہ شہادت فرما کر جنت النعیم کو سدھار گئے۔ تو اب سرکار امامِ عالیمقام امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے اعزہ واقارب نے اپنی بے مثال قربانیاں دینا شروع کر دیں۔

شہدائے ہاشم در کربلا کی تعداد

شہدائے بنی ہاشم کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان کی کل کتنی تعداد تھی۔ کتبِ معتبرہ کے مطالعہ کے بعد جو زیادہ صحیح تعداد معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ سرکار سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمٰی کے علاوہ باقی خاندانِ ہاشم کے شہداء کی تعداد کربلا میں اٹھارہ تھی اور آپ کے سمیت کل تعداد انیس ہوئی۔ قُتِلَ مَعَهٗ اَهْلَبَيْتِهٖ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ رَجُلًا جہاں تک اختلافِ تعداد کا تعلق ہے وہ بعض نے سولہ بعض نے بائیس اور بعض نے انیس لکھا ہے لیکن عربی وفارسی کی معتبر ومستند کتابوں میں صحیح تعداد سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ سمیت ۱۹ نفوسِ عالیہ مذکور ہے۔ اور اسی پر اکابرین علماء حق کا اتفاق ہے۔ (الحیات)

خاندانِ بنی ہاشم کے پہلے شہید کی تحقیق

شہدائے خاندانِ بنی ہاشم کی قربانیوں میں اس کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان نفوسِ عالیہ میں اول شہید کون ہوئے؟ بعض نے کسی شخصیت اور بعض نے کسی شخصیت کا ذکر کیا ہے لیکن یہ بات بھی معتبر ومستند کتابوں سے بالاتفاق ثابت ہوئی ہے کہ خاندانِ بنی ہاشم کی بے مثال قربانیوں میں اول جو میدان کارزار میں نکلے وہ حضرت علی اکبر ابن سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہما تھے۔ لہذا یہاں پر اس خاندانِ مقدسہ کی شہادتوں کے باب میں شہادتِ شہزادہ علی اکبر کا بیان کیا جاتا ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۔ حضرت سیدنا شہزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ ابن سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

خصوصیات حسب ونسب

شہزادہ حضرت سیدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ کا نام مبارک علی ہے اور لقب اکبر ہے اور کنیت ابوالحسن ہے۔ والد ماجد حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ ام لیلیٰ بنت ابی مرہ ابن عروہ بن مسعود ثقفی ہیں دادا جان حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ جد اعلیٰ سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جدِ ماں عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ یہ وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

اَرْبَعَةُ سَادَةٍ فِي الْاِسْلَامِ بَشْرُ بْنُ هَلَالٍ الْعَبْدِيُّ وَعَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ وَسُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ وَعُرْوَةُ بْنِ مَسْعُوْدٍ الثَّقَفِيُّ۔

اسلام کے چار شخص سرداری کے مستحق ہیں۔ بشر بن ہلال، عدی بن حاتم، سراقہ بن مالک، عروہ بن مسعود ثقفی۔

اس سے شہزادہ کے جد مادری کی فضیلت عیاں ہے کہ عروہ بن مسعود ثقفی اسلام کے سردار تھے گویا کہ حضرت شہزادہ علی اکبر کو دونوں طرف سے ایک خصوصی نسبت حاصل تھی۔

فضائل ومحامد حضرت شہزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ

شہزادہ والا تبار عالی وقار شکل وصورت۔ اخلاق وخصائل، اور فضائل وشمائل میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ جمال وکمال تھے۔ بالاتفاق اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ اپنی فطری استعداد وخصوصیات کے علاوہ نام وکنیت اور شجاعت وشہامت وہیبت وسیادت وجود وسخا وخودداری اور دلیری میں خاندانِ مقدسہ کے وارث تھے۔ ایسے عظیم المرتبت شہزادے کے کردار کی بلندی، سیرت کی پاکیزگی، اخلاق کی وسعت، عادات کی رفعت، شمائل کی عظمت، خصائل کی جلالت اور فضائلِ کامل، غرضیکہ انسان کامل ہونے میں کچھ تامل وکلام ہوسکتا ہی ہرگز نہیں۔

لَمْ تَرَ عَيْنٌ نَظَرَتْ مِثْلَهٗ

یہ شہزادۂ عالی وقار شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اسی لیے اس شہزادہ کو میدان کارزار میں جانے کی جب اجازت ملی تو اس وقت سرکار سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رب العزت رضی اللہ عنہ میں یہ دعا ان الفاظ سے فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَشْهِدْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَقَدْ بَرَزَ اِلَيْهِمْ غُلَامٌ اَشْبَهُ النَّاسِ خَلْقًا وَخُلُقًا وَمَنْطِقًا بِرَسُوْلِكَ وَكُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰى زِيَارَةِ نَبِيِّكَ نَظَرْنَا اِلَيْهِ وَجْهَهٗ۔

(اسد الغابہ وتفسیر کبیرج نمبر ۷)

اے میرے اللہ! اس ظالم قوم کی خداکاریوں پر گواہ رہنا کہ اب ان کی طرف وہ نوجوان جارہا ہے جو شکل وصورت وسیرت وکردار میں سب سے بہترین خلائق تیرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہ ہے جب ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کو ترستے تھے تو اس کو دیکھ کر پیاس بجھالیتے تھے۔

معلوم ہوا کہ شہزادۂ والا تبار صرف شکل وصورت میں ہی جمالِ مصطفیٰ کی تصویر نہ تھے بلکہ حرکات وسکنات اور خصائل وعادات میں سرتاپا آئینہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء تھے اور آخری حد تک انسانی صفاتِ کمالیہ کے جامع تھے۔ اور ان کی انہی ظاہری وباطنی خصوصیات

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کا نتیجہ تھا کہ سرکار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ سے بے پناہ محبت والفت فرماتے تھے۔ ان کی دلجوئی اور حاجت برآری کو حاصل حیات سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ شہزادۂ علی اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اباجان سے انگور کھانے کی خواہش کی اور اس وقت انگوروں کا موسم نہ تھا۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ستون کی طرف ہاتھ کو بڑھایا اور ہاتھ واپس کر کے شہزادہ کے ہاتھ میں انگوروں کا گچھا پکڑا دیا اور فرمایا یہ تو معمولی بات ہے میرے اللہ کے پاس اس سے زیادہ ہے جو وہ اپنے ہی نیک بندوں کو بغیر موسم کے پھل عطا کر دیتا ہے اس بیان پر اگر شبہ ہو تو قرآن پاک میں حضرت سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے بھی تو بے موسم پھل اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ ثابت ہوا کہ اولیائے کرام کے لیے بارگاہِ رب العزت سے ایسی نعمتوں کا آنا کوئی مشکل نہیں۔ جو ان حقائق کا منکر ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے انعامات کا انکاری ہے اور قرآن کا صریحاً منکر ہے۔

شجاعت و جہاد و ایمان و ایقان شہزادۂ علی اکبر رضی اللہ عنہ

اہلِ بیت کے نوجوانوں اور ناز کے پالوں نے میدانِ کربلا میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پر اپنی جانیں فدا کیں اور تیروسنان کی بارش میں حمایت حق سے منہ نہ موڑا۔ گردنیں کٹوائیں خون بہائے اور جانیں دیں۔ مگر کلمۂ ناحق زبان پر نہ آنے دیا۔ نوبت بہ نوبت شہادتوں کے بعد اب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نورِ نظر خاندانِ ہاشم کے چراغ شہزادۂ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ حاضر ہیں۔ میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت چاہتے ہیں۔ منت وساجت ہو رہی ہے عجیب وقت ہے کہ لاڈلا بیٹا شفیق باپ سے گردن کٹوانے کی اجازت چاہتا ہے اور اس پر اصرار کر رہا ہے۔ ایسے وقت میں پدرِ مہربان پر کیا گذر رہی ہوگی۔ حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے میدان میں بھیجنے کے لئے تو دیر نہ کی مگر آپ کے باطنی جذبات میں جو تلاطم اور قلبِ حزیں میں جو اضطراب رونما ہوا وہ آپ کے ان کلمات سے ٹپکتا ہے کہ جب شہزادہ نے اجازت چاہی تو:

نَظَرَ اِلَيْهِ نَظَرَ وَاَرْخٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَيْنَيْهِ وَبَكٰى۔ (حیات)

حضرت امام نے اپنے لختِ جگر پر مایوسانہ نظر ڈالی اور پھر رو پڑے۔

بالآخر حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو صبر و رضا اپنے شہزادے کے شوقِ شہادت پر اجازت دینی پڑی۔ حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے خود اس شہزادے کو گھوڑے پر سوار فرمایا اور اسلحہ اپنے دستِ مبارک سے لگایا۔ فولادی خود سر پر رکھا تلوار لٹکائی اور نیزہ ہاتھ مبارک میں دیا۔ اس وقت اہلِ بیت کی بیبیوں پر کیا گزری کہ ایک جگمگاتا ہوا چراغ بھی آخری سلام کہہ رہا ہے۔

وَاَمَّا الْغُلَامُ فَقَدْ تَجَلّٰى عَلَى الْقَوْمِ بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَمَامَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَسْلِحَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى فَرَسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَنَطَقَ بِمَنْطِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ (حیات)

شہزادے اس شان سے میدان میں آئے کہ قومِ اشقیاء نے دیکھا کہ چہرہ تصویرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر عمامہ ہے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلحہ جنگ ہے تو وہ رسول رضی اللہ عنہ کا سواری گھوڑا رسول کا گفتار رسول رضی اللہ عنہ کی۔

جب اس حالت میں شہزادہ میدانِ کارزار کی طرف روانہ ہونے لگا تو حضرت امام نے اشک بھری آنکھوں سے آسمان کی طرف منہ کر کے وہ کلمات کہے جن کو صاحب حیات نے نقل فرمایا ہے اور وہ کلمات بمعہ ترجمہ پچھلے صفات پہ گذر چکے ہیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اَللّٰهُمَّ اَشْهِدْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَقَدْ بَرَزَ اِلَيْهِمْ غُلَامًا اَشْبَهُ النَّاسِ خَلْقًا وَخُلُقًا وَمَنْطِقًا بِرَسُوْلِكَ وَكُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰى نَبِيِّكَ نَظَرْنَا اِلَيْهِ وَجْهِهٖ۔

اے میرے اللہ اس ظالم قوم کی جفا کاریوں پر گواہ رہنا کہ اب ان کی طرف وہ نوجوان جا رہا ہے جو شکل وصورت وسیرت وکردار میں سب سے بہترین خلائق تیرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہ ہے اور جب ہم تیرے پیارے رسول کے دیکھنے کے مشتاق ہوتے ہیں تو اس چہرہ پر نگاہ کر لیتے تھے۔

انہی فقروں سے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے قلبی تاثرات وجذبات کا با آسانی پتہ چل جاتا ہے لیکن جس کے دل پر گذر رہی ہے اصل حقیقت تو وہی جانتے ہیں۔اس کے بعد حضرت علی اکبر رخصت ہو کر میدانِ کارزار کی طرف آئے۔جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا۔مشکِ کامل کی خوشبو سے میدان مہک گیا۔چہرۂ انور کی تجلی نے معرکۂ کارزار کا عالمِ انوار بنا دیا۔عمرو بن سعد لشکر یزیدی کے سپہ سالار کو با آواز بلند یہ کہہ کر پکار دی۔

مَالَكَ قَطَعَ اللّٰهُ رَحِمَكَ وَلَا بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَمْرِكَ وَسَلَّطَ عَلَيْكَ مَنْ يَّذْبَحُكَ بَعْدِيْ عَلٰى فِرَاشِكَ كَمَا قَطَعْتَ رَحِمِيْ وَلَمْ تَحْفَظْ قَرَابَتِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔(ایضاً)

تجھے کیا ہو گیا ہے اللہ تیرے اوپر رحم کو قطع کر دے اور تجھے اپنے معاملات میں برکت نہ دے اور میرے بعد تجھ پر ایسے شخص کو مسلط کر دے جو تجھے تیرے بستر پر ذبح کرے۔جس طرح تو نے مجھ سے قطع رحمی کی اور میری قرابت داری رسول کا کوئی لحاظ نہ کیا۔

ادھر اس آواز کا نکلنا تھا کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک پر قرآن پاک کی اس آیت کی تلاوت جاری تھی۔اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔اور ادھر شہزادے کی یہ آواز هَلْ مَنْ مُّبَارِزٍ۔کیا کوئی ہے جو میرے ساتھ آ کر مقابلہ کرے آؤ تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔شہزادے نے اپنی زبان مبارک سے اس وقت یہ رجز پڑھی۔

اَنَا عَلِيُّ ابْنُ حُسَيْنِ ابْنِ عَلِيْ
نَحْنُ اَهْلُ بَيْتٍ اَوْلَى النَّبِيْ
وَاللّٰهِ لَا يَحْكُمُ فِيْنَا اِبْنُ الدَّعِيْ
اَطْعَنُكُمْ بِالرُّمْحِ حَتّٰى يَنْثَنِيْ
اَضْرِبُكُمْ بِالسَّيْفِ اَحْمِيْ عَنْ اَبِيْ
ضَرْبَ غُلَامٍ هَاشِمِيٍّ عَلَوِيْ۔

کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستان کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ اٹھا لیکن ان یزیدیوں کے دل پتھر سے بدرجہا سخت تھے۔جنہوں نے اس نوبادہ چمنستان رسالت کی زبانِ شیریں سے کلمے سنے پھر بھی ان کی آتشِ عناد سرد نہ ہوئی اور کمینے سینوں سے کینہ دور نہ ہوا۔

سید المفسرین صدر الافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میدان میں اس کے حسنِ عمل دیکھ کر نعیم
حیرت سے بدحواس تھے جتنے تھے شیخ وشاب

شہزادہ کی شجاعت وہیبت وجلالت دیکھ کر کسی کو ان کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوتی شہزادے کی تلوار قومِ اشقیاء پر اس طرح چلی جیسے کھیروں اور تروں کو کاٹا جاتا ہے۔ جدھر کا رخ فرماتے کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔ اہلِ کوفہ آپ کے قتل وقتال سے کئی کتراتے تھے۔ عمرو بن سعد اور اس کی فوج مقتولین کی کثرت سے بلبلا اٹھے حتیٰ کہ ایک سو بیس ناریوں کو واصلِ جہنم کیا اسی دوران حضرت شہزادہ عالی وقار کے جسمِ اقدس پر کافی زخم آچکے تھے پیاس کا شدید غلبہ ہوا گھوڑے کی باگیں موڑیں جسم کے کئی حصوں سے خون نکل رہا ہے کہ زخموں سے چور ہو کر حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا **اَبَتَاہ الْعَطَشُ قَدْقَتَلَنِیْ وَثِقْلُ الْحَدِیْدِ اَجْهَدَنِیْ فَهَلْ اِلٰی شِرْبَةٍ مِّنَ الْمَاءِ** ابا جان مجھے پیاس نے مار دیا ہے اور ہتھیاروں کے بوجھ نے تھکا دیا ہے۔ کیا تھوڑا سا پانی حلق کو تر کرنے کے لیے مل سکتا ہے تاکہ اس سے تازہ دم ہو کر دشمنوں سے لڑنے کے لیے طاقت حاصل کر سکوں۔

شہادتِ عظمیٰ اور جواں بیٹے کی لاش پر بے کس باپ کی آمد

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ جواں سالہ بیٹے کی بیکسی کی حالت دیکھ کر رو پڑے اور فرمانے لگے

وَاغوثاه یٰبُنَیَّ مِنْ اَیْنَ اٰتِیْ لَكَ الْمَاءُ قَاتِلْ قَلِیْلًا فَمَا اَسْرَعَ اَنْ تُلْقِیْ جَدَّكَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَیَسْقِیْكَ بِكَاْسِهٖ لَا تَظْمَاءُ بَعْدَهٗ اَبَدًا ۔(حیات)

افسوس اے پیارے بیٹے: میں کہاں سے تمہارے لیے، پانی لاؤں۔ بیٹا تھوڑی دیر اور جہاد کرو۔ بہت جلد اپنے جدِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرو گے اور وہ تمہیں شرابِ طہور یعنی جنت کا وہ جام پلائیں گے کہ اس کے بعد پھر تم کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔

یَابُنَیَّ هَاتِ لِسَانَكَ۔ اپنی زبان میرے منہ میں دو اور میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ انگوٹھی چاندی کی میرے پاس نشانی ہے اس کو چوس لو۔ شہزادے نے ایسا ہی کیا اور عرض کیا ابا جان: اب دل کو کچھ تسکین ہوئی ہے۔ شہزادہ پھر واپس میدانِ کارزار میں آیا اور یزیدی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور زبان مبارک سے یہ رجز پڑھی۔

اَلْحَرْبُ قَدْ بَانَتْ لَنَا الْحَقَائِقِ
وَظَهَرَتْ مَنْ بَعْدَهَا مَصَادِق
وَاللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ لَانَفَارِق
جَمُوعَكُمْ اَوْلَغِمِر الْبَرَارِق

اور بائیں دائیں بڑھ بڑھ کر حملے کیے یہاں تک کہ مزید اسی دشمنانِ اسلام کو واصلِ جہنم کیا اس طرح جب پورے دو سو ناریوں کو واصلِ جہنم کر چکے تو اشقیاء نے عمرو بن سعد کے کہنے پر یکبارگی شہزادہ حضرت سیدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ جب چاروں طرف سے حملے شروع ہوئے تو شہزادہ کا جسمِ نازنین چکنا چور ہو گیا۔ چمنِ فاطمہ علیہا السلام اور گلستانِ رسالت کا یہ پھول اپنے خون میں نہا گیا تو آپ اس حالت میں پشتِ فرس سے کربلا کی زمین پر آئے تو آواز دی اور شہزادہ کو تڑپتے ہوئے اٹھا لیا اور خیمے کی طرف لے کر آئے اور اپنے دامنِ اقدس سے شہزادے کے چہرہ کو صاف کیا اور ان کے چہرہ پر چہرہ رکھا۔ شہزادے نے آنکھ کھولی تو دیکھا ابا جان کی گود

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں ہے عرض کیا:

يَاأَبَتَاهُ عَلَيْكَ السَّلَامُ هٰذَا جَدِّي رَسُوْلُ اللهِ قَدْ سَقَانِيْ بِكَأْسِهٖ شِرْبَةً لَا أَظْمَأُ بَعْدَهٗ أَبَدًا وَهُوَ يَقْرَءُكَ سَلَامٌ وَيَقُوْلُ لَكَ عَجِّلِ الْقَدِمْ إِلَيْنَا۔

ابا جان میرا آخری سلام قبول ہو یہ میرے جدِ امجد سرکار محمد رسول اللہ ﷺ ہیں انہوں نے مجھے ایسا جام پلایا ہے کہ مجھے اب کبھی پیاس نہ لگے گی اور فرمار ہے ہیں کہ آپ بھی جلدی آ جائیں۔

اس کے بعد حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنی باہیں شہزادے کے گلے میں ڈال دیں اور منہ پر منہ رکھ کر رو پڑے۔

وَوَضَعَ خَدَّهٗ عَلٰى خَدِّهٖ ثُمَّ انْهَمَلَتْ عَيْنَا بِالدُّمُوْعِ ثُمَّ قَالَ عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَا۔

اپنا رخسار شہزادے کے رخسار پر رکھ کر زار وقطار روئے اور کہا بیٹا اب تمہارے جانے کے بعد دنیاوی زندگی پر خاک ہے۔

يَابُنَيَّ لَقَدِ اسْتَرَحْتَ مِنْ هَمِّ الدُّنْيَا وَغَمِّهَا وَبَقِيَ أَبُوْكَ فَرِيْدًا۔ (الحیات)

بیٹا تم تو دنیا کے ہم وغم سے نجات پا گئے لیکن تمہارا باپ تنہا رہ گیا۔

حضرت امام یہ جملے فرماتے جاتے اور شہزادہ کے رخِ انور کے بوسے لیتے جاتے اور یہاں تک فرمایا۔

لَعَنَ اللهُ وَقَتَلَ اللهُ قَوْمًا قَتَلُوْكَ مَا أَجْرَاهُمْ عَلَى النَّارِ وَعَلٰى إِهَانَتِ حُرْمَةِ الرَّسُوْلِ ﷺ۔

بیٹا اللہ تعالیٰ اس ظالم قوم پر لعنت کرے اور اس کو ہلاک کرے جس نے تجھے شہید کیا انہیں کس چیز نے جہنم کی آگ میں دھکیلا اور حرمتِ رسول کی توہین کرنے پر جرأت کی۔

اسی اثناء میں شہزادۂ عالی قدر حضرت سیدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ نے چند سرد آہیں لیں اور اپنے شفیق باپ کی آغوش میں جان دے دی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ دار الفناء سے دار القرار کو چلے گئے۔ حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف منہ کیا اور زور کے ساتھ بے اختیار ہو کر رو پڑے وَرَفَعَ الْحُسَيْنُ صَوْتَهٗ وَلَمْ يَسْمَعْ أَحَدًا إِلٰى ذٰلِكَ الزَّمَانِ صَوْتَهٗ بِالْبُكَاءِ۔ کہ ایسا کبھی ان کے رونے کی آواز نہ سنی تھی اور کہا اے باری تعالیٰ یہ تھی حسین کی ساری زندگی کی پچیس سالہ نوجوان بیٹا کمائی جس کی قربانی دے دی ہے اے اللہ اس کو قبول فرما۔

پچیس سال کی ہے یہ دولت حسین کی
اب ہے تیرے سپرد امانت حسین کی

لاشۂ اقدس پر پاک بیبیاں روئیں حضرت امام نے صبر کی تلقین فرمائی اس وقت اہلِ بیت کی مستورات پر جو گذری اس کو بیان کرنے سے زبان وقلم قاصر ہے۔

دیتے تھے دہائی اہلِ بیت شہزادے کی لاش پر
تصویر گھر سے جاتی رہی ہے خیر الانام کی

صدر الافاضل سید المفسرین سند المحققین حکیم الامت حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین شاہ صاحب مراد آبادی نور اللہ مرقدہ شہزادۂ علی اکبر ابن امامِ حسین رضی اللہ عنہما کی شان وشوکت وعظمت پر خود لکھتے ہیں:

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نورِ نگاہ فاطمہ آسماں جناب
صبرِ دل خدیجہ پاک ارم قباب
لختِ دلِ امامِ حسین ابن ابی تراب
شیرِ خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب توقامت تھا لاجواب
گیسوئے تھے مشک ناب توچہرہ تھاآفتاب
چہرہ سے شہزادہ کے اٹھاجبھی نقاب
مہرو سپہر ہوگیا خجلت سے آب آب
کاکل کی شام رخ کی سحر موسم شباب
سنبل نثار شام فدائے سحر گلاب
شہزادہٗ جلیل علی اکبر جمیل
بستانِ حسن میں گلِ خوش منظر شباب
پالا تھا اہلِ بیت نے آغوشِ ناز میں
شرمندہ اس کی نازکی سے شیشۂ حباب
صحرائے کوفہ عالمِ انوار بن گیا
چمکا جو ان میں فاطمہ زہرا کا ماہتاب
خورشید جلوہ گر ہواپشتِ سمند ابر
جب ہاشمی جوان کے رخ سے اٹھا نقاب
حوروں نے مرحبا کہا شوکت تھی رجز خواں
جرأت نے باگ تھامی شجاعت نے کی رکاب
چہرہ کو اس کے دیکھ کرآنکھیں جھپک گئیں
دل کانپ اٹھے ہوگیا اعداء کواضطراب
سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے
غیظ وغضب کے شعلوں سے دل ہوگئے کباب
نیزہ جگر شگاف تھا اس گل کے ہاتھ میں
یااژدھا تھا موت کایا اسود العقاب
چمکا کہ تیغ مردوں کو نامرد کردیا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس سے نظر ملاتا یہ تھی کس کے دل میں تاب
کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں
ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب
مردان کارلرزہ براندام ہوگئے
شیرافگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب
پیکروں کو تیغ سے دوپارہ کر دیا
کی ضرب خود پر تواڑا ڈالا تارکاب
تلوار تھی کہ صاعقۂ برقِ بار تھا
یاازبرائے رجم شیاطین تھا شہاب
چہرے میں آفتابِ نبوت کا نور تھا
آنکھوں میں شان صولت سرکار ابوتراب
پیاسا رکھا جنہوں نے انہیں سیر کردیا
اس جود پر ہے آج تیری تیغ زہر آب
میدان میں اس کے حسنِ عمل دیکھ کر نعیم
حیرت سے بدحواس تھے جتنے تھے شیخ وشاب

(سوانح کربلا ص ۱۱۵، ۱۱۴)

اولادِ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی قربانیاں

حضرت عقیل ابن عمران ابی طالب رضی اللہ عنہما کی اولاد امجاد میں سے ایک صاحبزادے حضرت مسلم شہید در کوفہ تھے اور باقی آپ کے صاحبزادے جو کربلا میں سرکار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آئے تھے ان کی شہادتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت عقیل سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے حقیقی بھائی از بطن سیدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد تھے۔ گویا کہ اولادِ حضرت عقیل سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے اور اولادِ عقیل میں آپ کے دو پوتے کوفہ میں شہید ہوئے اور ایک پوتے کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی جداگانہ شہادتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما امام مسلم کے بیٹے تھے۔ انہی کے والد معظم کو کوفہ میں ظالموں نے بیدردی سے شہید کردیا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما از بطنِ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ میدانِ کربلا میں موجود تھے حضرت سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے نوجوان صاحبزادے تھے۔ حضرت امام عالی مقام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے میدان کارزار میں جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت امام عالی نے فرمایا پیارے عبداللہ رضی اللہ عنہ تمہارے باپ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کوفہ میں ہوچکی ہے تم جہاد کے لیے نہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جاؤ اور اپنی والدہ محترمہ سیدہ کے ساتھ رہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور کیا یہ ہوسکتا ہے کہ جس کے باپ نے حق کی خاطر جان دے دی اس کا بیٹا اس عظیم سعادت سے محروم رہے میں بھی چاہتا ہوں کہ جہاد میں ظالموں کا مقابلہ کروں اور خود کو خدا کے سپرد کروں۔ بالآخر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اصرار پر حضرت امام ہمام کو اجازت دینا پڑی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اہلِ بیتِ اطہار سے آخری سلام و اپنی والدہ محترمہ سے پیار و دعا لے کر میدان کارزار کی طرف آئے جب آپ دشمنوں کے مقابل ہوئے تو آپ کی تلوار سے تین افراد قومِ اشقیاء واصلِ جہنم ہوئے۔ اسی اثناء میں عمرو بن صبیح صدائی نے آپ کی پیشانی اقدس پر اس قدر شدید تیر مارا اور آپ نے پیشانی پر ہاتھ رکھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ کلمات کہے۔ اَللّٰھُمَّ فَاقْتُلْھُمْ کَمَا قَتَلُوْنَا وَاَذِلَّھُمْ کَمَا اسْتَذَلُّوْنَا۔ اے الٰہ العالمین ان لوگوں نے ہم کو کمزور سمجھ کر ہم کو ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو ان کو ذلیل کر اور جس طرح انہوں نے ہم کو قتل کیا ہے تو ان کو قتل کر۔ اسی اثناء میں ایک اور ظالم یزید بن قاد الجھنی نے آپ کے سینۂ اقدس پر اس زور سے نیزہ کا وار کیا جو دل پر لگا۔ حضرت عبداللہ شہزادہ امام مسلم بن عقیل جانبر نہ ہوسکے اور جامِ شہادت نوش فرما کر دار البقاء کی طرف سدھار گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (الحیات)

۳۔ حضرت محمد بن حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت محمد رضی اللہ عنہ حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی عمر مبارک واقعۂ کربلا کے وقت تیرہ سال تھی۔ جب اپنے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو خاک و خون میں تڑپتے دیکھا تو بے تاب ہو گئے اور حضرت امام ہمام کے پاس اذنِ جہاد کے لیے حاضر ہوئے۔ آخر آپ نے ان کو اجازت فرمادی۔ حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ کارزار میں آئے، قوم جفا کار کا مقابلہ کیا۔ اسی حالت میں ابو جرہم ازدی اور لقیط بن ایاس جہنی کے شدید حملوں سے شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۴۔ حضرت جعفر ابن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے چشم و چراغ ہیں۔ والدہ ماجدہ کا نام خوصا ہے۔ کنیت ان کی ام النضر بنت عمرو بن عامر کلابی ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اذنِ جہاد لے کر یہ رجز پڑھتے ہوئے لشکرِ اشرار پر ٹوٹ پڑے۔

اَنَا الْغُلَامُ الْاَبْطَحِی الطَّالِبِی
مِنْ مَعْشَرٍ بنی ھَاشِمَ وَغَالِبِ
وَنَحن حَقًّا سَادۃ الذَّوائبِ
ھٰذا حُسَیْنُ اَطْیَبُ الْاَطَائِبِ
مِنْ عِتْرَۃَ الْبرالتَّقِی الثَّاقِبِ

کافی دیر قومِ اشقیاء کا مقابلہ کیا اور پندرہ یزیدیوں کو واصلِ جہنم کرنے کے بعد خود بشر بن حوط ہمدانی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۵۔ حضرت عبد الرحمٰن ابنِ عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عبد الرحمن بن عقیل اپنے بھائی کی شہادت کے بعد اجازت لے کر یہ رجز پڑھتے ہوئے کارزار میں تشریف لائے۔

أَبِيْ عَقِيْلَ فَاعْرِ فُوْا مَكَانِيْ
مِنْ هَاشِمِ وَهَاشِمِ إِخْوَانِيْ
كُهُوْل صِدق سَادَة إِلا قُرَّانِ
هٰذَا الحسين سَامِخ البُنْيَان
سَيِّد الشِّيب مَعَ الشّبانِيْ
وَسَيِّد الشَّبَابِ فِي الْجِنَانِ

سخت دشمنانِ دین سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ سترہ افرادِ اشقیاء کو جہنم رسید کیا۔ آخر کار عثمان بن خالد جہنی اور بشر بن حوط کے سخت حملوں سے آپ دار الفناء سے دار البقاء تشریف لے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۶۔ حضرت محمد بن ابی سعید ابن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن ابی سعید بن عقیل رضی اللہ عنہ واقعۂ کربلا میں ابھی سنِ بلوغ تک نہیں پہنچے تھے کہ میدانِ کارزار میں گئے۔ اور جہاد کی حالت میں لقیط بن ایاس جہنی کے تیر سے آپ شہید ہوئے۔

اولادِ جعفر طیار کی قربانیاں

حضرت جعفر طیار حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے اور ان کے والد عمران ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ یعنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سگے بھائی تھے ان کی اولادِ امجاد میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے فرزندِ ارجمند تھے۔ ان کی زوجیت میں حضرت سیدہ زینب بنتِ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کسی وجہ سے کربلا نہ آسکے لیکن انہوں نے اپنی اہلیہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ اسی وجہ سے مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ اور مکہ سے کربلا تک سیدہ زینب اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رہیں اور حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ عنہما نے اپنے دونوجوان صاحبزادوں حضرت عون و حضرت محمد رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ کربلا بھیج دیا۔ بعض نے ان کی عمر کو واقعۂ کربلا پر آٹھ نو سال لکھ دیا ہے لیکن ایسا نہیں تحقیق کی روشنی میں اس وقت ان کی عمر اٹھارہ انیس برس کے لگ بھگ تھی۔ لہذا اب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے دو پوتوں جو حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہما کے فرزند تھے ان کی شہادتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۷۔ حضرت محمد ابن عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن حضرت عبداللہ بن حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما واقعہ کربلا کے وقت جوان عمر کے تھے اپنے ماموں جان سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے اب کارزار میں جانے کی اجازت دیں۔ آپ ان کو دیکھ کر رو پڑے اور شوقِ جہاد و شہادت پر خوش بھی ہوئے۔ بڑے اصرار کے بعد آخر آپ نے ان کو اجازت مرحمت فرما دی۔ حضرت محمد بن حضرت عبداللہ جب

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میدان کی طرف نکلے تو زبان سے یہ کلمات پڑھے۔

اَشکُوا اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْعُدْوَانِ
فَعَالَ قَوْمٍ فِی الرَّدٰی عُمْیَانِ
قَدْبَدَّلُوا مَعَالِمَ الْقُرْآنِ
وَمُحْکَم التَّنْزِیْلِ وَالتِّبْیَانِ
وَاَظْهَرُ وَالْکُفْرَ مَعَ الطُّغْیَانِ

حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیر ببر کی طرح قومِ اشقیاء پر حملہ کیا اور دس افراد قومِ جفا کار کے واصلِ جہنم کئے۔ بالآخر حضرت محمد رضی اللہ عنہ کو ظالموں نے اپنے نرغے میں گھیر لیا اور حملے کرنے شروع کر دیے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادے اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پوتے اور سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نور نظر دل کے قرار ایک ظالم ملعون عامر بن نہشل تمیمی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت امامِ عالی مقام نے شہزادے کی لاش اقدس کو اٹھایا اور خیمے کے پاس لاشوں کے قریب رکھ کر فرمایا۔ اے میری ماں جائی بہن تمہاری حسرت پوری ہو گئی آج تمہارا لختِ جگر میرے نانا جان کے پاس پہنچ گیا ہے۔ ماں نے شہزادے کی لاش کو دیکھ کر کہا بیٹا تو نے میرا دل راضی کر دیا ہے قیامت کو مجھے اور تمہارے باپ و خاندان ہاشمی کو یہ فخر ہو گا کہ جس لال نے میرا دودھ پیا تھا اس نے کربلا میں دینِ حق کی خاطر جان دینے سے گریز نہ کیا۔ بڑے صبر و رضا کے ساتھ اس زخم کو برداشت فرمایا۔ (الحیات)

۸۔ حضرت عون ابن عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت عون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھانجے ہیں اپنے بھائی حضرت محمد رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہوں نے بھی حضرت امامِ عالی مقام سے اذنِ جہاد طلب کیا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے کارزار میں آئے۔

اَنْ تَنْکَرُوْنِیْ فَاَنَا بْنُ جَعْفَرٍ
شَهِیْدُ صِدْقٍ فِی الْجِنَانِ اَزْهَرَ

پھر دادِ شجاعت دیتے ہوئے آپ نے تین اشخاصِ اشقیاء کے سوار اور اٹھارہ پیادوں کو کیفرِ کردار واصل فی النار کرنے کے بعد عبداللہ بن قطبہ طائی کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کی لاشِ مقدسہ کو اٹھایا اور لاشانِ مقدسہ کے ساتھ رکھا۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے شکر ادا کیا کہ اے الٰہ العالمین تو نے زینب رضی اللہ عنہا کے اس بیٹے کی قربانی کو بھی قبول فرما لیا ہے۔

اولادِ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کی قربانیاں

حضرت سیدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی سیدہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند اور سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔ ان کی اولادِ امجاد میں سے ان کے بیٹے کربلا میں تشریف لائے اور انہوں نے اپنی جانیں قربان

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گیں اب ان صاحبزادوں کی شہادتوں کا بیان کیا جاتا ہے۔ سیدنا امامِ حسن کثیر الازواج اور کثیر الاولاد تھے ان سب کا تفصیلی ذکر کیا جاچکا ہے۔ یہاں پر ان کا ذکر کیا جا رہا ہے جو کربلا میں شہید ہوئے۔

۹۔ شہزادہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ابن امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جو از بطن رملہ تھے آپ کی والدہ محترمہ واقعۂ کربلا میں موجود تھیں۔ جب شہزادہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں جانے کے لیے اپنے خیام سے تیاری شروع فرمائی تو حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب میرے بھائی راکبِ دوشِ مصطفیٰ کا نورِ نظر جس کو دیکھ کر اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کی یاد آجاتی ہے جن کا چہرۂ انور اپنے باپ کے ساتھ ملتا جلتا ہے اب میرا یہ پیارا قاسم میدانِ کارزار میں جہاد کے لیے آراستہ ہو رہا ہے۔ اس منظر کو دیکھتے ہی حضرت امام حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے گلے جا لگے اور اس قدر روئے کہ غشی طاری ہوگئی۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے تسلی و تشفی فرمائی۔ اور اپنے شوقِ جہاد اور خونِ حیدری کے جوش کا مظاہرہ کیا اور اجازت چاہی لیکن حضرت امام اپنے بھائی کی اس عظیم نشانی کو اپنے سے جدا کرنے پر پس و پیش کرتے رہے۔ بالآخر شہزادے نے اپنے چچا جان بزرگوار سے بڑے اصرار کے بعد اجازت حاصل کرلی۔ شہزادے اسی حال میں میدانِ کارزار میں نکلے کہ ان کی آنکھیں چچا کے غم میں پرنم تھیں اور چچا کی بھتیجے کی جدائی میں، صاحبِ حیات فرماتے ہیں کہ جب شہزادہ چل پڑا تو حضرت امامِ عالی مقام نے فرمایا۔

يَاوَلَدِيْ اَتَمْشِيْ بِرِجْلِكَ اِلَى الْمَوْتِ۔

اے پیارے بیٹے قاسم رضی اللہ عنہ کیا تم اپنے قدموں سے چل کر موت کی طرف جاتے ہو۔

شہزادہ قاسم رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا۔

كَيْفَ لَا يَاعَمُّ! وَاَنْتَ بَيْنَ الْاَعْدَاءِ صِرْتَ وَحِيْدًا فَرِيْدًا لَمْ تَجِدْ صَاحِبًا وَلَا صَدِيْقًا. رُوْحِيْ لِرُوْحِكَ الْفِدَاءُ وَنَفْسِيْ لِنَفْسِكَ الْوِقَاءُ۔ (ایضاً)

اے عم بزرگوار بھلا میں ایسا کیونکر نہ کروں جب کہ آپ کو اعداء کے نرغہ میں بے یار و مددگار تنہا کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ میری جان آپ پر فدا ہو۔

امام ہمام یہ جواب سن کر رو پڑے اور قاسم رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا کر بوسہ دیا اور سپردِ خدا کیا اور فرمایا اچھا ہم بھی تمہارے پیچھے آرہے ہیں۔

شہزادہ آخری سلام فرما کر کارزار میں کود پڑے اور زبانِ اقدس پر یہ رجز پڑھتے گئے۔

اَنْ تَنْكُرُوْنِيْ فَاَنَا ابْنُ الْحَسَنْ
سِبْطُ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى الْمُؤْتَمَنْ
كَانَ حُسَيْنَ فَكَلَا سَيرَ الْمُؤْتَهِنْ
بَيْنَ اُنَاسٍ لَالغواصُوْبَ الْمزنْ

یزیدی لشکر نوجوان شہزادہ قاسم رضی اللہ عنہ کے چہرہ انوار کی تابانی و چمک و ہیبت اور رجز سن کر بوکھلا گیا۔ میدانِ کارزار میں ایک آفتاب چمک رہا ہے۔ خَرَجَ اِلَيْنَا قَاسِمٌ كَاَنَّ وُجْهَهٗ كَالْقَمَرِ۔ ہماری طرف ایک قاسم نامی شخص آیا جس کا چہرہ چاند کی مانند تھا گویا کہ چاند نمودار ہوا ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ نے فوجِ اشقیاء کا مقابلہ فرمایا اور ستر ناریوں کو واصلِ جہنم کیا۔ اسی اثناء میں عمرو بن سعد بن نفیر ازدی ظالم ملعون نے اس قدر زور سے تلوار ماری کہ شہزادہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا سرِ انور شگافتہ ہوگیا۔ اور بل کھا کر زینِ فرس سے منہ کے بل فرشِ زمین پر گر پڑے۔ آپ نے عمِ محترم کو آواز دی یا عماہ حضرت امام نے جب حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو آپ دوڑتے ہوئے آئے دیکھا کہ قاتل آپ کے پاس کھڑا ہے آپ نے اسے روکا لیکن باز نہ آیا۔ الٹا تلوار سے حضرت امام ہمام کو مارنے لگا قدرتِ الٰہیہ سے اس کا اپنا ہاتھ کٹ کر گر گیا اس نے اپنے ساتھیوں کو مدد کے لیے طلب کیا وہ کثرت سے دوڑتے آئے ان کے اپنے گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے ہی وہ کچلا گیا۔ جہنم رسید ہوگیا۔

حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ شہزادہ کے قریب کھڑے ہیں کہ شہزادہ تڑپ رہا ہے اور امام غم کی حالت میں فرما رہے تھے۔ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ قَتَلُوْكَ خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْكَ جَدُّكَ۔ ہلاک ہو وہ قوم جس نے تم کو قتل کیا ان کے واسطے جن کے لیے قیامت کے روز آقائے نامدار ان کے دشمن ہوں گے۔ اسی اثناء میں شہزادہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ابن امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامِ شہادت نوش فرما کر جنت کو سدھار گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت امام حسین نے ان کی لاش مبارک کو اٹھایا اور خیام کے پاس لاشانِ مقدسہ کے قریب رکھا جو مرکزِ سپاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

۱۰۔ حضرت ابوبکر ابن امام حسن رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں۔ ان کی اور حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ایک تھیں۔ گویا کہ یہ دونوں ماں باپ کی طرف سے سگے بھائی تھے اور حضرت قاسم سے بڑے تھے۔ انہوں نے بھی حضرت امام سے اذنِ جہاد لے کر بڑے اصرار کے بعد میدانِ کارزار کا رخ کیا۔

اَنْ تَنْكُرُوْنِيْ فَاَنَا ابْنِ حَيْدَرَه
ضَرْغَامَ اَجَامَ وَلَيْثَ صَتُوْرَهٗ
عَلَى الْاَعَادِيْ مِثْلِ رِيْحٍ صَرْصَرَه
اَكِيْلَكُمْ بِالسَّيْفِ كَيْلِ السَّنْدَرَهٗ

آپ نے بھی بڑی شجاعت کے ساتھ قومِ اشقیاء کا مقابلہ کیا اور چودہ ناریوں کو واصلِ جہنم کیا بالآخر عبداللہ بن عقبہ الغنوی کے تیر سے آپ درجۂ شہادت کو پہنچے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (الحیات)

۱۱۔ حضرت عبداللہ (الاصغر) ابن امام حسن رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ رملہ بنت شلیل بن عبداللہ بجلی تھیں۔ حضرت شلیل صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ صغیر السن تھے گیارہ سال کی عمر تھی جب یہ کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ یوں ہے کہ جب امام الشہداء نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تیروں سے دشمنوں نے چھلنی کر دیا یہ حالتِ زار دیکھ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے چچا جان کی حمایت کے لیے دشمن کے نرغہ میں کود پڑے۔ دیکھا کہ ایک تلوار لے کر قاتل الجبر بن کعب کھڑا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہے آپ نے اس کو جا کر فرمایا۔ یَا ظَالِمُ اَنْتَ تَقْتُلُ عَمِّی۔ ظالم میرے چچا کو قتل کرتا ہے۔ اس نے طیش میں آ کر حضرت عبداللہ کے تلوار ماری جس سے شہزادہ کا ہاتھ کٹ گیا۔ شہزادہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا عماہ اے چچا جان امام ہمام نے جب حضرت عبداللہ کو دیکھا تو اسی لہولہان حالت رضی اللہ عنہ میں سینہ سے لگا لیا دلاسا دیتے ہوئے فرمایا۔ یَا ابْنَ اَخِیْ اِصْبِرْ مَا نَزَلَ بِكَ وَاَحْتَسِبْ فِیْ ذٰلِكَ الْخَیْرَ فَاِنَّ اللّٰهَ یُلْحِقُكَ بِاٰبَائِكَ الصَّالِحِیْنَ۔ اے بھتیجا۔ اس مصیبت پر صبر کرو اور خیر و ثواب کی توقع رکھو۔ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے نیک آباء و جداد کے ساتھ ملحق کرے گا۔ شہزادہ حضرت عبداللہ ابن امام حسن رضی اللہ عنہ چچا جان کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے کہ ایک ملعون ظالم حرملہ ابن کاہل نے اس قدر شدید حملہ کیا کہ شہزادہ نے تڑپ کر جان دے دی اور ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے جنت میں شہداء کربلا کے ساتھ ملحق ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (الحیات)

اولادِ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قربانیاں

حضرت سیدنا مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں تو کوئی اور نکاح نہ فرمایا لیکن ان کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آٹھ اور نکاح فرمائے۔ کل نو ازواج ہوئیں۔ اور ان سب سے کافی اولاد امجاد ہوئی۔ جیسا کہ اس کا بھی تفصیلی ذکر ہو چکا ہے ان تمام اولادِ امجاد میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے جو صاحبزادے کربلا میں شہید ہوئے اب ان صاحبزادوں کی شہادتوں کی تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۲۔ حضرت ابوبکر بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حیدر کرار سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے ہیں ان کی والدہ ماجدہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد درامیہ ہیں۔ آپ نے حضرت امام الشہداء سے اجازت جہادِ طلب کی اور میدانِ کارزار میں تشریف لائے تو آپ کی زبان پر یہ رجز تھی پھر زبردست دشمنوں سے جنگ فرمائی اور آپ نے اکیس ناریوں کو نارِ جہنم میں رسید کیا ایک ظالم ملعون زجر بن قیس کے ہاتھوں آپ شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ شہدائے کربلا کی لاشوں کی جماعت میں ان کی بھی لاشِ مقدس رکھی گئی۔

۱۳۔ حضرت محمد رضی اللہ عنہ ابن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا محمد رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شہزادے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس الخشمیہ تھیں اور یہ حضرت محمد بن الحنفیہ سے چھوٹے تھے۔ آپ نے بھی اذنِ جہاد طلب کیا اور کارزار میں یزیدیوں سے خوب لڑائی کی اور کئی افراد کو جہنم رسید کیا بعد ازاں خود ایک ملعون ذرعہ شریک کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ قاتل ملعون کا چند گھڑیوں کے بعد پانی پیتے ہوئے پیٹ پھٹ گیا اور واصلِ جہنم ہوا۔

۱۴۔ حضرت عبداللہ ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ جناب عباس رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے ان کی پیدائش پر آپ نے فرمایا میں اپنے بھائی کے نام پر اس کا نام رکھتا ہوں اور وہ عثمان رضی اللہ عنہ ہے جو

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جلیل القدر صحابی ہیں۔ واقعۂ کربلا کے وقت حضرت عثمان ابن علی رضی اللہ عنہ کی عمر پچیس سال تھی۔ آپ پورے چودہ سال حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ واقعۂ کربلا کے خونی منظر پر آخر حضرت عثمان فرزندِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اذنِ جہاد طلب فرمایا آپ اجازت لے کر قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ رجز تھی۔

اِنِّیْ عُثْمَانِ ذوالمفاخر
شَیخی عَلَی الْفَعَالِ الطاهر
هٰذَا حُسینٌ خیرۃ الاخایر
وَسید الصغارو الْکبایر

شدید ضرب وحرب کے بعد خولی بن یزید اصحی ملعون نے آپ کو ایک ایسا تیر مارا کہ شہزادہ عثمان ابن حیدر کرار رضی اللہ عنہ فرس کی زین سے فرشِ زمین پر آ گئے اور تڑپتے رہے اسی اثناء میں موقعہ پا کر ایک ملعون ایان بن درام نے آگے بڑھ کر حضرت عثمان ابنِ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نورِ نظر کا سرِ اقدس جسدِ اطہر سے قلم کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (الحیات)

۱۶۔ حضرت جعفر ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے تھے۔ سب بھائیوں سے واقعۂ کربلا میں ان کی عمر تھوڑی تھی۔ بوقتِ شہادت آپ کی عمر اکیس سال تھی۔ حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہ سے دو برس چھوٹے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کی پیدائش پر نام رکھتے ہوئے فرمایا میں ان کا نام اپنے بھائی جعفر علیہ السلام طیار کے نام پر رکھتا ہوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اذنِ جہاد لے کر میدانِ کارزار کی طرف تشریف لائے تو آپ نے یہ رجز پڑھی۔

انی انا جَعْفر ذَوَالمعالی
ابن علی الخیر ذی النوال
حسبی بقمی شرفًا وَخالی
اَحمی حُسَیْنًا ذِی الندی المفضال

آپ نے کئی افراد جہنم رسید کئے بالآخر ہانی بن شبیت ملعون کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ایک روایت ان کے قاتل کے متعلق یوں بھی آئی ہے کہ خولی بن یزید نے اس قدر زور سے نیزہ حضرت جعفر بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ماتھے پر مارا جس کی کاری ضرب آپ کے لیے شہادت کا سبب بنی۔

۱۷۔ صاحبِ اللّواء ابوالفضل حضرت عباس ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت سیدنا ابوالفضل العباس ابن حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں شعبان المعظم ۲۶ ہجری کو ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام البنین فاطمہ بنت خزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر الکلابی تھیں یہ وہ ام البنین تھیں جن کا خاندان عرب میں صف شکنی اور شیر افگنی میں مشہور اور معروف تھا تمام قبائل عرب میں یہ خاندان اپنی شجاعت وشہامت میں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بے نظیر تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس بات پر بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ جس طرح آپ شجاعت وشہامت میں اعلیٰ درجہ کے مشہور ہیں آپ کی بیوی حضرت ام البنین بھی شجاعی خاندان سے تھیں۔ آپ کے ہی بطن سے حضرت کے یہ چار فرزند پیدا ہوئے۔ ا۔ حضرت ابوالفضل العباس رضی اللہ عنہ ۔ ۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۔ ۳۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ ۴۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو سب کے سب میدانِ کربلا میں یومِ عاشورہ حضرت امام ہمام کی نصرت کے ساتھ جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ دنیا کے لیے سوتیلے بھائیوں کے وفاداری وجان نثاری کی مثال قائم کردی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو چودہ سال تک اپنے والد معظم کی شفقت نصیب ہوئی تھی پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ اپنے والد عظیم کی شہادت کے بعد دس سال کا عرصہ حضرت سیدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ گویا کہ اس طرح بوقتِ شہادت آپ کی عمر مبارک چونتیس سال تھی۔ واقعۂ کربلا کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، عثمان وجعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس ان چاروں بھائیوں کی والدہ ماجدہ حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں موجود تھیں۔

القابات

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی دو کنیتیں بڑی مشہور ہیں۔ ایک ابوالفضل، اور دوسری ابوالقرابہ۔ آپ کے القابات بھی بہت مشہور ومعروف ہیں۔ آپ کو قمر بنی ہاشم بھی کہا جاتا ہے اور علمبردار بھی کہا جاتا ہے سقائے اہلِ بیت بھی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں باب الحوائج، الشہید، العبد الصالح، صاحب اللّواء بھی القاباتِ جلیلہ آپ کے ہیں۔

شکل وشمائل وفضائل

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کشیدہ اقامت متناسب اعضاء کے نہایت وجیہ نوجوان تھے تمام اربابِ سیر نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ

اِنَّ الْعَبَّاسَ کَانَ وَسِیْمًا جَسِیْمًا جَمِیْلًا یَرْکَبُ الْفَرَسَ ...... وَرِجْلَاہُ یُخَطَّانِ عَلَی الْاَرْضِ وَیُقَالُ لَہٗ قَمَرُ بَنِیْ هَاشِمْ.

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت حسین وجمیل اور جسم وسیم تھے۔ دور کا یہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو پھر پائے مبارک زمین پر خط دیتے تھے ان کو خداداد حسن وجمال کی وجہ سے قمر بنی ہاشم کہا جاتا ہے۔

یعنی بنی ہاشم کے خاندان کے چاند جیسے عباس رضی اللہ عنہ۔ مدینۃ الرسول میں جب شہزادہ علی اکبر ابن امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عباس ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے تو لوگ ان کے چہروں کو دیکھنے کے لیے جمع ہوجاتے۔ سبحان اللہ۔ ظاہری خوبیوں کے ساتھ ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دامنِ باطنی وروحانی خوبیوں سے بھی لبریز تھا۔ ایمان وایقان واعمال وکمال کے اعلیٰ درجہ پر تھے اور مکارم واخلاق وفضائل کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ ایک مرتبہ آپ کا ایک عجیب فقیہانہ واقعہ ہوا کہ حضرت سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حاضر تھیں۔ آپ اپنے بیٹے حضرت عباس کو فرمایا رہے تھے قُلْ وَاحِدٌ کہو ایک۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَاحِدٌ ایک۔ پھر آپ نے فرمایا قُلْ اِثْنَیْنِ کہہ دو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ خاموش رہے آپ نے فرمایا بیٹا دو کیوں نہیں کہتے کہو دو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اباجان اِسْتَحِیْ اَنْ اَقُوْلَ بِالِلّسَانِ الَّذِیْ قُلْتُ وَاحِدَ اِثْنَانِ جس زبان سے ایک مرتبہ ایک کہہ دیا اب اس سے دو کہتے ہوئے حیا دامن گیر ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، یہ جواب سن کر متاثر ہوئے کیونکہ اس

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جواب میں وہ "فقیہانہ راز تھے جو عام نہیں سمجھ سکتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اہلِ بیت میں فقیہہ کے نام سے بھی مشہور تھے۔ اِنَّ الْعَبَّاسَ مِنْ اَکَابِرِ الْفُقَهَاءِ وَاَفَاضِلِ اَهْلِ بَيْتٍ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اکابر فقہاء وفضلائے اہلِ بیت سے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا نکاح لبابہ بنت عبد اللہ بن عباس سے ہوا جن کے بطن سے آپ کے دو بیٹے فضل رضی اللہ عنہ اور عبید اللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ بوقتِ شہادت کربلا آپ اہل وعیال والے بھی تھے۔

واقعۂ کربلا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے خصائل کے مطابق حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ جلیل القدر خدمات سرانجام دیں جو بیان سے باہر ہیں۔ شبِ عاشوراء حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں انہوں نے سب سے پہلے یہ کہا تھا۔ لَا اَرَانَا اللّٰهُ بَعْدَكَ الْيَوْمَ اَبَدًا۔ اللہ ہم کو وہ دن نہ دکھائے جب ہم آپ کو تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔ گویا کہ آپ کا مومنانہ وشجاعانہ جواب جانثاری ونصرتِ حق کی تائید اور عہد کی تجدید تھی۔

ابوالفضل صاحب اللّواءِ، سقائے اہلِ بیت حضرت عباس ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی شہادتِ عظمیٰ

حضرت سیدنا عباس ابن حضرت مولی علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادتِ طیبہ کے متعلق جو صحیح روایاتِ معتبرہ کتب سے ثابت ہوئی ہے وہ یوں ہے کہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ تمام رفقاء واحباب واعوان وانصار خاندانِ اہلِ بیت کے جامِ شہادت نوش فرما چکے۔ اور آپ امام الشہداء نواسۂ سید الابرار سیدنا امامِ حسین تنہا اور بیکس ہو چکے ہیں۔ تو حضرت سیدنا عباس ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں عرض کیا یَا اَخِیْ هَلْ مِنْ رُخْصَةٍ۔ اے پیارے بھائی جان: کیا اب مجھے اجازت مرحمت فرماتے ہیں؟ حضرت امام یہ سن کر رو پڑے اور جواب میں فرمایا یَا اَخِیْ اَنْتَ صَاحِبُ اللِّوَآئِی۔ اے میرے بھائی میرے علم بردار ہو تمہارے چلے جانے سے تمام سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ حالات پر غم کو دیکھ کر میرا دل تنگ پڑ گیا ہے اور اس دنیاوی زندگی کو رکھنا نہیں چاہتا اور چاہتا ہوں کہ ان منافقوں سے مقابلہ کر کے اپنی جان راہِ حق پر قربان کر دوں۔ حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا اگر آپ کا یہی خیال ہے تو پہلے ایک کام کرو۔ وہ یہ کہ اہلبیتِ اطہار کی خواتینِ مقدسہ اور بچے وبیمار پیاس کی شدت سے تڑپ رہے ہیں ان کے لیے کسی طریقہ سے تھوڑا سا پانی لا دو۔ فَاطْلُبْ لِهٰؤُلَاءِ قَلِيْلًا مِنَ الْمَاءِ۔

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے حکم سنتے ہی عرض کیا اچھا پہلے میں پانی لے آؤں۔ آپ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر مشکیزہ اور تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے تشریف لے گئے اور قوم اشقیاء کی طرف جا کر آپ نے فرمایا۔ یَا عُمَرَ ابْنِ سَعْدٍ! هٰذَا الْحُسَيْنُ بْنُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَقُوْلُ اِنَّكُمْ قَتَلْتُمْ اَصْحَابَهٗ وَاِخْوَتَهٗ وَبَنِيْنَ اَعْمَامِهٖ وَبَقِيَ فَرِيْدًا مَعَ اَوْلَادِهٖ وَعِيَالِهٖ وَهُمْ عِطَاشٌ قَدْ اَحْرَقَ الظَّمَا قُلُوْبَهُمْ۔ اے پسرِ سعد یہ حسین رضی اللہ عنہ دخترِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ تم نے ان کے اصحاب واحباب واولاد کو تو شہید کر دیا ہے اور اب وہ خود تنہا اہالیانِ عصمت وبچوں کے ساتھ رہ گئے ہیں جن کے دلوں کو پیاس کی شدت نے جلا دیا ہے۔ ان کے لیے کچھ پانی دے دو۔ یزیدی رو پڑے اور بعض نے ندامت سے سر جھکا لیے۔ لیکن دنیا کی حسرت نے ان کو دین سے اندھا کر دیا ہوا تھا کہ آج خانوادۂ اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ جب یہ صورتِ حال قومِ اشقیاء کی ہوئی تو ایک شخص شمر اور مشیت بن ربعی آگے بڑھے اور کہنے لگے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یَاابْنَ تُرَابٍ لَوْکَانَ کُلُّ وَجْهِ الْاَرْضِ مَاءً وَهُوَ فِی اَیْدِیْنَا مَا اَسْقَیْنَا کُمْ مِنْ قَطْرَةٍ وَّاحِدَةٍ اِلَّا اَنْ تَدْخُلُوْا فِیْ بَیْعَةِ یَزِیْدَ۔

اے ابوتراب کے بیٹے اگر بالفرض تمام روئے زمین پر پانی ہی پانی ہوجائے۔اور پھر وہ ہمارے قبضہ میں ہو تب بھی تمہیں اس وقت تک ایک قطرہ پانی نہ دیں گے۔جب تک تم یزید کی بیعت نہ کرلو۔

ان کا کافرانہ جواب سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ مایوس ہو کر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس لوٹ آئے اور ان کے تمام سوال وجواب کا ذکر کیا۔حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ یہ جواب سن کر شدید رو پڑے۔اسی اثناء میں خیامِ حسینی سے اَلْعَطَشُ، اَلْعَطَشُ کی آوازیں زور پکڑ گئیں۔یہ دردناک آواز حضرت عباس کے کانوں تک پہنچی تو رو کر آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا۔

اِلٰهِیْ وَسَیِّدِیْ اُرِیْدُ اَنْ اَعْتَدَّ بِعُدَّتِیْ وَاُمْلَاءُ لِهٰؤُلَاءِ الْاَطْفَالِ قُرْبَةً مِنَ الْمَاءِ (الحیات)

اے الٰہ العالمین میں چاہتا ہوں کہ اپنی کوشش بروئے کار لاتے ہوئے ان بچوں کے لیے پانی کا ایک مشکیزہ بھر لاؤں۔

اس کے بعد مشکیزہ وتلوار لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر نہر فرات کی طرف روانہ ہو گئے۔پھر لشکرِ جرار کی صفوں کو چیرتے ہوئے دریائے فرات کی طرف بڑھے جب قومِ اشقیاء اور عمرو بن سعد نے دیکھا کہ حیدرِ کرار کا فرزند بڑے عزم وہمت کا علم لیے ہوئے آیا ہے تو چار ہزار کا لشکرِ یزیدی جو نہر پر متعین کیا گیا تھا حرکت میں آ گیا۔یہ حالت دیکھ کر شہزادہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے تلوار میان سے باہر نکال لی اور برقِ عاطف اور صرصرِ عاصف کی طرح دشمنانِ اسلام پر ٹوٹ پڑے۔کشتوں کے پشتے لگا دیے۔میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ پر الٹ کر رکھ دیا۔اسی حالت میں آ نے اسی افراد کو جو نہرِ فرات کی صفوں میں تھے واصلِ جہنم کر دیا۔اس وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

اَقَاتِلُ الْقَوْمَ بِقَلْبٍ مُهْتَدِ
اَذُبُّ عَنْ بسط النبی احمد
اضربکم باالصارم المهند
حتی تحیدوا عن قتال سیری
انی انا عباس ذوالسوداء
نجلی علی المرتضیٰ المرید

حیدرِ کرار صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کی ہیبت وشجاعت نے دشمنوں کی صفوں سے راستہ دے دیا یہاں تک کہ آپ نہرِ فرات کے پاس جا پہنچے۔جب دریائے فرات کا پانی ٹھاٹھیں مارتا ہوا دیکھا تو حضرت نے فرمایا اے الٰہ العالمین: دیکھ لے آج اس پانی کو کس ظلم کے ساتھ اہلِ بیت پر بند کیا گیا ہے کہ آج ان کا بچہ بچہ پانی کے ایک ایک قطرہ کو ترس رہا ہے۔یہاں پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ میں خود تو چلو بھر کر پانی سیر ہو کر پی لوں اور پھر مشکیزہ کو بھر لوں۔

فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ یَشْرَبَ غُرْفَةً مِنَ الْمَاءِ ذَکَرَ عَطَشُ الْحُسَیْنِ اَهْلَبَیْتٍ فَرَمِیَ الْمَاءَ۔ (الحیات)

پس جب یہ ارادہ ہوا ایک چلو بھر کر پانی خود پی لوں۔تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ واہلِ بیت کی پیاس یاد آ گئی اور پانی نہ پیا اور چلو نہ بھرا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یعنی چاہا کہ پئیں لیکن اسی وقت امام حسین رضی اللہ عنہ اوران کے اہل وعیال والوں کی پیاس یادآ گئی۔دوسرا یہ طریقہ شانِ وفاداری کے خلاف ہے تیسرا یہ اہلِ بیتِ عظام کے شایانِ شان اور ادب کے منافی تھا اس لیے پانی چلو سے انڈیل دیا اس کے بعد مشکیزہ پانی سے پر کرلیا اور چلنے لگے تو افواجِ اشقیاء ان کے راستے کو روکنے کے لیے کھڑی تھی۔حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح یہ پانی خیامِ حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچ جائے۔دوسری طرف مخالف قوم کی بھرپور کوشش تھی کہ یہ پانی خیامِ حسین رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچے۔

چنانچہ افواجِ اشقیاء نے حضرت صاحب اللوٰا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو چاروں طرف سے گھیرلیا۔اور تیروں کی بارش شروع کردی۔مگر حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کا فرزند اور نورِ نظر خونِ حیدری کی پوری قوت سے ان کے حملوں پر حملوں کو پسپا کررہے ہیں۔کہ اچانک ایک ملعون نے چھپ کر جس کا نام نوفل ابن ارزق دوسری روایت کے مطابق زید بن ورقا تھا اس نے حضرت کے دائیں بازو پر ایسا زور سے وار کیا کہ بازوئے اقدس قلم ہوکر زمین پر جا گرا اس کے باوجود شہزادہ عباس رضی اللہ عنہ نے نہایت دلیری کے ساتھ مشکیزہ دوسرے کاندھے پر رکھ لیا۔اور اسی ہاتھ سے تلوار پکڑ کر دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔اس وقت حضرت اسداللہ الغالب رضی اللہ عنہ کے فرزند کی زبان پر یہ الفاظ آئے۔

وَاللهِ اَنْ قَطَعْتُمْ يَمِيْنِيْ

اِنِّيْ اُحَامِيْ اَبَدًا عَنْ دِيْنِيْ

ترجمہ: خدا کی قسم اگر میرا دایاں بازو کٹ گیا تو کچھ پرواہ نہیں۔میں ہمیشہ پھر دینِ حق پر قائم رہوں گا۔

یعنی ہاتھ جانے کا کچھ غم نہیں۔مگر دین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نہ جائے گا اسی پر جان دے دوں گا۔

وَعَنْ اِمَامِ الصَّادِقِ الْيَقِيْنِ

نَجْلِ النَّبِيِّ الطَّاهِرِ الْاَمِيْنِ۔

بے شک حضرت امام ہمام سچے یقیناً برحق ہیں۔وہ امام برحق جو نبی پاک صاحب آمین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسلک ہیں۔

یہ کلمات زبان پر جاری اور ایک ہاتھ سے دشمن پر ضرب کاری وساری اور کشت وخون کا بازار عام گرم۔مگر بریدہ بازو سے بکثرت خون نکل جانے سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر قدرے نقاہت کے آثار نمودار ہوگئے۔اسی اثناء میں ایک ملعون نے حضرت پر پھر اچانک ایسا تلوار سے وار کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بایاں بازو بھی قلم ہوگیا۔اور اس وقت حضرت نے یہ کلمات پڑھے۔

يَا نَفْس لَاتَخافِي مِنَ الْكُفَّارِ

وَالبسرٰی بِرَحْمَةِ الْجَبَّارَ

مَعَ النَّبِيِّ سَيِّدِ الْمُخْتَارَ

قَدْقَطِعُو ابغيهِمْ اَيْسَارِي

فَاصْلهم يَارَبِّ حَرّالنَّار

ترجمہ: اے میری جان ان منکروں سے خوف نہ کھا۔تیرے لیے اے جان خوشخبری ہے رحمتِ پروردگار کی اس لیے کہ سید المختار حبیب کردگار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوگی اور جنہوں نے میرا بایاں بازو بھی اور دایاں بازو بھی کاٹا ہے ان کو اے میرے رب تو بھیج تپتی ہوئی ذلت آموز آگ میں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یااللہ۔اب عجیب منظر ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو قلم ہو چکے ہیں اور اب وہ لڑنے کے قابل تو نہیں رہے۔مگر مشکیزہ کو دانتوں سے دبا کر رکھا۔(مشکیزہ کے فیتوں کو دانتوں سے دبائے رکھا) سارے پانی کا وزن دانتوں سے اٹھائے ہوئے ہیں۔سُبحان اللہ۔اب بھی یہی کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ پانی خیام حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ تک پہنچ جائے۔مگر افسوس، صد ہا افسوس۔کہ سقائے اہلِ بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان امیدوں وآرزوں وتمناؤں پر پانی پھر گیا کہ ایک تیر آکر مشکیزہ میں پیوست ہو گیا کہ سارا پانی مشکیزہ سے زمین پر بہہ گیا اسی اثناء میں ایک دوسرا تیر حضرت عباس کے سینۂ اقدس پر لگا اور ایک ملعون حکیم بن طفیل سنبی نے آہنی گرز (یعنی لوہے کی گرز) اس زور سے سرِ اقدس پر ماری کہ شہزادہ حضرت عباس گھوڑے کی زین پر سنبھل نہ سکے اور لاچار ہو کر فرشِ زمین پر تشریف لائے۔جب گرے تو امام الشہداء ابن رسول اللہ کو آواز دی۔

یَآاَبَاعَبْدُاللهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ مِنِّيْ۔(الحیات) اے ابوعبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ میری طرف سے آخری سلام ہو۔

اس آواز کو سن کر حضرت امام الشہداء رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آپ کے قریب پہنچے تو دیکھا کر پیکر وفالختِ جگر علی المرتضیٰ میر ابرادر مجتبیٰ صاحب اللواءاپنے خالق حقیقی سے جاملا ہے اور مجھ سے ہمیشہ کے لیے دنیاوی زندگانی سے جدا ہو گیا ہے اور میرے نانا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور چلا گیا ہے۔ارواحِ شہدائے کربلا سے جاملا ہے اور بدنِ اقدس لہولہان اور جسدِ اطہر ٹوٹ چکا ہے۔اس حالتِ زار کو دیکھ کر حضرت امام الشہداء رضی اللہ عنہ رو پڑے اور آپ کی لاش اقدس کے ساتھ چمٹ کر فرمایا۔

اَلْاٰنَ اِنْكَسَرَ ظَهْرِيْ وَقَلَّتْ حِيْلَتِيْ۔اے عباس رضی اللہ عنہ اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور معاملہ تدبیر وقوت کا کمزور ہو چکا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کی دو توجیہیں ہیں ایک تو یہ کہ غم واندوہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی فی الحقیقت کمر توڑنے کے مشابہ ہے۔دوسرے اب عباس رضی اللہ عنہ جیسے نوجوان کی لاش اٹھانے کی طاقت نہیں رہی۔جو کمر ٹوٹنے کے مشابہ ہے۔یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی لاشِ اقدس کثرتِ جراحات یعنے زخموں کے اٹھانے کے قابل نہ رہی۔بہر حال ہر طریق سے حضرت امامِ ہمام رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ تمام خونی منظر کے غم کو برداشت کرنے کی نشاندہی کرتا ہے۔چنانچہ فَبَكَى الْحُسَيْنُ لِقَتْلِ الْعَبَّاسِ بُكَاءً اشَدِيْدًا۔پس شہادتِ عباس رضی اللہ عنہ پر حضرت امام پھوٹ پھوٹ کر روئے۔''

آپ نہرِ فرات کے کنارہ ہی حضرت عباس کی لاش اقدس کو چھوڑ کر روتے اور حزن وملال کا پہاڑ اٹھائے واپس اپنے خیام میں آئے۔اہلِ بیت اطہار یہ خبر سن کر روئیں۔حضرت نے صبر کی تلقین فرمائی۔اور خود بھی دل پر صبر کچھان باندھ لی۔لیکن کربلا کی زمین رو رہی ہے۔

اَحَقُّ النَّاسِ اَنْ يُبْكٰى عَلَيْهِ
فَتًى اَبْكَى الْحُسَيْنَ بِكَرْبَلَاءِ
اَخُوْهُ وَابْنُ وَالِدِهٖ عَلِيٍّ
اَبُوالْفَضْلِ الْمُضَرَّجُ بِالدِّمَاءِ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَمِنْ وَاشَاهُ لَا يَثْنِيَهُ شَئٌ
وَجَادِلَهُ عَلٰى عَطْش بِمَاءِ

قیامت نما حادثۂ شبیر جہانگیر عرصۂ رزم گاہ کربلا

اب وہ عجیب وقت آ گیا ہے کہ حضرت سیدنا امامِ عالی مقام امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب واقارب واعزہ واحباب ایک ایک کر کے داغِ مفارقت دے گئے۔

نہ لشکرے نہ سپاہ ہے نہ کثرت الناسے
نہ قاسمے، نہ علی اکبر نہ عباسے

محرم کا اصلی وقت آ گیا، سورج ڈھل چکا ہے، عصر کا وقت قریب ہے۔ نواسۂ سید الابرار تنہا رہ گئے ہیں۔ دائیں بائیں دیکھتے ہیں نَظَرَ یَمِیْنًا وَشِمَالًا۔ کوئی نظر نہیں آتا۔ سب رفقاء واحباب وانصار واعزہ واقارب کے لاشہ ہائے مقدسہ خاک وخون میں غلطان پڑے ہیں۔ اور کوئی یار ومددگار اور غمگسار نظر نہیں آتا۔ کئی پیاروں کے نام لے لے کر ان کو پکارتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔

یَا اَبْطَالَ الصَّفَاءِ یَا فُرْسَانِ الْھَیْجَا
مَالِی نَادِیْکُمْ فَلَا تُجِیْبُوْنِ وَاَدْعُوْکُمْ فَلَا تَسْمَعُوْنِ

اے شجاعانِ باصفا وشیرانِ بیشۂ وفا، اے شہیدانِ کرب وبلا۔ میں حسین تم کو نداء دیتا ہوں مگر تم جواب نہیں دے رہے اور میں تمہیں بلاتا ہوں مگر تم میری آواز اب نہیں سن رہے۔

محرم آ گیا ہے پر امت کے شہزادے نہیں آئے۔

جن کے غم میں سرکار سید الشہداء نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دل شکستہ ہیں اور پیاروں کے داغِ مفارقت نے ظاہری کمر توڑ دی ہے۔ کئی دن کی بھوک وپیاس، کربلا کا خونی منظر اور قیامت خیز، تپش، ساڑھے چھپن سال کی عمر مقدس، ایسے حالات میں جنگ کریں تو کیوں کر مگر امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے اور شیرِ خدا کے فرزند اور سیدۃ النساء کے شہزادے نے اسلام کے تحفظ اور اپنے فرائض کو اس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا جس کی نظیر آج تک اور قیامت تک نہیں مل سکتی۔ اس لیے کہ معرکۂ کربلا میں باطل کے ساتھ حق، اور ظلم وستم کے ساتھ مظلومیت، اور تمام تر مادی قوتوں کے ساتھ روحانیت کا مقابلہ تھا۔ اس لیے اس کے تقاضے وہی تھے جن کو حکیم الامت نباضِ اسلام امامِ عالی مقام سرکار سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے پورا کیا۔ ایک بار پھر نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتمام حجت کے لیے آوازِ استغاثہ بلند فرمائی:

هَلْ مِنْ ذَابٍ يَذُبُّ عَنْ حُرَمِ رَسُوْلِ اللهِ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللهَ فِيْنَا هَلْ مِنْ مُغِيْثٍ يَغِيْثُنَا يَرْجُوا اللهَ.

کوئی ہے جو حرماتِ رسول سے دشمنوں کے شر کو دور کرے۔ کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے معاملہ میں خدا سے ڈرے۔ کوئی فریاد رس ہے جو ثوابِ خداوندی کی خاطر ہماری فریاد رسی کرے۔ کوئی مددگار ہے جو حصولِ اجر کی خاطر ہماری مدد کرے۔

مگر سنگدلوں پر سرکار امام کے اس استغاثہ کا کچھ اثر نہ ہوا۔ مگر امام کی آوازِ استغاثہ سے تمام عالم میں تلاطم برپا ہو گیا۔ کائنات کے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ذرہ ذرہ میں کھلبلی مچ گئی۔ چونکہ ندائے استغاثہ مطلق ہے۔ اس میں کوئی استثناء نہیں ہے۔ بظاہر پروردگار عالم بھی اس اطلاق میں شامل ہے کہ ہے کوئی جو ہماری مدد کرے۔ اس لیے پروردگار جل شانہ، سبحان تعالیٰ نے اس کا عملی ثبوت پیش فرمایا۔

اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى النَّصْرَ حَتّٰى رَفْرَفَ عَلٰى رَأْسِ الْحُسَيْنِ ثُمَّ خَيَّرَ بَيْنَ النَّصْرِ عَلٰى اَعْدَائِهٖ وَبَيْنَ لِقَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاخْتَارَ لِقَاءَ اللّٰهِ.

اللہ تعالیٰ نے نصرت کو ایک پرندہ کی شکل میں بھیجا، اور اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر اپنے پر ہلائے اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے چاہو تو آپ کو دشمنوں پر ظاہری فتح دے دیتا ہوں۔ اور چاہو تو میری ملاقات و لقاء کو اختیار کرلو۔ آپ نے برضاء وخوشی ورغبت پروردگارِ عالم کی لقاء کو اختیار فرمایا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کئی ہزار فرشتے بھی بھیجے کہ حکم دیں تو آپ کی مدد کریں یا لقائے ربی کو اختیار کریں تو آپ نے فرمایا میں اپنے پروردگار کی رضاء ولقاء چاہتا ہوں۔ اسی طرح جنات کی جماعتِ کثیرہ نے بھی حاضرِ خدمت ہوکر مدد کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے انکار فرمادیا۔

سیدنا علی اوسط المعروف بہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سخت بیماری کی حالت میں عصا پر ٹیک لگائے اور لڑکھڑاتے ہوئے خیام سے اٹھے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو تھاما اور فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ اس حالت میں کہاں جارہے ہو؟ عرض کیا اباجان نے ندائے استغاثہ فرمائی تھی۔ یاعمتی اقاتل بین یدی ابن رسول اللہ پھوپھی جان میں ابن رسول اللہ پر جان قربان کرنے جارہا ہوں۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر فرمانے لگے۔ اُخْتِیْ اَحْبِسَهٗ فَلَا تَخْلُوا الْاَرْضُ مِنْ نَسْلِ اٰلِ رَسُوْلٍ۔ اے بہن اس کو روک رکھو ایسا نہ ہو کہ زمین آلِ رسول سے خالی ہوجائے۔ چنانچہ بہت اصرار کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے امام سجاد زین العابدین رضی اللہ عنہ کو روک لیا خیمہ میں لٹا دیا۔ پھر امامِ عالی مقام آئے تو آپ نے یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مُتَعَالِي الْمَكَانِ عَظِيْمُ الْجَبَرُوْتِ شَدِيْدُ الْمِحَالِ غَنِيٌّ عَنِ الْخَلَائِقِ عَرِيْضُ الْكِبْرِيَاءِ قَادِرٌ عَلٰى مَا تَشَاءُ قَرِيْبُ الرَّحْمَةِ صَادِقُ الْوَعْدِ سَابِغُ النِّعْمَةِ حَسَنُ الْبَلَاءِ قَرِيْبٌ اِذَا دُعِيْتَ مُحِيْطٌ بِمَا خَلَقْتَ قَابِلُ التَّوْبَةِ لِمَنْ تَابَ اِلَيْكَ قَادِرٌ عَلٰى مَا اَرَدْتَ مُدْرِكٌ مَا طَلَبْتَ وَشَكُوْرٌ اِذَا شُكِرْتَ وَذَكُوْرٌ اِذَا ذُكِرْتَ اَدْعُوْكَ مُحْتَاجًا وَاَرْغَبُ اِلَيْكَ فَقِيْرًا وَاَفْزَعُ اِلَيْكَ خَائِفًا وَاَبْكِيْ اِلَيْكَ مَكْرُوْبًا وَاَسْتَعِيْنُ بِكَ ضَعِيْفًا وَاَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ كَافِيًا. فَاحْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا فَاِنَّهُمْ غَرُّوْنَا وَخَذَلُوْنَا وَغَدَرُوْبِنَا وَقَتَلُوْنَا وَنَحْنُ عِتْرَةُ نَبِيِّكَ وَاَوْلَادُ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الَّذِي اصْطَفَيْتَهٗ بِالرِّسَالَةِ وَاَمَّنْتَهٗ عَلٰى وَحْيِكَ. فَاجْعَلْ لَنَا اَمْرِنَا فَرَجًا وَمَخْرَجًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ. (حیات)

اس دعائے مبارکہ کو اگر پڑھنا چاہیں تو لفظ کافیا تک پڑھیں اور بعد اس کے وحیک تک نہیں پڑھنا بعد اس کے جعل لنا سے ارحم الراحمین تک پڑھا جاسکتا ہے۔

۱۸۔ طفلِ شیرخوار شہزادہ علی اصغر ابن امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

اولاد میں سے یہی علی اصغر رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے۔ حضرت امام عالی مقام ان کے ساتھ پیار اسی لیے فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا سب سے چھوٹا بچہ ہے کربلا کے اسی خونی منظر میں کچھ دیر کے بعد جب بھی آپ خیام میں تشریف لاتے اور فرمایا کرتے تھے مجھے اصغر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دو۔ آپ ان کو لے کر بوسہ دیتے اور پیار کرتے پھر چلے جاتے۔ اب یہ حالت ہے کہ فرزند ارجمند نورِ نظر حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپ رہے ہیں۔ ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے پانی کا نام ونشان تک نہیں ہے۔ اس چھوٹے سے بچے کی ننھی سی زبان باہر آ رہی ہے۔ پیچ کے عالم میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ پیچ کھا کھا کر رہ جاتے ہیں ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور سوکھی زبان دکھلاتے ہیں۔

لیکن یہ نورِ نظر والدہ معظمہ وحضرت امام رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا جانتے ہیں کہ آج میرے باپ کے پاس میرا خشک حلق تر کرنے کے لیے پانی کا قطرہ بھی نہیں ہے۔ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے۔ ماں اور باپ کا دل بے چینی سے پاش پاش ہو رہا ہے اور چھوٹے بچے کی یہ بے تابی دیکھی نہیں جاتی۔ والدہ نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ اس کا صدمہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ اس کو گود میں لے جا کر ظالمانِ سنگ دل کو دکھائیں۔ ہو سکتا ہے اس ننھے سے بچے کی حالت کو دیکھ کر ان کے دل میں رحم آ جائے۔ تو اس کو تو چند قطرے پانی دے دیں۔ اس کا خشک حلق تر ہو جائے اس سے ان کو کیا عداوت ہو سکتی ہے۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اسی خیال سے اپنے اس نورِ نظر علی اصغر رضی اللہ عنہ کو سینہ سے لگا کر قوم اشقیاء کے سامنے لے کر گئے اس وقت بھی شہزادہ شدتِ پیاس سے بلک رہے تھے۔ اسی حالتِ زار میں حضرت امام نے فرمایا۔

يَا قَوْمُ قَدْ قَتَلْتُمْ رُفَقَائِي وَأَهْلَ بَيْتِي وَقَدْ بَقِيَ هٰذَا الطِّفْلُ وَيْلَكُمْ اَسْقُوا هٰذَا الرَّضِيْعَ اَمَا تَرَوْنَهُ يَتَلَظّٰى عَطَشًا۔

اے قوم تم نے میری ان اہلِ بیت اور میرے رفقاء واحباب کو قتل کر دیا ہے۔ یہ طفلِ شیر خوار باقی ہے۔ اسے پانی کا ایک گھونٹ دے دو۔ ذرا دیکھو تو سہی کس طرح یہ بیگناہ شدت پیاس سے تڑپ رہا ہے۔

اللہ۔ یہ وہ دردناک آواز تھی جس سے زمین اور آسمان کانپ رہے تھے اور فرشتے محو حیرت دیکھ رہے تھے کہ جس کے گھر سے ساری دنیا کو رحم وکرم کی بھیک ملتی ہے۔ اس کے گھر کا ایک ننھا ہونہار بچہ علی اصغر رضی اللہ عنہ پانی کے ایک قطرے کو ترس رہے ہیں۔

حضرت امام عالی مقام کا یہ کلام ابھی جاری ہی تھا۔ اَنْ لَمْ تَرْحَمُوْنِيْ اِرْحَمُوْا هٰذَا الطِّفْلَ۔ اگر مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچہ پر رحم کرو۔

فوجِ اشقیاء پر اس کا یہ اثر ہوا کہ ایک دوسرے سے کہنے لگے اگر اس بچہ کو پانی دے دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ پسرِ سعد نے اس حالت میں فوج کو دیکھ کر ایک شخص حرملہ ابنِ کاہل کو حکم دیا۔ يَا حُرْمَلَةُ اِقْطَعِ الْكَلَامَ الْحُسَيْنِ۔ اے حرملہ حسین رضی اللہ عنہ کے اس کلام کو قطع کر دے۔ حرملہ نے فوراً سہ شعبہ تیر اس زور سے نشانہ لگا کر مارا کہ وہ تیر فراٹے لیتا ہوا آیا کہ شہزادہ علی اصغر رضی اللہ عنہ کے نازک کان پر آ لگا۔ فَذَبَحَهٗ مِنْ اُذُنٍ اِلٰى اُذُنٍ۔ کہ ایک کان کو چھیدتا ہوا دوسرے کان سے پار ہو گیا۔

نور کا پتلا باپ شفیق کی گود میں لیٹا ہوا خون میں نہا گیا اور تڑپ تڑپ کر باپ کی گود میں جان دے دی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ اپنے نورِ نظر کی موت شہادت پر شدید غمگین ہوئے اور آسمان کی طرف چہرۂ انور کر کے عرض کیا۔ لَا يَكُوْنُ اَهْوَنُ عَلَيْكَ مِنْ فَصِيْلٍ۔ اے الٰہ العالمین تیری نگاہ میں یہ بچہ ناقہ صالح علیہ السلام سے پست مرتبہ نہیں ہے۔ غیب سے نداء آئی۔ يَا حُسَيْنُ دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ۔ اے حسین رضی اللہ عنہ اسے چھوڑ دو اس کے لیے جنت میں دایہ موجود ہے۔ پھر آپ اس شگوفۂ تمناء دل کو خیام میں لائے تو اہلِ بیت والوں اور ان کی والدہ محترمہ نے اول نظر میں دیکھا کہ بچہ میں بیتابانہ حرکتیں نہیں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہیں۔ سکون کا عالم ہے۔ نہ وہ اضطراب ہے اور نہ وہ بے قراری ہے۔ خاموشی ہی خاموشی ہے۔ گمان ہوا کہ پانی مل گیا ہوگا۔ لیکن جب امام قریب آئے تو والدہ علی اصغر رضی اللہ عنہ سے فرمایا لو اپنا بیٹا اصغر اس کو دنیا کا پانی تو میسر نہیں آسکا لیکن ہاں میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام ساقیٔ کوثر کے ہاتھوں اصغر آبِ کوثر سے سیراب ہوگیا ہے اور اپنے خاندانِ عالیہ کے شہداء میں جنت کو سدھار گیا ہے۔ والدہ محترمہ کا دل پاش پاش ہوگیا۔ اہل بیت کی حرمانِ مقدسہ ننھے کی شہادت پر روئیں۔ کہ ان ظالموں کے ظلم کی انتہا یہ ہے کہ چھوٹے سے بچے پر بھی ترس نہ کھایا اور کس طرح اس کو ظلم کا نشانہ بنایا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے صبر کی تلقین فرمائی۔

چھوٹے ننھے علی اصغر رضی اللہ عنہ کی لاشِ اقدس کو اٹھایا اور خیام کے قریب شہدائے کربلا کی لاشانِ مقدسہ کے پاس لاشِ اقدس کو رکھ کر حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف نگاہ فرما کر آنکھوں سے خون کے آنسو بہا کر عرض کیا۔ اے الہٰ العالمین تیرا شکر ہے کہ حسین کی یہ چھوٹی سی قربانی بھی قبول فرمالی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ وَثَوَابِهٖ۔

نورِ نظر اصغر کو لاشوں پہ رکھ کر
شبیر اٹھے دامن اقدس کو جھاڑ کر

وقتِ آخر امام عالی مقام اہلِ بیت کے جھرمٹ میں

نوبت یہاں تک آگئی کہ جانثار سب ایک ایک کر کے رخصت ہوگئے اور اپنی جانیں حق پر قربان کر گئے۔ اب تنہا سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ میدانِ کارزار میں روانہ ہو رہے ہیں۔ یہ گھڑی بڑی قیامت خیز تھی جب سرکار سیدنا امامِ عالی مقام تھوڑی ہی دیر کے بعد اپنی بیویوں اور بچوں اور دیگر اہلِ حرم سے جدا ہو رہے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اب سیدزادیاں جو میرے جھرمٹ میں ہیں عنقریب اسیر ہو جائیں گی اور سب کے چہروں پر حسرت و یاس برس رہی ہے کہ ان کے سردار ان سے جدا ہو رہے ہیں۔

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

یہ فرزندِ ارجمند حضرت علی اوسط المعروف بہ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ باوجود بیماری اور سفر کی کوفت بھوک و پیاس و متواتر فاقوں اور پانی نہ ملنے سے ضعف اس قدر بڑھ گیا کہ کھڑے ہوتے وقت بدن مبارک لرزتا تھا۔ باوجود اس کے ہمتِ مردانہ کا یہ حال کہ عرض کرتے ہیں اباجان اب مجھے میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت دیں اور میرے ہوتے ہوئے آپ کارزار میں نہ جائیں۔ سرکار سید الشہداء سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے بیٹے کو سینے سے لگالیا اور فرمایا اے میری جان جو کچھ میرے پاس تھا وہ راہِ حق میں قربان کر چکا ہوں اور اب اپنا ناچیز ہدیہ راہِ خدا میں نذر کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تم بیمار ہو اور کھڑے بھی نہیں ہو سکتے اور شائد اس میں یہ بھی حکمتِ الٰہیہ تھی کہ تمہی سے میری نسل جاری ہونی ہے اور ان اہلِ بیت کو وطن تمہی نے پہنچانا ہے اور ان کی نگہداشت تمہی نے کرنی ہے۔ حسینی سیدوں کا سلسلہ تمہی سے جاری ہوگا۔ اس کے آخری چراغ تم ہی ہو۔ تمہاری طلعت سے دنیا مستفیض ہوگی۔ نانائے پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلدادگانِ حسن تمہارے ہی روئے تاباں سے حبیبِ حق کے انوار و تجلیات کی زیارت کریں گے۔ اے نورِ نظر، لختِ جگر یہ تمام کام تمہارے ذمہ ہیں میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہوگے۔ تمہیں میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت نہیں۔ بیمار لختِ جگر جس میں بوجہ بیماری پہلے ہی سکت نہ رہی تھی اب حکمِ امام کے آگے کچھ نہ کہہ سکے اور دیکھ رہے ہیں کہ اب میرے عظیم باپ ہمیشہ کے لیے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جدا ہو رہے ہیں۔

حضرت سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

یہ جگر خراش منظر کہ امام اپنی محرمات مقدسہ کے جھرمٹ میں ہیں کہ سیدہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہیں یہ سات سالہ شہزادی جن کے ساتھ حضرت امام کی بے پناہ محبت ہے اور سیدہ سکینہ دیکھ رہی ہیں کہ میرے ابا جان مجھ سے جدا ہو رہے ہیں۔ سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا امام کی لاڈلی بیٹی اس حال میں معصومانہ انداز میں کہتی ہیں۔ ابا جان کیا آپ موت کی تیاری کر رہے ہیں۔ امامِ عالی مقام نے فرمایا۔ یَاسُکَیْنَۃُ کَیْفَ لَا یَسْتَسْلِمُ لِلْمَوْتِ مَنْ لَا نَاصِرَ لَہٗ وَلَا مُعِیْنٌ۔ اے پیاری سکینہ جس کا کوئی یار و مددگار نہ ہو وہ موت کے لیے تیار نہ ہو تو اور کیا کرے؟ سیدہ سکینہ کہنے لگی۔ اچھا تو پھر ابا جان۔ رُدَّنَا اِلٰی حَرَمِ جَدِّنَا۔ ہم کو حرم کی طرف بھیج دو۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بصورتِ ضرب المثل هَيْهَاتَ لَوْ تُرِكَ الْقَطَا لَنَامَ۔ اے پیاری بیٹی۔ کاش اگر قطا (پرندہ) کو آزاد کر دیا جاتا تو آرام کی نیند سو جاتا۔ باپ اور سات سالہ بیٹی کی ان باتوں پر محرماتِ مقدسہ رو پڑیں اور فَبَکیٰ الْحُسَیْنُ۔ امام بھی رو پڑے۔ آپ نے صبر کی تلقین فرمائی اور سیدہ سکینہ کو بہت پیار اور دلاسے دئیے۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا وقتِ آخر زیر لباس پہننا

پھر اپنی ایک اہلیہ سے فرمایا مجھے میرا وہ لباس دو جو میں اوپر کے لباس کے نیچے پہنا کرتا ہوں جو جسم کے بالکل ساتھ مل جاتا ہے تاکہ میں جب شہید ہو جاؤں تو ایسا نہ ہو کہ میرا جسم برہنہ ہو۔ اوپر کا لباس پھٹ بھی جائے تو جو جسم کے ساتھ ہوگا اس سے میرا جسم برہنہ نہ ہو سکے۔ اِیْتِیْنِیْ بِثَوْبٍ لَا یَرْغَبُ فِیْہِ اَحَدُ الْقَوْمِ اَجْعَلُہٗ تَحْتَ ثِیَابِیْ لِئَلَّا اُجَرَّدَ مِنْہُ بَعْدَ قَتْلِیْ۔ مجھے وہ لباس دو جس میں کوئی رغبت نہ کرے اسے اپنے لباس کے نیچے پہن سکوں۔ تاکہ میری شہادت کے بعد مجھے برہنہ نہ کیا جائے۔ حرماتِ مقدسہ نے یہ لباس پیش کیا تو سب رو پڑے۔ پھر سرکار سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے زیرِ لباس کو پہنا اور پھر اس کے اوپر اپنا کھلا لباس پہنا پھر اس کے اوپر اپنا جبہ مبارک پہنا اور عمامہ مبارک سر پر کپڑے کی ٹوپی رکھ کر باندھا اور ایک چادر مبارک اپنے کندھوں پر رکھی اور پھر زرہ پہنی اور ہاتھ میں تلوار لی، اور چہرے و ریش اقدس پر دونوں ہاتھ پھیرے اور سرکار سید الشہداء نے فرمایا۔ یَاسُکَیْنَۃُ وَیَا زَیْنَبُ وَیَا اُمَّ کُلْثُوْمِ وَیَا حَرَمَاتِ وَیَا عَلِی اَوْسَطِ عَلَیْکُمْ مِنِّی السَّلَامُ۔ میری طرف سے سلام ہو تم پر اب میں جا رہا ہوں۔ یہ ایک عجیب دردناک اور رقت آمیز وقت تھا جب کہ اب ان کے سردار ان سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہے ہیں۔ سب کی نگاہیں سرکار امام کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اور امام ان کو دیکھتے دیکھتے خیام سے باہر تشریف لائے تو اس وقت اہلِ خیام پر کیا گزری ہوگی۔

عصر کا وقت آ گیا وعدہ وفا ہونے کو ہے
زیرِ خنجر آج سبطِ مصطفیٰ ہونے کو ہے
آج آثارِ قیامت ہیں نمایاں دہر میں
سجدۂ خالق میں کس کا سر جدا ہونے کو ہے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بے مثال شجاعت

سرکار سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ جونہی باہر نکلے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہی قومِ اشقیاء کی طرف نکل پڑے اور فرمایا هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ ہے کوئی جو میرے مقابلہ کو آئے۔ شجاعت و شہامت کے وہ جوہر دکھائے کہ قومِ اشقیاء حیران رہ گئی اور لسان مبارک پر یہ الفاظ فرما چکے تھے۔

خَيْرَةُ اللّٰهِ حَقّ الحَقِ اَبِيْ
بَعْدَ جَدِّيْ وَاَنَا الْخَيْرَتَيْنِ
وَالِدِيْ شَمْسٌ وَاُمِّيْ قَمَرٌ
وَاَنَا الْكَوْكَبُ وَابْنُ السَّيِّدُ
فِضَّةٌ قَدْ صِيْغَتْ مِنْ ذَهَبٍ
وَاَنَا فِضَّةٌ وَابِنُ الذَّهَبَيْنِ
مَنْ لَهُ جَدٌّ كَجَدِّيْ فِي الْوَرٰى
اَمْ كَاُمِّيْ فِيْ جَمِيْعِ الثَّقَلَيْنِ
فَاطِمَةُ الزَّهْرَ الْاَبْطَالُ فِيْ هيجَانِهٖ
يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ اَحَدٍ حُنَيْنٍ
اِبْنُ عَمِّيِ الْمُصْطَفٰى مِنْ هَاشِمٍ
وَشُجَاعٌ حَامِلِ اللّرَاسَتَيْنِ

نواسۂ سید الابرار فرزندِ حیدرِ کرار کی بے مثال بہادری کو دیکھ کر قومِ اشقیاء پر وہ خوف طاری ہوا کہ ادھر ادھر بھاگنے شروع ہو گئے۔

اَنَّ الْحُسَيْنَ مَكْتُوْرًا قط قَدْ قَتَلَ وِلدِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَرْبَطْ جَاْئِشَامِنْهُ وَاِنْ كَانَتِ الرِّجَالَةَ تَشُدَّ عَلَيْهِ فَيَشُدُّ عَلَيْهَا بِسَيْفِهٖ فَتَنكَشَفُ عَنْهُ فَيَنهَزِمُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ كَاَنَّهُمُ الجرا وَالْمُنْتَشِرَه.

امام حسین رضی اللہ عنہ جن کا سارا گھرانہ ان کی آنکھوں کے سامنے شہید کیا گیا پھر بھی حسین ایسے شجاع، ثابت قدم اور مطمئن جبکہ قومِ اشقیاء کی حالت یہ تھی کہ ہر طرف سے ان پر پے در پے حملے کرتے تھے مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے جوابی حملے ایسے کیے کہ وہ اس طرح بھاگتے جیسے ٹڈیاں بھاگتی ہیں۔ اور پھر امام اپنے اصل مرکز کی طرف آتے اور فرماتے ۔لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔

گویا کہ سیدنا امام عالی مقام نے مافوق العادت شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ سینکڑوں کی تعداد میں اشقیاء کو مار ڈالا۔ یہ تھا روحانی طاقت کا کرشمۂ کمال۔ اس حالت کو دیکھ کر قومِ اشقیاء کے سپہ سالار عمرو ابن سعد کو یہ کہنا پڑا۔ وَيْلَكُمْ تَدْرُوْنَ لِمَنْ تُقَاتِلُوْنَ هٰذَا اِبْنُ الْاَنْزَاعِ الْبَطِيْنِ هٰذَا اِبْنُ قِتَالِ الْعَرَبِ فَاحْمِلُوْا عَلَيْهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ وَكَانَتِ الرِّمَاةُ اَرْبَعَةَ الْاٰفٍ فَرَمُوْهُ بِالسِّهَامِ ۔ اے اشقیاء افسوس ہے تم پر۔ کچھ جانتے ہو کہ تم کس سے جنگ کر رہے ہیں۔ یہ انزاع بطین اور عرب کے سب سے بڑے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جنگجو بہادر علی ابن عمران ابو طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ان پر چاروں طرف سے ایک ساتھ حملے کردو۔

پھر سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ پر ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔اور امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ زخموں سے چور ہوتے گئے۔اور حالت غیر ہوتی جارہی تھی لیکن باوجود اس کے اپنے حوصلہ کو بلند رکھتے ہوئے آپ نے اپنے گھوڑے کو دوڑاتے اور اشقیاء کو نہرِ فرات کے کنارے سے بھگاتے ہوئے گھوڑے کو نہرِ فرات میں ڈال دیا۔چاہا کہ پانی پئیں کہ ایک ظالم حصین بن تمیم نے ایسا تیر مارا کہ سرکار امام رضی اللہ عنہ کے حلق مبارک پر آلگا آپ نے تیر کو کھینچا تو خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔امام نے ہاتھ نیچے رکھا اور دونوں چلو خون سے بھر گئے آپ نے خون آسمان کی طرف پھینکا اور زبان اقدس سے عرض کیا۔ يَا اِلٰهُ الْعَالَمِيْنَ اِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى مِنْ قَوْمٍ اَرَاقُوْا دَمِىْ وَمَنَعُوْنِىْ شُرْبَ الْمَاءِ۔ میں اس قومِ اشقیاء ظالموں کا شکوہ تیری ہی بارگاہ میں کرتا ہوں جنھوں نے میرا خون بہایا۔اور پانی نہ پینے دیا۔پھر اپنی چادر کو اردگرد لپیٹ لیا۔بعض روایاتِ صحیحہ میں یہ بھی آیا ہے کہ جب گھوڑا پانی میں گیا تو اس نے اپنا منہ پانی پینے کے لیے نیچے کیا تو سرکار امام نے فرمایا۔ اَنْتَ عَطْشَانٌ وَاَنَا عَطْشَانٌ وَاللّٰهِ لَآ اَذُقْتُ الْمَاءَ حَتّٰى تَشْرِبَ۔ اے گھوڑے تو بھی پیاسا ہے تو میں بھی پیاسا ہوں۔خدا کی قسم میں بھی اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک تو پانی نہ پیئے گا۔سرکار سید الشہداء نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام سن کر گھوڑا سمجھ گیا اور وفادار نے فوراً اپنا منہ پانی سے اٹھالیا۔پھر آپ گھوڑے کو فرات سے باہر لے آئے اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے اپنے خیام میں آئے۔

سرکار امامِ عالیمقام رضی اللہ عنہ جب دوبارہ اپنے خیام میں تشریف لائے تو اپنی اہلِ حرمات سے فرمایا۔بس یہ آخری بار حاضری تھی۔اب اس کے بعد میری واپسی نہیں ہوگی۔میں تم کو تلقین کرتا ہوں کہ صبر کرنا اور پروردگار عالم کا شکر بجالا کر ثواب عظیم کے مستحق ہونا۔اب تم پر بلا اور مصیبت آنے والی ہے۔

اِسْتَعِدُّوْا لِلْبَلَاءِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَافِظُكُمْ وَحَامِيْكُمْ سَيُنْجِيْكُمْ مِنْ شَرِّ الْاَعْدَاءِ وَيَجْعَلُ عَاقِبَةَ اَمْرِكُمْ اِلٰى خَيْرٍ وَيُعَذِّبُ اَعَادِيْكُمْ بِاَنْوَاعِ الْبَلَاءِ وَيُعَوِّضُكُمْ عَنْ هٰذِهِ الْبَلِيَّةِ بِاَنْوَاعِ النِّعَمِ الْكَرَامَةِ فَلَا تَشْكُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا بِاَلْسِنَتِكُمْ مَا يُنْقِصُ مِنْ قَدْرِكُمْ۔

یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان اور مددگار ہے وہ تمہیں دشمنوں کی شر سے محفوظ رکھے گا اور تمہارا انجام وخیر وعافیت کے ساتھ ہوگا اور تمہارے دشمنوں کی طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کرے گا۔اور تمہاری مصیبت کے بدلہ تم کو اعلیٰ انعام واکرام دے گا۔تم کسی قسم کا شکوہ نہ کرنا اور کوئی کلمہ منہ سے ایسا نہ نکالنا جو تمہاری شان کے خلاف ہو۔

قبل از شہادت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ فرمودہ دعاء حل مشکلات

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دوبارہ مجھ سے میرے اباجان سرکار سید الشہداء خیام میں ملنے آئے تو اس وقت دامنِ اقدس خون آلودہ تھا اور فرمایا بیٹا یہ دعا یاد کرلو جو ہر مصیبت ومشکل کی کنجی ہے اور یہ دعا مجھے میری امی جان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتائی اور ان کو میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم فرمائی اور اب اس حال میں دنیا سے جاتی مرتبہ تم کو تعلیم دیتا ہوں۔وہ دعا یہ ہے۔

بِحَقِّ يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ وَبِحَقِّ طٰهٰ وَالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ يَامَنْ يَّقْدِرُ عَلٰى حَوَائِجِ السَّائِلِيْنَ يَامَنْ يَّعْلَمُ مَا فِى الضَّمِيْرِ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یَامُتَنَفِّسُ عَنِ الْمَکْرُوبِیْنَ یَامُفَرِّجُ عَنِ الْمَغْمُوْمِیْنَ یَارَاحِمَ الشَّیْخِ الْکَبِیْرِ یَارَازِقُ الطِّفْلِ یَامَنْ لَایَحْتَاجُ اِلَی التَّفْسِیْرِ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ (الحیات) (وَافْعَلْ بِیْ کَذَا وَ کَذَا) یہاں پر لفظ وَافْعَلْ بِیْ کے آگے جو اپنی حاجت ہو اس کا ذکر کرے اور کذا کذا کا لفظ بعد میں بولا جا سکتا ہے۔ معنے ہیں اس طرح اور اس طرح۔ اور اِفْعَلْ کے معنی کر بِیْ کا معنی ہے میرے لیے۔

مسلمانانِ عالمِ اسلام کے استفادہ کے لیے میں بھی اس دعا کو موجب برکات وحسنات حلِ مشکلات وحاجات کی برآوری کے لیے پیش کر رہا ہوں اس دعائے مبارکہ کو یاد کر لیں اور بغیر کسی پابندی کے باوضو ہو کر جب چاہیں بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں۔ قادرِ مطلق صدقۂ آلِ رسول علیہ السلام کرم فرمائے گا۔

اس نصیحت وتلقین اور تعلیم دعا کے بعد آخری سلام کہتے ہوئے خیمہ سے باہر تشریف لے آئے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

سرکار سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ

امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ جونہی میدانِ کارزار میں آئے تو پھر قومِ اشقیاء کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور کئی ظالموں کو مار ڈالا شمر ذی الجوشن نے اپنے لشکر کو کہا کہ پیادہ لشکر آگے ہو جائے اور سوار لشکر پیچھے ہو جائے اور حکم دیا کہ تیر چلانے شروع کر دو۔ اس حکم کا ملنا تھا کہ قومِ اشقیاء نے نواسۂ رسول سرکار امامِ عالی مقام پر ہر طرف سے تیر چلانے شروع کر دیے تو امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یَاقَوْمَ السُّوْءِ بِئْسَمَا خَلَفْتُمْ مُحَمَّدًا فِیْ عِتْرَتِهٖ اِمَا اَنَّکُمْ لَنْ تَقْتُلُوْا بَعْدِیْ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ فَتَهَابُوْا قَتْلَهٗ۔ اے اے بری قوی یاد رکھو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی عترت کے ساتھ برا سلوک کیا ہے اور میرے بعد پھر تم کسی ایسے شخص کو قتل نہ کر سکو گے۔ جس کا کوئی خوف محسوس ہو۔ بَلْ یَهُوْنَ عَلَیْکُمْ عِنْدَ قَتْلِکُمْ اِیَّایَ وَاَیْمُ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ یُّکْرِمَنِیْ رَبِّیْ بِالشَّهَادَةِ ثُمَّ یُنْتَقِمُ لِیْ مِنْکُمْ مِنْ حَیْثُ لَاتَشْعُرُوْنَ۔ بلکہ میرے عظیم قتل کے بعد تمہیں دوسروں کا قتل کرنا آسان ہو گا واللہ میں شہادت کے درجہ پر فائز ہوں۔ لیکن یاد رکھنا میرے قتل کے بعد تم سے وہ انتقام لیا جائے گا کہ تم اس کو سوچ بھی نہیں سکتے۔

اسی اثناء میں ایک ملعون ابو مخنوف جعفی نامی نے سرکار سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی پیشانی اقدس پر اس قدر زور سے تیر مارا کہ امام کا سر چکرا گیا اور خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ چہرۂ اقدس پر خون رواں تھا۔ امام نے چہرہ اقدس آسمان کی طرف کیا اور زبانِ حال سے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرٰی مَا اَنَا فِیْهِ مِنْ عِبَادِكَ الْعُصَاةِ۔ اے میرے اللہ تو دیکھ رہا ہے کہ تیرے سرکش بندے میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔

انہوں نے اس پیشانی پر تیر مارا ہے جو تیرے نبی کی بوسہ گاہ تھی اور ندائے غیب آئی ظالمو! کس پیشانی اقدس پر تیر مارا ہے۔

مَسَحَ النَّبِیُّ جَبِیْنَهٗ
فَلَهٗ الْبَرِیْقُ فِی الْخُدُوْدِ
اَبَوَاهُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْشٍ
وَجَدُّهٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ

ترجمہ: جس کے ماتھے کو نبی نے چوما اور وہ نور اس سے چمک رہا ہے جس کے ماں باپ بلند درجہ والے اور جن کے نانا جان ساری کائنات سے اعلیٰ ہیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اسی اثناء میں ایک ظالم ملعون نے ایک ایسا سہ شعبہ تیر اس زور سے مارا کہ تین نوکوں والا تیز دھار تیر فرائے کھاتا ہوا آیا۔ سرکار سیدی امام کے سینۂ اقدس پر لگا جو سینۂ ناز نین کو چیرتا ہوا آر پار ہو گیا۔ اس تیر کا لگنا تھا کہ امام تڑپ گئے اور زبانِ حال سے فرمایا۔ بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ۔ اور پھر چہرہ مبارک آسمان کی طرف کر کے عرض کیا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقْتُلُوْنَ رَجُلًا لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اِبْنُ نَبِيٍّ غَيْرُهٗ ۔ اے الٰہ العالمین تو جانتا ہے کہ یہ لوگ ایک ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں کہ روئے زمین پر اس وقت کوئی فرزندِ رسول ﷺ نہیں ہے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ہر ممکن کوشش فرمائی کہ سہ شعبہ تیر سامنے سے کھینچ لوں لیکن جب وہ کھینچا گیا تو امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا خون پرنالے کی طرح جوش مار کر نکلا۔ سرکار امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ہاتھ نیچے رکھا جب خون چلو میں بھر گیا تو اس کو اوپر کی طرف پھینک دیا مگر ایک قطرہ بھی واپس زمین پر نہ آیا۔ پھر دوبارہ جو ہاتھ میں خون لیا اس کو اپنی ریشِ اقدس اور چہرۂ اقدس پر مل لیا۔ اور فرمایا۔ هٰكَذَا اَكُوْنُ حَتّٰى اَلْقٰى جَدِّيْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَخْضُوْبٌ بِدَمِيْ وَاَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَتَلَنِيْ فُلَانٌ وَفُلَانٌ ۔ میں اسی طرح خون کا خضاب لگائے اپنے نانائے پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور عرض کروں گا یا رسول اللہ مجھے فلاں فلاں نے مارا۔

اسی اثناء میں ایک ظالم ملعون صالح بن وہب مزنی نے آپ کی پشتِ مبارک میں اس زور سے تیر مارا کہ آپ زینِ فرس پر سنبھل نہ سکے اور تڑپ کر فرشِ زمین پر داہنے رخسار مبارک کے بل تشریف لائے۔

جونہی امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سرکار سیدی زمین پر گرے تو پھر اٹھے تو چلنا چاہا تو پھر گر گئے پھر اٹھے تو پھر گر گئے۔ چند قدم چلنے نہ پائے اور اٹھنے نہ پاتے تو کوئی شقی نیزہ مارتا اور کوئی تلوار حتیٰ کہ سرکار گر پڑے۔ (الحیات)

اسی اثناء میں حصین بن نمیر نے دہنِ اقدس پر تیر مارا اور زرعہ بن شریک نے آپ کے بائیں بازو پر تلوار ماری۔ اور ایک ملعون نے دائیں شانے پر تلوار ماری۔ اور سنان بن انس نخعی نے آپ کی ہنسلی کی ہڈی میں نیزہ مارا جس سے آپ زمین پر اوندھے منہ گرے پھر اٹھے اور حلق سے تیر کو کھینچا۔ اسی حال میں قومِ اشقیاء نے سرکار امام کو گھیر لیا۔ (الحیات)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جب یہ معلوم ہوا تو خیام سے آواز دی۔ اے بھائی جان، اے سردار، اے اہلِ بیت، کاش آج آسمان گر پڑتا اور کاش پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ پھر عمرو ابنِ سعد کو آواز دی۔ اَيُقْتَلُ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ وَاَنْتَ تَنْظُرُ اِلَيْهِ ۔ اور فرمایا تو دیکھ رہا ہے کہ ابو عبد اللہ الحسین رضی اللہ عنہ قتل کیے جا رہے ہیں۔ عمرو ابن سعد نے اس دردناک آواز کو سنا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس وقت عمرو ابن سعد کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ لیکن وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔ پھر آپ نے فرمایا وَيْحَكُمْ اَمَا فِيْكُمْ مُسْلِمٌ تم میں کوئی مسلمان نہیں رہا۔ اس آواز نے کربلا کی زمین لرزا دی۔ سنگدلانِ اشقیاء خاموش ہو گئے۔ ارض و سماء کی ایک عجیب حالت ہو گئی کہ نواسۂ رسول لختِ جگر زہرا بتول فرزندِ رسول برحق سلطان الشہداء زخموں سے چور چور اور خاک و خون میں پڑے ہوئے ہیں۔

مجروح و خستہ حالت میں خاک پر تشریف فرما تھے کہ مالک بن نسر کندی ملعون نے آگے بڑھ کر سرکار سید الشہداء کے سر مبارک پر تلوار ماری جس سے عمامہ کے نیچے جو ٹوپی تھی وہ کٹ گئی اور سر مبارک بھی شگافتہ ہو گیا۔ سیدنا امام عالیمقام رضی اللہ عنہ نے خون آلود ٹوپی پر عمامہ پھر باندھ لیا تاکہ یہ پٹی کا کام بھی دے اور فرمایا۔ لَا اَكَلْتَ بِيَمِيْنِكَ وَلَا شَرِبْتَ وَحَشَرَكَ اللهُ مَعَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ تجھے اس داہنے ہاتھ سے کھانا پینا نصیب نہ ہو۔ خدا تیرا حشر ظالموں کے ساتھ کرے۔ سرکار امام رضی اللہ عنہ کی اس دعا کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس ظالم کے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دونوں ہاتھ مفلوج ہو گئے۔اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔

سرکار سیدی امام کو زین اسپ سے فرش زمین پر آئے ہوئے کافی دیر ہو چکی ہے دشمن تو چاہتا تھا کہ آپ کو بہت پہلے ہی شہید کر دیا جاتا۔مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ عظیم کوئی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔آخر کار شمر لعین نے کہا کیا انتظار ہے ان کا کام جلد ختم کرو۔خولی بن یزید اصبحی لعین آگے بڑھا اور قریب ہوتے ہی لرز گیا اور چلا گیا۔شمر نے کہا کانپتا کیوں ہے اس کے بعد یہ ظالم ملعون خود آگے بڑھا (اور نا قابل بیان زبان وقلم) گستاخانہ طریقہ میں بیٹھ گیا اس ملعون دمبروص کو سرکار سیدی امام نے دیکھا تو فرمایا۔اَللّٰهُ اَكْبَرُ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى كَلْبٍ اَبْقَعَ يَلَغُ فِيْ دَمِ اَهْلِ بَيْتِيْ ۔رسول انام علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ میں ایک سفید داغ والے کتے کو دیکھ رہا ہوں۔جو میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈال رہا ہے۔اے شمر تم وہی ہو۔

سرکار سیدی امام رضی اللہ عنہ نے زبان اطہر سے قرآن عظیم کی تلاوت فرمائی۔قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۔مگر اس شقی ملعون نے تلوار کی پے در پے ضربات سے نواسہ سید الابرار، سید الشہداء سرکار سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا پس گردن سے سر اقدس تن اطہر سے جدا کر دیا۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

تاریخ عالم کا یہ عدیم النظیر بے مثل شہید جس کی شہادت رفیعہ محرم الحرام کے دسویں یوم عاشورہ تاریخ ۶۰ ہجری جمعۃ المبارک یوم عید المؤمنین افضل الایام کے عظیم دن ٹھیک بوقت نماز عصر چھپن سال پانچ ماہ پانچ دن کی عمر اقدس میں ہوئی اور آپ نے اس دار ناپائیدار سے رحلت فرمائی اور داعی اجل کو لبیک کہا۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بناء لا الہ است حسین

از خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سلطان الہند غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

جس نے اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا

صادق جانباز نے عہد وفا پورا فرمایا اور دین حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ اور اپنی جان راہ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی کہ گلا کاٹا گیا، کربلا کی زمین سید الشہداء کے خون سے گلزار بنی، سروتن کو خاک میں ملا کر اپنے جد کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے دین کی حقانیت کی عملی شہادت دی اور اس ریگستان کے ورق پر صدق وامانت پر جان قربان کرنے کے نقوش ثبت فرمائے۔اَعْلَى اللّٰهُ تَعَالٰى مَكَانَهٗ وَاَمْطَرَ عَلَيْهِ شَآبِيْبَ رَحْمَتِهٖ وَرِضْوَانِهٖ ۔کربلا کے بیابان میں ظلم وجفا کی آندھی چلی، مصطفائی چمن کے غنچہ وگل باد سموم کی نذر ہو گئے۔خاتون جنت کا لہراتا ہوا باغ عین ٹھیک نماز کے وقت کاٹا گیا۔فرزندان آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے سردار کا سایہ اٹھا۔بچے غریب الوطنی میں یتیم ہوئے۔بیبیاں بیوہ ہوئیں۔مظلوم بچے اور بیبیاں گرفتار کیے گئے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فصل ۶

قرآن اور سلام

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (یونس ۹،۱۰)

بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب انہیں راہ دے گا کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ نعمت کے باغوں میں ان کی دعا جس میں یہ ہوگی اللہ تجھے پاکی ہے اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیاں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

۲۔ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ (طٰہٰ:۴۷)

اور سلام ہے اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

۳۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ (النمل:۵۹)

تم کہو سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر۔

۴۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ (الرعد:۲۴)

سلام ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا ہے۔

۵۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۔ (یٰس:۵۸)

ان پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔

۶۔ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا۔ (الاحزاب:۴۴)

ان کے ملتے وقت کی دعا سلام ہے اور ان کے لیے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

ان مذکورہ آیات طیبات سے ثابت ہوا کہ مؤمنین صالحین متقین کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت اور جنت میں سلام سے نوازا ہے۔ جیسے سلام علی نوح، یا سلام علی ابراہیم۔ سلام علی الیاسین، سلام علی موسیٰ و ہارون۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبعین مؤمنین صالحین کو بھی سلام سے نوازا گیا ہے۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی آل پاک اور سید الشہداء پر سلام بھیجنا جائز ہے اور بھی کئی آیات اس امر کے جواز میں ہیں۔ نماز میں آلِ رسول علیہ السلام پر درود بھی پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے بغیر نماز نہیں۔ تعجب ہے کہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو احادیث نبویہ ﷺ کے مطابق اسلام علیکم کا حکم ہے اور اس کے جواب میں وعلیکم السلام کا حکم ہے بلکہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہنے سے بیس نیکیوں کا ثواب ہے کل تیس نیکیوں کا ثواب ہوا۔ اگر اسی طرح اول السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہنے والا بھی کہے تو اس کو بھی تیس نیکیوں کا ثواب۔ یہ سلام جائز ہے اور اولیاء صالحین پر کیونکر ناجائز ہوسکتا ہے۔ ہاں خواہ ان کے حق میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا علیہ السلام اور مؤمنہ صالحہ پر علیہا السلام استعمال کیا جائے دونوں طریق سے جائز ہے ناجائز نہیں۔ لیکن انبیاء اکرام علیہم

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

الصلوٰۃ والسلام پر تو مخصوص ہے کسی نبی کا نام لیا جائے اس پر علیہ الصلوٰۃ والسلام استعمال کرنا چاہیے۔

سلام بحضور سید الشہداء امامِ عالی مقام ﷺ

جس کو دھوکے سے کوفہ بلایا گیا — جس کے بھائی کو زہر پلایا گیا
جس کا جنت سے جوڑا منگایا گیا — جس کو دوشِ نبی پر بٹھایا گیا
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

خاصۂ ربِ داور پہ لاکھوں سلام — نورِ عینِ پیغمبر پہ لاکھوں سلام
تشنۂ آبِ خنجر لاکھوں سلام — مالک نہرِ کوثر پہ لاکھوں سلام
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کا جھولا فرشتے جھلاتے رہے — لوریاں دے کے نوری سلاتے رہے
جس کو کندھوں پر آقا بٹھاتے رہے — جس پر سفاک خنجر چلاتے رہے
اس شہیدوں کے افسر پہ لاکھوں سلام
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

جو جوانانِ جنت کا سالار ہے — جس کا نانا دوعالم کا سردار ہے
جو سراپائے محبوبِ غفار ہے — جس کا سر دشت میں زیرِ تلوار ہے
اس صداقت کے پیکر پہ لاکھوں سلام
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کے بچوں کو پیاسے دلایا گیا — جس کی گردن پہ خنجر چلایا گیا
جس کو تیروں سے چھلنی بنایا گیا — جس کو بیٹھے بٹھائے ستایا گیا
کرلیا نوش جس نے شہادت کا جام
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۲۲

بعد از شہادتِ امام

واقعہ کربلا پر صدمہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس واقعہ ہائلہ سے حضور سیدِ عالم ﷺ کو جو رنج پہنچا اور قلبِ مبارک کو جو صدمہ پہنچا اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔ امام احمد وبیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے عالمِ رؤیا میں حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ سنبل معنبر وگیسوئے معطر بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں۔ وَعَلٰى رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ. بِيَدِهٖ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا دَمٌ۔ سرِ انور اور داڑھی مبارک خاک آلود ہے اور دست مبارک میں خون سے بھری ہوئی ایک شیشی ہے یہ حال دیکھ کر دل بے چین ہو گیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قربانت شوم یہ کیا حال ہے کہ زلفیں مبارک بکھری ہوئی ہیں۔ داڑھی مبارک اور سرانور پر خاک کے آثار ہیں اور ہاتھ میں خونی قارورہ ہے تو آپ نے فرمایا میں مقتلِ حسین میں موجود تھا وہاں سے اس حال میں آیا ہوں اور هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ۔ یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون مقدس ہے۔ یاد رہے کہ ایک ایسی ہی حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اے امِ سلمہ رضی اللہ عنہا اس خاک کو دیکھو جو تمہیں دے کر گیا تھا۔ کہ شیشی میں رکھ دو جب یہ خون ہو جائے گی تو سمجھنا میرا حسین کربلا میں شہید ہو گیا۔ سیدہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ واقعی وہ مٹی خون بن چکی تھی اور دوسرا میں نے بھی حضورِ اقدس ﷺ کو اسی حال میں دیکھا۔ پھر اس رویاء کے بعد سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا روتی رہیں۔ (مشکوٰۃ)

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد غضبِ خداوندی کے آثار

بیہقی اور ابونعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی ہے کہ جس روز سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے مَطَرَ السَّمَآءُ دَمًا فَاَصْبَحْنَا وَحِبَابُنَا وَجِرَارُنَا وَكُلُّ شَيْءٍ لَنَا مَلَاٰءٌ دَمًا۔ آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے مٹکے (گھڑے) اور تمام برتن خون سے بھرے پڑے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج: ۲ ص: ۳۵۴) اور زہری سے روایت ہے کہ جس روز سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ لَمْ يُقْلَبْ حَجَرٌ مِنْ اَحْجَارِ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ اِلَّا وُجِدَ تَحْتَهٗ عَبِيْطٌ تو بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا۔ اور امِ حبان سے روایت ہے کہ جس روز امامِ عالم شہید ہوئے۔ اَظْلَمَتْ عَلَيْنَا ثَلَاثًا تین دن تک اندھیرا ہو گیا اور کامل اندھیرا ہوا خطرہ ہوا کہ قیامت آ جائے اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا۔ بیہقی نے جمیل بن مرہ سے روایت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کی ہے کہ یزید کے لشکریوں نے ایک اونٹ ذبح کیا اور اس کو پکایا تو وہ کڑوا ہو گیا۔ جیسے اندرائن۔ اور وہ اسے نہ کھا سکے۔ فَنَحَرُوْهَا وَطَبَخُوْهَا فَعَادَتْ مِثْلَ الْعَلْقَمِ۔ ابونعیم نے سفیان سے روایت کی ہے کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ جس روز سرکار سید الشہداء امام عالی مقام شہید ہوئے اس دن میں نے دیکھا کہ رس (کسم) عَادَ رِمَادًا وَلَقَدْ رَأَيْتُ اللَّحْمَ كَأَنَّ فِيْهِ النَّارَ۔ راکھ ہو گیا اور گوشت گویا آگ ہو گیا۔ بیہقی نے علی بن شیر سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنی دادی سے سنا وہ کہتی ہیں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانہ میں میں جوان تھی تو میں نے دیکھا فَكَانَتِ السَّمَاءُ أَيَّامًا تَبْكِي لَهُ۔ چند روز آسمان رویا یعنی آسمان سے خون برسا۔ بعض نے لکھا ہے کہ سات روز آسمان خون رویا اور اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔ دن دھاڑے تارے نمودار ہو گئے۔ سورج کو گہن لگ گیا۔ تین دن تک اندھیرا چھا گیا۔ خون کی بارش ہوئی۔ وَهَبَطَ عَلَى قَبْرِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ لِمَا أُصِيْبَ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يَبْكُوْنَ عَلَيْهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتے نازل کر دیے جو قیامت تک سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر اطہر پر روتے رہیں گے۔

ذکرِ واقعاتِ شہادت اور آنکھوں سے آنسو رحمتِ خداوندی

واضح رہنا چاہیے کہ رونا صبر کے منافی نہیں رونا رحمت ہے اور اس پر ثواب ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ شائد رونے سے صبر یا ثواب جاتا رہتا ہے۔ بالکل سراسر غلط ہے۔ ہاں صبر کا اجر پیٹنے وغیرہ سے جاتا رہتا ہے اور یہ قطعاً جائز نہیں۔

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کثیر البکاء ہوئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی کثیر البکاء ہوئے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصال پر روئے۔ تو آپ نے فرمایا رونا رحمتِ خداوندی سے ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام عبدالغفار تھا۔ کثرت نوحہ وگریہ سے نوح لقب مشہور ہو گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر روتے ہوئے وہ فرماتے ہیں إِنَّمَا أَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ۔ میرے رونے اور غم کی شکایت اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اسی طرح امام حسین وشہدائے کربلا کے ذکر مبارک میں رونا بھی باعثِ برکت ورحمتِ خداوندی ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ جتنی بھی محبت ہو گی اتنا اس ذکر سے رونا پیدا ہو گا۔ اور جتنا ظالم ہو گا اتنا ہی وہ رونے سے دور ہو گا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا۔ ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے پوچھا گیا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ ایامِ محرم الحرام میں شہادت نامہ کا پڑھنا مجمع عام میں اور حالات سید الشہداءؑ بیان کرنا جائز ہے یا کہ نہیں الجواب فی الحقیقت واقعۂ جناب سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ۔ اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین وآسمان، حور وملک وجن وانس، جمادات، نباتات وحیوانات روئیں تو بھی تھوڑا ہے۔ مگر خیال کرنا ہے کہ پیٹنا ان کے ساتھ عداوت ہے شاہ عبدالعزیز ہر سال محفلِ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ منعقد کرتے اور شہادت کا بیان ختم فرما کر سلام پڑھتے۔

(فتاویٰ عزیزیہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اہلِ مدینہ کو شہادت کی اطلاع اور غیب سے نداء

واقعۂ کربلا اور شہادتِ امامِ حسین کے بعد اہلِ مدینہ کو علم ہوا تو زار وقطار روتے رہے اسی طرح مکہ معظمہ میں بھی یہی حال ہوا۔ روایات میں آیا ہے کہ یہ اطلاع اشخاص کے ذریعہ حرمین شریفین میں پہنچی۔ لیکن اہلِ مدینہ کے اصحاب کو ایک غیبی آواز بھی سنائی دی۔ جو آتی رہی۔ لیکن کوئی کہنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ وہ روایت نقل کی گئی۔ جس کے کلمات یہ ہیں۔

اَيُّهَا الْقَاتِلُوْنَ جَهْلًا حُسَيْنًا
اَبْشِرُوا بِالْعَذَابِ وَالتَّنْكِيْلِ
كُلُّ اَهْلِ السَّمَاءِ يَدْعُوْا عَلَيْكُمْ
مِّنْ نَبِيٍّ وَّمَلَاكٍ وَّقَبِيْلِ
قَدْ لُعِنْتُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ
وَمُوْسٰى حَامِلِ الْاِنْجِيْلِ

اور جو غیبی ندائیں آئیں۔

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے کہ میں نے جنوں کو حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ پر اس طرح نوحہ کرتے سنا۔

مَسَحَ النَّبِيُّ جَبِيْنَهٗ
فَلَهٗ بَرِيْقٌ فِي الْخُدُوْدِ

اس جبین کو نبی نے چوما تھا۔ ہے وہی نور اس کے چہرہ پر۔

اَبَوَاهُ مِنْ عُلْيَا قُرَيْشٍ
جَدُّهٗ خَيْرُ الْجُدُوْدِ

اس کے ماں باپ بلند ترین قریش۔ اس کے نانا جان جہاں سے بہتر۔ (سوانح کربلا)

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آج تک کبھی جنوں کو نوحہ کرتے یا روتے ہوئے سنا نہ دیکھا۔ مگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا۔ میں نے لونڈی کو باہر بھیجا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام شہید ہوئے۔ جن اس نوحہ کے ساتھ زاری کرتے ہیں۔

اَلَا يَا عَيْنُ فَابْتَهِلِيْ بِجُهْدٍ
وَمَنْ يَّبْكِيْ عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعْدِيْ

رو سکے تو جتنا رو لے اے چشم کون روئے گا پھر شہیدوں کو

عَلٰى رَهْطٍ تَقُوْدُهُمُ الْمَنَايَا
اِلٰى مُتَجَبِّرٍ فِيْ مُلْكِ عُهْدِيْ

پاس ظالم کے کھینچ کر لائی موت ان بیکسوں غریبوں کو۔ (صواعق محرقہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بعد از شہادتِ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ

۱۔ سورج کی روشنی دیواروں پر کسم میں رنگی ہوئی چادروں کی طرح معلوم ہوتی تھی یعنی دھوپ بالکل پھیکی معلوم ہوتی تھی۔
۲۔ ایک ستارہ دوسرے ستارہ پر گر رہا ہے یعنے لگا تار آسمانی تارے ٹوٹ رہے تھے۔
۳۔ آپ کی شہادت دسویں محرم ۶۱ھ میں ہوئی۔ اس دن شدید ترین سورج گرہن لگا۔
۴۔ آپ کی شہادت کے بعد (چھ ماہ تک) آسمان کے کنارے کچھ عجیب طرح سرخ رہے۔
۵۔ آپ کی شہادت کے دن بیت المقدس میں ہر پتھر کے نیچے سے تازہ خون نکلا۔
۶۔ ظالموں کی فوج میں جو پیلے رنگ کی گھاس رکھی ہوئی تھی وہ راکھ ہوگئی۔
۷۔ ان ظالموں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی ذبح کی تو اس کے گوشت سے آگ کی چنگاریاں نکلیں۔
۸۔ جب گوشت پکایا گیا تو زہر کی طرح کڑوا ہوگیا۔
۹۔ ایک شخص نے حضرت امام کی شان میں گستاخی کی تو اس پر دو ستارے گرے جس سے اس کی قوتِ بصارت جاتی رہی۔
۱۰۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زمین و آسمان روئے۔ جنات بھی آپ کی شہادت پر روئے۔

سرکار امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی لاشِ مقدس سے لباس کا اتارنا

حضرت سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد آپ نے جو لباس مبارک پہنا ہوا تھا وہ لباس بھی زخموں کے ساتھ تار تار رشدہ تھا۔ ظالموں نے وہ بھی اتار لیا۔ چنانچہ بڑا کرتہ مبارک اسحاق بن الحیٰوۃ حضرمی نے اتار لیا، شلوار مبارک الجبر بن کعب تمیمی نے اتاری اور عمامہ اقدس اخنس بن مرشد حضرمی نے اتارا۔ نعلین مبارکہ اسود بن خالد نے اتار لی اور چاندی کی انگوٹھی مبارکہ بجدل بن سلیم کلبی نے اتاری اور چادر مبارک جو کندھے مبارک پر تھی وہ قیس ابن اشعث نے اتاری اور زرہ عمرو ابن سعد نے لے لی بعض نے لکھا ہے کہ ایک دارمی نامی نے لی اور بعض نے جہنی تمیم اور بعض نے بنی نہشل کے ایک آدمی فلافس نامی کا ذکر کیا ہے۔

یاد رہے کہ سرکار امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے جو لباس مبارک میدانِ کارزار میں آنے سے قبل نیچے پہنا تھا وہ اسی خطرہ کے پیشِ نظر تھا کہ ایسا نہ ہو کہ شہادت کے بعد مجھے برہنہ کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ظالموں نے اوپر کا لباس اتار لیا لیکن جو نیچے لباسِ اقدس پہنا ہوا تھا اس سے آپ کا جسمِ اقدس برہنہ نہ ہوا۔

یہ بھی واضح ہو کہ روایات اس پر بھی شاہد ہیں کہ سرکار امامِ عالیمقام رضی اللہ عنہ کے اوپر والے لباس کو جن ظالموں نے بھی اتارا اور جو جو چیز آپ کی اتاری وہ مختلف قسم کی بلاؤں، بیماریوں اور عقوبتوں میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ (حیات)

سرکار امام عالیمقام رضی اللہ عنہ کی لاشِ مقدس کو پامال کیا جانا

سیدنا امامِ حسین کے سرِ اقدس کو تنِ اطہر سے جدا کرنے کے بعد ظالموں نے اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ لاش مبارک کو بھی ظالموں نے پامال کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ روایات اس کے متعلق شاہد ہیں کہ قومِ اشقیاء میں سے دس ظالموں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر اور خوشیوں کے نعرے لگاتے ہوئے، گھوڑے دوڑاتے ہوئے لاش مبارک کو پامال کیا۔ قَدَاسَوا الْحُسَيْنَ بِحَافِرِ خَيولَهُمْ حَتّٰى

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رَضُوا صَدْرَہٗ وَظَھْرَہٗ۔ امام حسین کے سینہ اقدس اور کمر مبارک کی ہڈیوں کو کچل دیا گیا اور ان ملعونوں کے نام یہ ہیں:
۱۔ اسحاق بن حیوٰۃ ۔ ۲۔ اخنس بن مرثد ۔ ۳۔ حکیم بن طفیل ۔ ۴۔ عمر بن صبیح صیداوی ۔ ۵۔ رجاء بن منقد عبدی ۔ ۶۔ واخط بن قائم ۔ ۷۔ ہانی بن شبیت حضرمی ۔ ۸۔ اسید بن مالک ۔ ۹۔ سالم بن خثیمہ جعفی ۔ ۱۰۔ صالح بن وہب۔

ازالہ

واضح ہو کہ بعض غیر معتبرہ مجموعوں میں شیر کا واقعہ بڑی شدومد سے بیان کیا گیا ہے کہ ایسے موقعہ پر شیر آ گیا تھا اور اس کی ہیبت سے سب اشقیاء بھاگ گئے تھے۔ اس کی کچھ اصل نہیں۔ (حیات)

واضح ہو کہ اکثر یہ بھی مشہور ہے کہ سرکار سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قوم اشقیاء خیام حسینی میں گھس آئے اور انہوں نے بے تحاشا لوٹ مار شروع کر دی اور جو کچھ ملا وہ لوٹ لیا اور معاذ اللہ اہل بیت اطہار کی خواتین مقدسہ کے سروں سے چادریں اور کانوں سے کانٹے اور پاؤں سے جوتے بھی اتار لیے اور ان کو ڈنڈوں کے ساتھ اتنا مارا گیا کہ معاذ اللہ ان کی پشتیں مبارکہ سیاہ ہو گئیں۔ اور رخسار اقدس اور کانوں مبارک سے خون بہنے لگا۔ العیاذ باللہ۔ اور پھر خیام کو آگ لگا دی اور خاندان نبوت کی خواتین مقدسہ ننگے سر اور ننگے پاؤں چیخ و پکار کرتی باہر نکلیں۔

یہ تمام واقعات بالکل غلط اور ان کی کچھ اصل نہیں۔ سینکڑوں کتب معتبرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایسے واقعات بالکل بے بنیاد ہیں۔ اور یہ خاندان نبوت کی سراسر توہین ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسے غلط اور بے بنیاد واقعات کو بڑی ڈھٹائی اور بڑی شدومد سے بیان کیا جاتا ہے جن واقعات کی اصل نہیں یہ آل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلم کھلا توہین ہے جن کی تطہیر پر قرآن مجید گواہ ہے۔

سرکار امام عالیمقام رضی اللہ عنہ کے زخموں کی تعداد

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا جسم مقدس زخموں سے چور چور ہو چکا تھا۔ بروایتے بہتر تیروں کے اور ۳۳ نیزوں کے اور ۲۴ تلوار کے بروایتے دیگر کچھ اس کے اوپر تعداد بھی آتی ہے۔

لیکن یہ حد بندی درست نہیں جب کہ ایک ایک زخم میں کئی کئی زخم موجود تھے تو اس صورت میں صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا کہ زخموں کی تعداد کس قدر تھی۔

اسپ امام عالیمقام رضی اللہ عنہ کا حال بعد شہادت امام رضی اللہ عنہ

علامہ ابو اسحاق علیہ الرحمہ اپنی کتاب نور العین فی مشہد الحسین رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۶۵ اور سطر ۶ پر فرماتے ہیں کہ روایات قویہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا گھوڑا ہنہناتا اور مقتولوں کی لاشوں کو روندتا اور ایک ایک مقتول کو دیکھتا پھرتا تھا۔ یہاں تک کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس کے پاس آیا تو دیکھا کہ آپ کا سر اقدس نہیں ہے۔ پھر جسم اقدس کے گرد چکر لگانے لگا اور ان کے خون سے اپنی پیشانی ملنے لگا۔ جب عمرو ابن سعد نے یہ حال دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا اسے پکڑ کر لے آؤ جب اشقیاء نے اسے پکڑنا چاہا تو یہ گھوڑا جس کا نام مرتجز تھا۔ جب مرتجز نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں تو اس نے دولتیاں جھاڑنا اور منہ سے کاٹنا شروع کیا یہاں تک کہ چھبیس سوار مار ڈالے اور نو گھوڑے ہلاک کر دیے۔ عمرو ابن سعد نے پکار کر کہا اسے چھوڑ دو دیکھیں کیا کرتا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہے۔لوگ پیچھے ہٹ گئے تو پھر جسمِ اقدس کے پاس آیا اور اپنا ماتھا زمین پر ملنے لگا اور لاش انور کو چومنے لگا اور پھر اس زور سے ہنہناتا تھا کہ تمام ریگستان میں اس کی آواز سنائی دیتی تھی۔پھر ہنہناتا ہوا حرماتِ مقدسہ اور خیامِ حسینی کی طرف گیا۔حرماتِ مقدسہ باہر نکلیں تو دیکھا گھوڑے کی زین خالی ہے اور وہ خون میں لپٹا ہوا ہے اور زور زور سے چلا رہا ہے اس حالت اور دردناک آواز سے معلوم ہو گیا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں۔سب حرماتِ مقدسہ نے رونا شروع کیا اور مخاطب کر کے سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔اَیْنَ تَرَکْتَ اَبِیْ یَامُرْتَجِزُ۔میرے ابا جان کہاں چھوڑ آیا ہے اور سیدہ زینب نے فرمایا۔اَیْنَ تَرَکْتَ اَخِیْ۔بھائی کو کہاں چھوڑ آیا ہے اور بیبیوں نے کہا اَیْنَ تَرَکْتَ سَیِّدِنَا۔ہمارے سردار کو کہاں چھوڑ آیا ہے؟ ان کے رونے اور صدائیں دینے پر گھوڑا دوڑا اور ہنہناتا ہوا اشقیاء پر حملے کرتا یہاں تک کہ جسم شریف کے پاس آ کر قدموں پر منہ رکھ دیتا اور ساتھ ہی ہنہناتا اور پھر دریائے فرات میں غوطہ لگایا پھر معلوم نہیں کہ وہ کہاں گیا۔گویا کہ اس مرکب نے اپنے عظیم راکب کے ساتھ وفاداری کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔(الحیات)

اسپ امام عالیمقام رضی اللہ عنہ کے نام کی تحقیق

اس گھوڑے کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ اس کا نام کیا تھا اور یہ کون سا گھوڑا تھا۔عام طور پر اس کا نام ذوالجناح مشہور کیا گیا ہے مگر تمام معتبر کتب کی ورق گردانی کے بعد اس کا یہی ثبوت ملا کہ اس کا نام ذوالجناح نہیں تھا۔اصل میں تحقیق کرنے کے بعد جو اس کا نام ملا ہے وہ مرتجز تھا اور ان لوگوں کی بھی بعض کتب میں صاف صریحاً لکھا گیا ہے کہ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا کوئی گھوڑا ذوالجناح کے نام کا نہ تھا۔اب رہا یہ کہ یہ گھوڑا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا؟ اس کے متعلق یہی تحقیق ہوئی کہ یہ گھوڑا وہی تھا۔روایاتِ معتبرہ میں ہے کہ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک گھوڑا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور اس کا نام ''مرتجز'' تھا اور یہی وہ گھوڑا مرتجز وفادار تھا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔(الحیات)

تبصرہ

عام طور پر یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس اور تمام اہلِ بیت کے نوجوانوں کے پاس واقعۂ کربلا کے وقت کوئی گھوڑا نہیں تھا۔اس کی دلیل یہ کہ گھوڑا ریت میں چل نہیں سکتا۔پھر اس پر بس نہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ دس ہزار روپیہ انعام دیں گے اگر کوئی گھوڑے کے ہونے کا ثبوت دیدے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ سینکڑوں معتبر کتب میں سے کہیں اس بات کا ذکر تک نہیں آیا کہ آپ کے پاس اونٹ ہی تھے اور گھوڑا تھا ہی نہیں۔بلکہ تمام معتبر کتب شہادت میں اس امر کا واضح ثبوت بارہا ملا ہے کہ گھوڑے تھے اور خود جس پر سوار ہو کر سرکار سید الشہداء رضی اللہ عنہ کارزار کو گئے اور اس پر سے گر کر شہید ہوئے وہ گھوڑا ہی تھا۔اونٹ کا کہیں ذکر نہیں۔عجب جہالت ہے کہ جس چیز کا کہیں ذکر نہیں اس پر یہ کہنا کہ یہ کتب معتبرہ میں موجود ہیں اور جس کا ذکر موجود ہو اس سے انکار اور اس پر انعام کہ جو گھوڑا ثابت کر دے اس کو دس ہزار روپے انعام۔تو میں ایک کتاب کیا بلکہ ایک سو معتبرہ کتابوں سے ثبوت دے سکتا ہوں۔جیسا کہ میں اس کتاب میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں تو چاہیے کہ فی الفور مجھے دس ہزار روپیہ کم از کم بذریعہ ڈاک منی آرڈر کر دیا جائے۔نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بھلا گھوڑے کے ثابت ہونے پر اس کے انکار سے فائدہ کیا اور دوسرا جو چیز معتبر کتب اور اکابرین اہلِ سنت سے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ثابت ہو پھر اس کا انکار کرنا درحقیقت ان اکابرین و بزرگان دین کی تحقیق پر صریحاً الزام ہے اور ان کی مخالفت ہے۔

اکابرین اور مذہب حق اہل سنت کے ساتھ یہ سخت بے وفائی ہے اگر یہ لوگ عربی و فارسی کی کتب نہیں پڑھ سکتے تو کم از کم اردو میں لکھی ہوئی معتبرہ کتابوں کا مطالعہ تو کر سکتے ہیں۔ مثلاً سوانح کربلا جو تالیف لطیف صدر الافاضل سید المفسرین حضرت علامہ حکیم محمد نعیم الدین شاہ مراد آبادی علیہ الرحمہ کی ہے۔ اس میں بار بار کئی مقامات پر اور بالخصوص شہادتِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے باب میں گھوڑے کا ذکر کیا گیا ہے۔ کم از کم اس کا تو مطالعہ کر لیا جاتا۔ اگر یہ بھی پڑھنا دشوار ہے تو کم از کم ایسی غلط باتیں کرنا اور پھر اس پر دعوے مارنا بڑی ڈھٹائی اختیار کرنا۔ ان سب کو پہلے اپنے مسلک کے معتبر علماء سے زبانی پوچھ کر اس بات کو برسرِ عام کرنا چاہیے۔

دفن شہدائے کربلا کی تحقیق

عمرو ابن سعد نے روزِ عاشور ہی بوقتِ عصر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک، خولی بن یزید اصبحی نامی اور حمید بن مسلم کی تحویل میں دیا۔ اور دوسرے شہدائے کربلا کے سرہائے مبارکہ، شمر ذی الجوشن اور قیس بن اشعث، اور عمرو بن الحجاج کی سرکردگی میں عبیداللہ ابن زیاد والئی کوفہ کو روانہ کر دیے اور خود گیارہ محرم الحرام کو پچھلے پہر کوفہ روانہ ہو گیا۔ اس کے اور اس کے فوجوں کے چلے جانے کے بعد شہدائے کربلا کی لاشیں اور سرکار سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک جو کفن و دفن کے بغیر خاک و خون میں پڑی ہوئی تھی۔ کربلا کی نزدیکی بستی غافریہ وغیرہا کے لوگ آئے تو انہوں نے شہدائے کربلا کی لاشوں کو شناخت کیا اور پھر ان کی تجہیز و تکفین کی اور تکریم کے ساتھ ان پر نماز جنازہ بھی یہ واقعہ بارہ محرم الحرام کا ہے۔ (الحیات)

پھر سرکار سید الشہداء امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو اس جگہ دفن کیا گیا جہاں اس وقت کربلا میں ان کا مزارِ اقدس ہے اور ان کے قریب ہی شہزادہ علی اکبر کو دفن کیا گیا اور شہزادہ علی اصغر کو بھی دفن کیا گیا اور دیگر آپ کے خاندان کے شہداء اور اصحاب و احباب کی بھی لاشہائے مبارکہ کو اکٹھا کر کے ان ہی کے قریب ایک بڑا گڑھا کھود کر دفن کیا گیا۔ گویا اصحابِ حسینی کو دنیا و آخرت اور قبر میں بھی قربی معیت حاصل ہوئی۔ جہاں اب بھی مدفون ہیں۔

صرف حضرت حر رضی اللہ عنہ ہی ایک واحد شخص ہیں جن کو ان کے قبیلہ والے لے گئے۔ جو یہاں سے تقریباً دو تین میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں پر ان کو دفن کیا آج حضرت حر رضی اللہ عنہ کا وہاں پر ہی مزار مبارک ہے۔ (ایضاً)

مزارِ پرانوار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عالیمقام اور شہداء کربلا رضی اللہ عنہم

کربلا وہ جگہ ہے جہاں ویرانہ ہی ویرانہ ہے گو کربلا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جس کی آبادی چالیس ہزار کے قریب ہوگی۔ زائرین کے لیے بہترین انتظام ہے۔ مگر چاروں طرف ریت کا دریا نظر آتا ہے۔ اس میں سیدہ زینب کا ٹیلا بھی موجود ہے۔ دریائے فرات بھی اپنی جگہ سے سرک گیا ہے پھر بھی اس کو دیکھ کر اب بھی کربلا کا منظر سامنے آ جاتا ہے اس کربلا میں ہی سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا روضہ اطہر ہے اس روضۂ اطہر میں بہت زیادہ سونا لگا ہوا ہے فرش اور دیواریں سنگ مرمر کی اور چھتیں شیشے کی چمکتی ہیں۔ مزارِ اقدس کا کٹہرا بہت خوبصورت ہے بائیں طرف سیدنا علی اکبر و سیدنا علی اصغر رضی اللہ عنہما کی قبریں اور پائتی بائیں طرف کسی قدر ہٹ کر باقی شہدائے کربلا کا مدفن شریف ایک ہی کٹہرے میں ہے۔ بیرونی حصہ پر خوبصورت عالی شان گنبد اور مینار بنے ہوئے ہیں اور کئی میل دور سے سرکار

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سید الشہداء کا مینار اور گنبد نظر آتا ہے۔ اور بہت بڑی عالی شان وسیع ترین ارد گرد عمارت اور مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ یہاں سے کچھ دور وہ جگہ بھی ہے۔ جہاں اہلِ بیت نے دشتِ کربلا پہنچ کر قیام فرمایا۔ (تاریخ کربلا)

سرکار امام عالیمقام رضی اللہ عنہ کے سرِ اقدس کے مدفن کی تحقیق و تفصیل

سرکار سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس یزید پلید ملعون نے اپنے خزانہ میں کسی صندوق میں بند رکھا اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا آخر جب سلیمان بن عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اس کو اس امر کا انکشاف ہوا کہ سرکار امام رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس خزانہ کے صندوق میں موجود ہے۔ جب اس صندوق میں سرِ انور کو دیکھا گیا تو اس سے تازہ ترین خون بہہ رہا تھا اور چہرہ انور چمک رہا تھا۔ کچھ عرصہ پاس رکھنے کے بعد اس سرِ اقدس کو دمشق عقلان بھیج دیا گیا اور اس کے بعد جب ایک خلیفہ کے وقت بدر جلال (جو وزیر اعظم تھا) عقلان پر قابض ہوا تو سر اقدس کی زیارت کے بعد ایک جگہ صندوق رکھا گیا اور اس پر بڑی عالی شان عمارت بنائی گئی جس کا نام مشہدِ بدر رکھا۔ ۴۸۴ھ میں یہ عمارت مکمل ہوگئی اور سر مبارک اس میں رہا۔ پھر جب ۵۴۸ھ میں انگریزوں کا تسلط ہوا تو پھر مسلمانان عقید تمندوں نے سر مبارک کا صندوق اس عمارت سے نکال لیا اور مصر لے گئے یہ واقعہ ۵۴۹ھ میں پیش آیا۔ ایک مشہور سیاح علامہ یروی نے بھی اس بات کی شہادت دی ہے کہ مصر میں سر مبارک کو قصرِ زمرد میں رکھا گیا پھر فرمانِ شاہی کے مطابق ایک خوش نما گنبد بنایا گیا اور سر اقدس کو اس میں بہترین قیمتی تابوت میں رکھا گیا اس وقت سے اب تک قاہرہ کے اسی مشہد میں سر اقدس ہے۔ پھر سلطان صلاح الدین ایوبی کے وقت قاہرہ میں مدارس عربیہ بنائے گئے۔ تو اس مشہد عالی کے قریب ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اس میں علامہ بہالی کو صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ یہ واقعہ ۵۶۸ھ کا ہے۔ پھر ۵۷۰ھ میں معین الدین ابن شیخ الشیوخ نے مشہد کے پاس کئی حجرے تعمیر کیے۔ اس وقت ابن جبیر سیاح اس مشہد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آپ کا سر مبارک نقرئی تابوت کے اندر ہے ۶۲۰ھ میں ابنِ تیی ابن ناصر اسکری ابو القاسم نے مشہد کو بہت زینت دی اور ایک نہایت ہی بلند منارہ تعمیر کیا۔ ۶۴۶ھ میں مشہد کے بیرونی حصہ میں آگ بھی لگ گئی تھی مگر ایوان مرقد اقدس کے حبہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ دوبارہ پھر اس کی مرمت کرائی گئی۔ ۷۲۶ھ میں یہاں ابن بطوطہ آیا تو اس نے بھی اس سفر نامہ میں مشہد امام کا ذکر کیا۔ ۷۳۰ھ میں خالد بن عیسیٰ لبادی آئے تو وہ لکھتے ہیں کہ محرابوں میں شیشے، فانوس نفیس ترین قندیل نور فشاں لگے ہوئے تھے۔ خدیو معز الملک الظاہر ابو سعید چمقاق نے آکر ہر شیشہ پر خط طغریٰ میں یہ نام پاک لکھوایا اور ایک عجیب شیشہ جس کی آب و تاب سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں رکھوایا۔ یونہی ہر زمانے میں والیانِ مصر اس کی تزئین کرتے چلے آئے ۱۱۱۵ھ میں امیر حسن عزبان الجلغی نے اس کی توسیع اور چوب آب نوسی کا خوش نما تابوت بنایا اور اس پر سنہری کام کرایا۔ پھر اس تابوت پر سبز حریہ چڑھایا۔ ۱۱۵۶ھ میں عربی کے مشہور شاعر عبداللہ شیرازی نے ہر دروازہ پر اشعار لکھے ۱۱۰۰ھ میں عبدالرحمن کتخدا کے حکم سے اس کی تعمیر میں توسیع کی گئی اور ایک خوبصورت قبہ تعمیر کیا گیا اور اسی پر تاریخ کا پتھر نصب کیا گیا۔ ۱۲۰۴ھ میں اس کی اور توسیع کی گئی۔ پھر عباس پاشا نے آکر مشہد کو مزید خوبصورت اور توسیع کی پھر اسمٰعیل پاشا نے استنبول سے عمارتی سامان منگوا کر مشہد کو اور اعلیٰ قسم کی خوبصورتی سے مزین کی۔ پھر یہ سلسلہ ۱۳۲۱ھ تک درجہ بدرجہ چلتا رہا۔ پھر شیخ سید محمود نے اندرونی تابوت کو کھول کر زیارت کی اور کئی لوگوں نے دیکھا کہ سرِ اقدس سے تازہ خون بہہ رہا ہے اور چہرۂ انور چمک رہا ہے۔ قاہرہ میں جامعہ ازہر کی عمارت کے شمالی دروازہ کے بالکل سامنے سڑک کے دوسرے کنارے یہ مشہد عظیم واقع ہے۔ جو مشہدِ حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے آج بھی مشہور ہے۔

(تاریخ کربلا ص ۲۳۵)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دن رات لوگوں کا ہجوم اور قاری وحفاظ تلاوتِ قرآن پاک کرتے اور فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔اس مشہدِ مطہر کی دیواروں پر دائروں کی شکل میں آیاتِ قرآنی اور مختلف اشعار سنہری حروف میں لکھے ہوئے ہیں۔

ان شہداء کربلا کے سرہائے مبارکہ کی تدفین کا بیان جو دمشق بھجوائے گئے

دمشق کے پرانے قبرستان میں بابِ صغیر ہے اس میں ایک قبہ ہے جس میں سولہ شہدائے کربلا کے سرہائے مبارکہ جو سرِ اقدس امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دمشق یزید کے پاس بھجوائے گئے تھے جو امام عالی مقام کے سرمبارک کے علاوہ اس جگہ پر مدفون کیے گئے۔ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ سیدنا ابوبکر ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۲۔ سیدنا عمر ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۳۔ سیدنا عثمان ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

۴۔ سیدنا عباس ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

۵۔ سیدنا جعفر ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

۶۔ سیدنا عبداللہ ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

۷۔ سیدنا جعفر وسیدنا عبداللہ ابن عقیل رضی اللہ عنہ۔

۸۔ سیدنا محمد ابن مسلم رضی اللہ عنہ۔

۹۔ سیدنا حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہ۔

۱۰۔ سیدنا عون بن عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ۔

۱۱۔ سیدنا حر بن یزید الریاحی رضی اللہ عنہ۔

۱۲۔ سیدنا علی اکبر ابن الحسین رضی اللہ عنہ۔

۱۳۔ سیدنا عبداللہ ابن الحسین رضی اللہ عنہ۔

۱۴۔ سیدنا قاسم بن الحسن۔رضی اللہ عنہم اجمعین۔(تاریخ کربلا)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۲۳

اسیرانِ اہلِ بیت کے کربلا سے کوفہ تک کے حالات

اور لاشِ امامِ عالیمقام رضی اللہ عنہ دیکھ کر حال

چنانچہ محرم الحرام کے نصف دن گزرنے کے بعد عمرو ابن سعد اپنے لشکروں سمیت کوفہ روانہ ہوا تو خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسیر کر کے لے جانے لگا خاندانِ نبوت کا یہ مختصر قافلہ چلنے لگا تو شہدائے کربلا اور سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی لاشِ مقدسہ سے ان کا گذر ہوا۔ جب خاندانِ نبوت نے بغیر گور و کفن اور خاک و خون میں پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھا تو یقیناً وہ گھڑی قیامت سے کم نہ تھی۔ کربلا کی زمین میں آہ و بکا بلند ہوئی اور کہا اے الٰہ العالمین آج یہ حسین تیرے محبوب کے نواسہ اور ان کی آلِ مقدسہ اس صحرا میں خاک و خون میں پڑے ہوئے ہیں اور کل سے آج تک ان کو کوئی اٹھا نہ سکا اور ان کی تجہیز و تکفین نہ ہوئی۔ ان کے اعضاء پارہ پارہ اور جسم زخموں سے چکنا چور ہیں۔ اے اللہ، تیرے رسول کی اولاد آج اسیر ہو کر ان کو اس حال میں چھوڑے جا رہی ہے۔ خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر و تحمل و ثابت قدمی اور ایمان و استقلال کا یہ ثبوت دیا کہ آسمان کی طرف نگاہ کر کے ہاتھ پھیلا کر دعا فرمائی۔ **اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا هٰذَا الْقُرْبَانِ**۔ اے اللہ ہماری اس قربانی کو قبول فرما۔ ادھر آنکھیں اشکبار ہیں اور یہ دعا فرمائی جا رہی ہے کہ سید الشہداء سرکار امام کی لاڈلی شہزادی سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا جو سات سال کی تھی وہ اپنے شفیق باپ کے جسدِ اطہر کے ساتھ جا کر لپٹ گئیں تو گلوئے بریدہ سے یہ نداء آئی۔ (۱)

عَيْنِيْ مَا اَنْ شَرِبْتُمْ
عَذْبَ مَاءٍ فَاذْكُرُوْنِيْ
اَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِيْبٍ
اَوْ شَهِيْدٍ فَانْدُبُوْنِيْ

سیدہ کو جب کافی دیر ہو گئی کہ وہ اپنے باپ کی لاشِ مطہرہ سے لپٹی ہوئی ہیں اور کسی طرح جدا نہیں ہوتیں ہیں۔ بالآخر زبردستی سیدہ کو اس کے ابا جان کی لاشِ مطہرہ سے جدا کیا گیا۔ (۲)

(۱)،(۲) حیات الحلی ج ۲ ص ۳۴۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اسیرانِ اہلِ بیت کا کوفہ میں داخلہ اور سرہائے شہداء نیزوں پر

جب یہ خاندان نبوت کا مختصر سا قافلہ محرم کی بارہ تاریخ کو کوفہ کے قریب پہنچا تو عبید اللہ ابن زیاد نے شہدائے کربلا کے سرہائے مبارکہ اور سرکار سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو نیزوں اور تلواروں پر سوار کر کے دار الامارت کوفہ سے ایک لشکر کے ہاتھوں عمر وابن سعد کے پاس بھیج دیا کہ یہ سرہائے مبارکہ آگے آگے ہوں اور ان کے پیچھے اسیرانِ اہلِ بیت ہوں اور اس حال میں کوفہ دار الامارت میں ان کو لایا جائے تا کہ لوگ اس منظر کو دیکھیں چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔ جب قافلۂ اسیرانِ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان عالیہ کے شہداء کے سرہائے مبارکہ اور سر امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو ایسے حال میں دیکھا تو وہ زار و قطار روتے ہوئے کوفہ میں داخل ہوئے۔ ایک وہ وقت تھا جب کہ خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی اولاد کوفہ میں شہزادگان کی حیثیت سے تھے اور آج اسیر ہو کر کوفہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ جب سیدانیوں کا یہ قافلہ شہر میں داخل ہوا تو بازاروں میں، دوکانوں میں، درختوں اور مکانوں کی چھتوں پر مرد، عورتیں اور بچے آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منظر دیکھنے کے لیے جمع تھے۔ شہداء کربلا کے سرہائے مقدسہ اور اہلِ بیت کی بیکسی دیکھ کر بعض عورتوں کے دلوں میں ہمدردی پیدا ہوئی تو انہوں نے کھجوریں دینی شروع کیں۔ سیدہ زینب نے فرمایا یَا اَهْلَ الْكُوفَةِ اِنَّ الصَّدَقَةَ عَلَيْنَا حَرَامٌ۔ اے اہل کوفہ صدقہ ہم پر حرام ہے اور کھجوریں واپس کرادیں۔ (الحیات)

سر مبارک نیزہ کی نوک پر چہرہ مبارک کی چمک اور ہوا میں ریشِ اقدس کی حرکت

سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جو نیزہ کی نوک پر رکھے ہوئے سب سے آگے تھا اس دل خراش منظر کو دیکھ کر بعض مرد اور عورتیں دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ وَهُوَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ زُهْرِيٌّ قَمَرِيٌّ اَشْبَهُ الْخَلْقِ بِرَسُوْلِ اللهِ وَلِحْيَتُهٗ وَجْهُهٗ دَارَةُ قَمَرٍ طَالِعٌ وَالرِّيْحُ تَعْبَثُ بِهَا يَمِيْنًا وَشِمَالًا۔ اور اس وقت امامِ عالی مقام کا سر مبارک چمک رہا تھا اور تمام خلقت سے زیادہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ چہرہ تھا اور چہرہ انور ماہتاب کی طرح روشن تھا اور ڈاڑھی مبارک کو ہوا دائیں بائیں حرکت دے رہی تھی یعنے چہرہ چمک دمک رہا تھا اور سر مبارک تابندہ و درخشندہ تھا اور ڈاڑھی مبارک حرکت فرما رہی تھی۔ (الحیات)

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کی بوقتِ شہادت ڈاڑھی مبارک بڑی اور گھنی تھی اور اپنے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بڑی گھنی اور پھیلی ہوئی ڈاڑھی تھی اگر آپ کی ڈاڑھی مبارک چھوٹی یا کتری ہوئی ہوتی یا حدِ شرع سے کم ہوتی تو وہ ہوا میں حرکت نہ کرتی۔ ہوا میں وہی ڈاڑھی حرکت کرسکتی ہے جو بڑی ہو اور چھوٹی یعنی کتری ہوئی نہ ہو۔

اس لیے ہم کو چاہیے کہ ہم اپنی ڈاڑھیوں کو بڑھائیں اور مونچھیں پست رکھیں افسوس ہے کہ اکثر بعض علماء اور ذاکرین ڈاڑھی منڈے یا کترے یا حدِ شرع سے کم برائے نام ڈاڑھی کے چند بال رکھ لیتے ہیں جو کہ شرعاً ڈاڑھی منڈے کے ہی مشابہ ہے اور ایسے امام کے پیچھے شرعاً نماز جائز نہیں۔ حدِ مشت کا اطلاق بھی ٹھوڑی کے نیچے سے ہوتا ہے یہ نہیں کہ نچلے ہونٹ پر ہاتھ رکھ کر ٹھوڑی ہاتھ میں دبا کر کتری ہوئی ڈاڑھی کو سمجھ لیا جائے کہ یہ ایک مشت ہے ایسے لوگ ڈاڑھی منڈوں کے ہم مثل ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھو لمعۃ الضحیٰ" از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

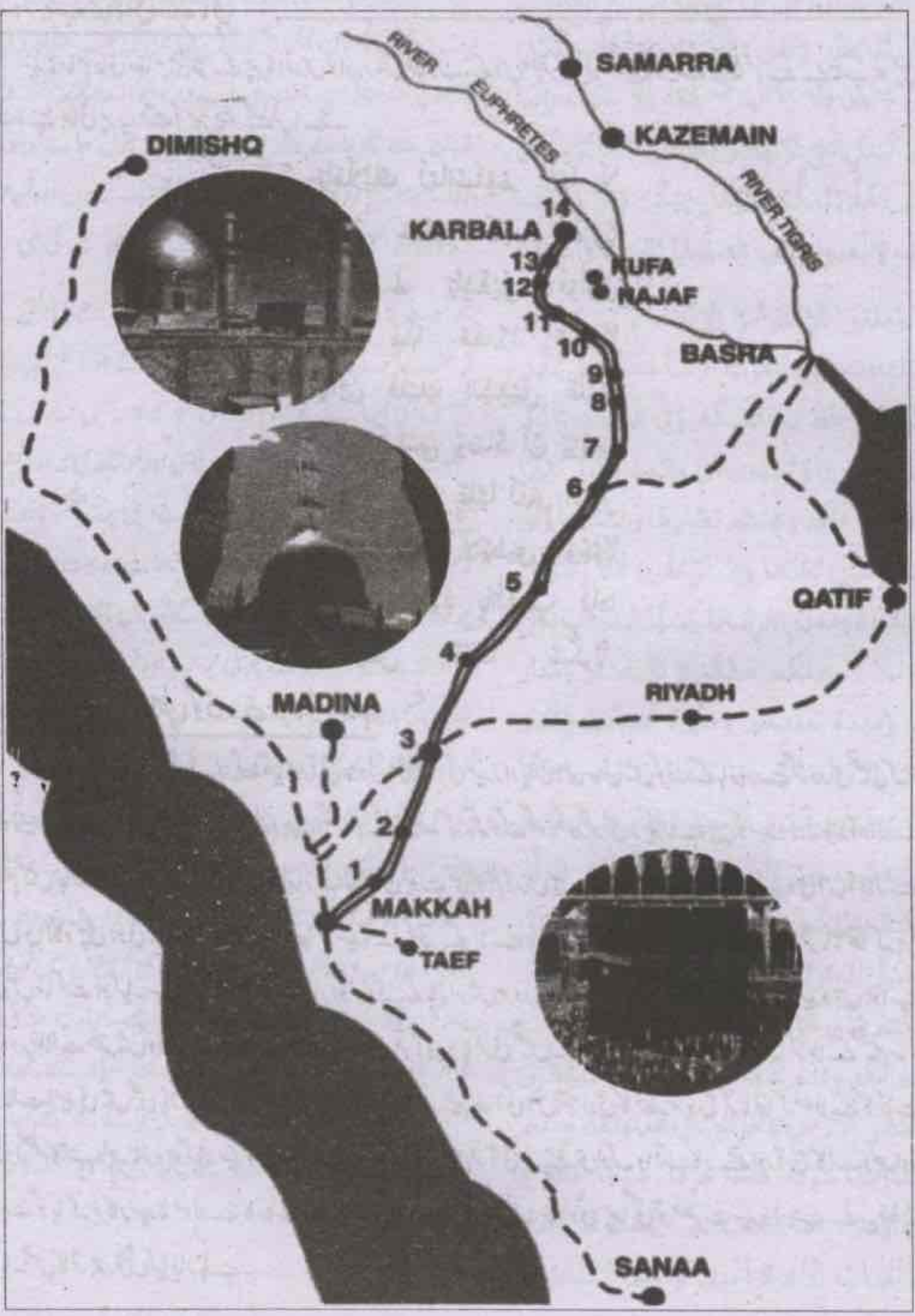

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بے تابی

سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے چہرۂ اقدس کو اور ریش مبارک کے اس منظر کو دیکھ کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا غم سے بے تاب ہوئیں تو اس وقت اپنے بھائی پر یہ رقت آمیز چند جملے فرمائے۔

يَاهَلَالِكَ لَمَّا اسْتَقِمْ كَمَا لَا
غَالَهُ حَتَفَ فَابْدَا غَرُوبًا
مَاتُوهَمتُ يَاشِقَيْقُ فُوَأدِيْ
كَانَ هٰذَا مَقْدرًا مَكْتُوبًا
يَااخِيْ قَلْبَكِ الشَّفِيْقُ عَلَيْنَا
مَالَهُ قَرتَسِى وَصَادَ اَنْ يَرُوْجَا
يَااَخِي الُوتَرٰى عَلِيًا لَدَى الْاَسِيْرِ
مَعَ الْيَتمِ لَايَطِيق وُجُوبًا
كُلِمَا وَاجمُوهُ بِاالْعَرَبِ فَرَادَا
كَيفُيضَ دَمعًا سَكُرِبًا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا اہلِ کوفہ سے بیمثال خطبہ

جب لوگوں کا ہجوم ہر طرف دیکھا گیا اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیّدزادیاں اس حال میں کوفہ کے بازار سے گزر رہی تھیں کہ حضرت سیدہ زینب بنتِ مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، الکریم نے دیکھا کہ کچھ لوگ گھور گھور کر بھی دیکھ رہے ہیں تو سیدہ نے بلند آواز سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ یہ مخدرات عصمت وطہارت خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم آرہی ہیں اپنی نگاہوں کو نیچے کرو۔ سیدہ کی اس آواز سے ایسے لوگوں کی نگاہ نیچی ہوئی۔ اور جو شور وغل دیکھا تو سیدہ نے کوفہ کے بڑے بازار میں فرمایا خاموش ہو جاؤ اس کا فرمانا تھا کہ ہر طرف شور وغل ساکت ہو گیا۔ سیدہ نے پھر اونٹنی پر سوار ہو کر کوفہ کے بازار میں مردوں اور عورتوں سے خطبہ فرمایا۔ یہ وہ سیدہ ہیں جو اپنے باپ کے دورِ خلافتِ حقہ میں کوفہ کے اندر اپنے مکان میں درسِ قرآن دیا کرتی تھیں۔ آج شیرِ خدا کی شہزادی واقعۂ کربلا کے عظیم سانحہ کے بعد حالتِ اسیری میں بھی بازارِ کوفہ میں خطبہ ارشاد فرما رہی ہیں۔ شیرِ خدا کی اس شہزادی کا خطبہ شروع کرنا تھا کہ مولائے کائنات باب مدینۃ العلم کا لب ولہجہ تازہ ہو گیا۔ سیدہ کی فصاحت وبلاغت اور علوم قرآنی پر پہلے ہی لوگ واقف کار تھے اور آج کا لب ولہجہ اور اندازِ خطابت گویا کہ سرکار سیدنا مولائے کائنات بول رہے ہیں۔ جب ہر طرف خاموشی چھا گئی تو حضرت سیدہ زینب نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی اَبِیْ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الْاَخْيَارِ. اَمَّابَعْدُ يَااَهْلَ الْكُوْفَةِ وَيَااَهْلَ الْخَتَلِ اَتَبْكُوْنَ وَالْغَدَ فَلَا رَقَاتِ اِلَّا مَعَة وَلَا هَدَاْت. اِنَّمَا مِثْلَكُمْ كَمَثَلِ الَّتِیْ غَزَلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اِنْكَاثًا تَبْخِلُوْنَ اَيْمَانُكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ الْاَوْهَلَ فِيْكُمْ وَالَا الصَّلَفَ وَالنِطِفِ وَالْعدواشنَفِ الصلُهتَا لعَجَب وَاشَغَفِ

وَالْكَنْدَوملحَق الْاِمَاوَغُمرَ الْاعَداء وكَمَرْعى عَلٰى دَمنةَ وَلفِنهقه عَلٰى ملحوده الاساُ مَاقَدْمَتْ لَكُمْ اَنْفسِكم اِنْ سَخَطَ الله عَلَيْكُمْ وَفِی الْعَذَابِ اَنْتُمْ خَالِدُوْنَ. اتكبُونَ وَتختبَون اَی وَاللهِ فَاَبْكوا كَثِيْرًا وَاَضْحكوقَلِيْلًا فَلَقَد وهبتم بَصَارِهَا وشَنارها وَاَنْ تَرْحفوها بِغَسل بَعَدَها وانى تَرْحَفُون قَتَلَ سَلِيْل خَاتم النَبوة ومعدَنِ الرِسَالة وَسَيِّدَالشباب اَهْلَ الْجَنَّة وَمَلَا رجيرتكم مضَفُوع نَاَزلتكم ومنار مُجَتكم وَمدرة سُنَتكم وَمَدَرة مُجِجكم وَمَنَار مُحِبتكم الْاَسَا. مَاتزَرونَ وَبَعْدا الكم وَسحَقًا فَلَقَدخَابَ اَسْعَى وَتُبْتَ الْاَيْدِىْ وَخسرتِ الصَفته وُبوْتم بغضَب مِنَ الله وضربت عَلَيْكُمْ الذِلَّة وَالمَسْكنة وَيْلكم يَااَهْلُ الْكُوفة. اَتَدرُوْنَ اَیْ كَبْدلِرَسُوْل الله فريْتم وَاى كَرِيْمَةَ لَهٗ ابرزْتُم وَايِ دَمٌ لَهٗ سَفكْتم وَاَى حُرْمَة لَهٗ اَنتِهَكْتم وَاَىِ حُرْمة لَهٗ اِنتهكُتم الْقَد جِئْتم شَيْأً اِوًّا تكاَواسَمٰوَاتِ تيفطِرنَ مِنْهُ وَتُنشقَ الْاَرْض وَتخرالجِبَالِ هُدًّاولَقَدَ جِئْتم بها صلعارغفا سَوداء فَقَحًا خَرَقَاء شَوَهَا كطلاع الارض اوَملاءِ اِسَما افَعجيتبم ان مَطَرت اَسَماء دَمَاء وَالْعَذاب الْاٰخرة اُخزى وَاَنْتُمْ لَاتَنْصَرُوْنَ

ہر قسم کی خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں۔ میرے باپ (یعنی نانا جان) محمد ﷺ پر اور ان کی طیب وطاہر و نیک اولاد پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اے کوفہ والو، اے عہد شکنو۔ اپنی زبان سے پھر جانے والو اور اپنے الفاظ بھول جانے والو۔ تم رو رہے ہو۔ تم روتے رہو تمہارے آنسو خشک نہ ہوں اور تمہاری آہ وفغان کبھی بند نہ ہو۔ تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے

جو سوت کاتتی (کپڑا بنتی) ہے اور پھر اسے ادھیڑ ڈالتی ہے (ٹکڑے ٹکڑے) کر ڈالتی ہے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تم میں ایک متنفس بھی ایسا ہے۔ جو جھوٹا اور شیخی خور نہ ہو۔ جس کے دل میں کھوٹ نہ ہو۔ لومڑیوں کی طرح چاپلوسی اور خوشامدی نہ ہو دشمنوں کا سا کینہ نہ رکھتا ہو جو راہِ حق کو چھوڑ کر بے دینی پر نہ جھگڑتا ہو۔ یاد رکھو جو کچھ تم نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے وہ بہت برا ہے۔ تم پر خدا کا غیظ وغضب ہے اور تم اس کے قہر میں مبتلا ہو گے۔ اے جھوٹو اے کوفیو۔ تم میرے بھائی پر گریہ اور نوحہ کر رہے ہو۔ ہاں خدا کی قسم روؤ اور خوب روؤ۔ تم کو رونا مناسب ہے۔ ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ تم نے بہت بری بری باتوں کی آرزوئیں کی ہیں جن کو تم رو دھو کر بھی کبھی اپنے دامن سے پاک وصاف نہ کر سکو گے۔ بھلا بتلاؤ تم خاتم النبیین اور معدنِ رسالت کے فرزند کے قتل کے داغ کو کیونکر دھو کر صاف کر سکتے ہو۔ جنت کے نوجوانوں کے سردار کے قتل کے دھبہ کو کیونکر مٹا سکتے ہو۔ وہ تمہاری لڑائیوں میں تمہاری پناہ گاہ تھے۔ تمہاری جماعتوں کے محافظ تھے۔ تمہاری سلامتی کی قرار گاہ تھے۔ تمہارے کلمہ کی اساس اور بنیاد تھے۔ تمہاری مصیبتوں اور تمہارے حوادث میں تمہاری جائے پناہ تھے تمہاری معاشرت درست کرنے والے تھے۔ تمہاری باہمی گفتگو کا مرجع تھے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فَلَا يَسْتَخِفَّنَّكُمُ الْمَهَلُ فَانه لَا يَحْفِزُهُ الْبِدَارُ وَلَا يُخَافُ فَوْتُ الثَّارِ وَاِنَّ رَبَّكُمْ لَبِالْمِرْصَادِ۔

آہ۔ کتنی بری بات ہے جس کو تم آخرت میں بھیج چکے ہو۔ اور کتنی سنگین ہے وہ چیز جس کو تم نے قیامت کے لیے چھوڑا ہے۔ وہ چیز تم کو بڑی دور کرنے والی ہے۔ (یعنی جنت سے) تم کو ڈس لینے والی تم کو اوندھا ڈال دینے والی ہے اور تمہاری کوشش ناکام رہی۔

حسرت جفا کاری نے تمہارے چہرے بگاڑ دیے تم خدا کے غیظ وغضب کا ٹھکانہ بن گئے کوفہ والو۔ تمہیں معلوم ہے کہ تم نے محمد رسول ﷺ کے کون سے جگر گوشہ کو پھاڑا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی کون سی بیٹی کی بے حرمتی کی ہے اور کون سے خون کو تم نے بہایا ہے۔ آہ تم ایک بہت بڑے حادثہ کے مرتکب ہوئے ہو۔ تم ایک ایسے جرم کے مرتکب ہوئے ہو جو منہ بگاڑ دینے والا اور مصیبت میں مبتلا کر دینے والا ہے۔ اگر اس موقعہ پر خون کی بارش ہو تو کیا تم تعجب کرو گے۔ یاد رکھو آخرت کا عذاب تم کو رسوا کرنے والا ہے اور وہاں ایسے لوگوں کی مدد نہ کی جائے گی۔ کوئی طاقت خدا کے کاموں میں دخیل نہیں اور نہ انتقام لینے سے کوئی روک سکتا ہے اگر واہیہ، ہیاء وعمیا پر آسمان سے خون برسا ہے تو تم کو تعجب کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تمہارا رب نافرمانوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ آہ تم نے وہ جرم کیا ہے کہ آسمان گر پڑیں زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

یہ خطبہ شجاعت وفصاحت وبلاغت سن کر لوگ حیرت میں پڑ گئے اور دشمنوں کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا۔ مذلم بن کثیر عرب کے مشہور فصحا میں عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ جب سیدہ نے خطبہ ختم فرمایا تو دیکھا گیا کہ وہ رو رہے ہیں اور ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھا اور وہ کہہ رہے تھے۔ يَا اَبِي اَنْتُمْ وَاُمِّي كُهُولُكُمْ خَيْرُ الْكُهُولِ وَشَبَابُكُمْ خَيْرُ الشَّبَابِ وَنِسَاءُ كُمْ خَيْرُ النِّسَاءِ وَنَسْلُكُمْ خَيْرُ النَّسْلِ وَفَضْلُكُمْ فَضْلٌ عَظِيْمٌ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے بزرگ سب سے بہتر آپ کے جوان سب جوانوں سے افضل آپ کی عورتیں سب عورتوں سے اشرف آپ کی نسل سب نسلوں سے اعلیٰ اور آپ کا فضل فضلِ عظیم ہے۔ جو نہ باطل سے دبتی ہے اور نہ باطل کے سامنے جھکتی ہے اور نہ حق میں جھجکتی ہے۔

كُهُولُهُمْ خَيْرُ الْكُهُولِ وَنَسْلُهُمْ
اِذَا عُدَّ نَسْلٌ لَا يَبُوْرُ وَلَا يَخْزٰى

بشیر بن خزیم اسدی کا بیان ہے کہ سیدہ کی تقریر کے دوران مجمع پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ سانس لینے کی آواز بھی سنائی نہ دی اور خطبہ سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ سرکار باب مدینۃ العلم تقریر فرما رہے ہیں۔ (حیات)

دربار میں خطبے کبھی، قرآں کی تلاوت
اندازِ تکلم میں بابِ مدینۃ کی سی فصاحت

سرہائے شہداء اور دربار ابنِ زیاد اور گستاخی کا مظاہرہ

اس کے بعد یہ مختصر قافلہ دار الامارت کی طرف روانہ ہوا اور ادھر عبید اللہ ابن زیاد نے کوفہ کے تمام لوگوں کو حاضر ہونے کی اجازت دے رکھی ہوئی تھی۔ گویا تماشبینوں سے دار الامارت بھرا پڑا تھا۔ سب سے پہلے شہدائے کربلا کے سرہائے مبارکہ دار الامارت پہنچائے گئے اور سرکار سید الشہداء کا سرِ اقدس ایک طباق میں رکھ کر عبید اللہ ابن زیاد کے میز پر رکھا گیا اور دوسرے شہدائے کربلا کے سر مبارک

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

طشت میں رکھ کر پیش کئے گئے۔ جب سرکار سید الشہداء کے سرِ اقدس کو اس بدنہاد ابنِ زیاد ظالم ملعون نے دیکھا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ وہ آپ کے دندانِ اقدس کو لگا کر سرکار امامِ عالیمقام رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک کے حسن و جمال اور لب و دندانِ مبارکہ میں کچھ کلام کہا گو وہ امام کی تعریف میں تھا۔ لیکن اس کا چھڑی رکھ کر ایسی بے ادبی کرنا سراسر غلط تھا۔ جس کو دیکھ کر مجمع میں سے ایک صحابی رسول حضرت زید ابن ارقم انصاری نے عبید اللہ ابن زیاد کو کہا۔

اِرْفَعْ قَضِيْبَكَ عَنْ هَاتَيْنِ الشَّفَتَيْنِ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ غَيْرُهٗ لَقَدْ رَاَيْتُ شَفَتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى هَاتَيْنِ الشَّفَتَيْنِ مَالَا اُحْصِيْ كَثْرَةً يُقَبِّلُهَا۔ (حیات)

اے عبید اللہ! ان مقدس ہونٹوں سے اپنی چھڑی اٹھالے۔ کیونکہ مجھے قسم ہے اس ذات وحدہ لاشریک کی جس کے سواء کوئی دوسرا الٰہ نہیں تحقیق میں نے بیشمار مرتبہ اپنی آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو ان مقدس ہونٹوں پر بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس کے بعد صحابی رسول زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے کہ کاش میرے بس میں کچھ ہوتا تو اس کو اس گستاخی کا مزہ چکھاتا۔ عبید اللہ ابن زیاد یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا تو بوڑھا آدمی ہے ورنہ تمہاری گردن اڑا دیتا۔ اس کے بعد حضرت ارقم رضی اللہ عنہ اٹھ کر چل دیے اور لوگوں کو کہتے گئے۔

اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْعَبِيْدُ قَتَلْتُمُ ابْنَ الْفَاطِمَةَ وَاَمَّرْتُمْ عَبَيْدَ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ وَاللّٰهِ لَيَقْتُلَنَّ خِيَارَكُمْ... شِرَارَكُمْ فَبُعْدًا لِمَنْ رَضِيَ بِالذُّلِّ وَالْعَارِ۔ (ایضاً)

لوگو تم آج کے بعد غلام بن چکے ہو تم نے فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا کے فرزند کو قتل کیا ہے اور عبید اللہ ابن زیاد کو امیر بنایا ہے جو تمہارے اچھوں کو قتل کرتا ہے اور برے لوگوں کو غلام بناتا ہے۔ ہلاکت ہے اس کے لیے جو ذلت و رسوائی اور عار پر راضی ہوتا ہے۔

اسیرانِ آلِ نبوت اور عبید اللہ ابنِ زیاد کوفہ کے دار الامارت میں

اب وہ وقت آیا جس وقت خاندانِ نبوت ﷺ کی مخدراتِ عصمت و طہارت کو بحالتِ قید و بند ایک فاسق، فاجر، شراب خور، ظالم عبید اللہ ابن زیاد کے دار الامارت میں لایا جا رہا ہے۔ کوفہ کے تمام لوگ تماش بینی کے لیے اس میں موجود ہیں اور سپاہیوں اور پہرہ داروں کو اسلحہ جنگ سے لبریز لباسِ فاخرہ سے نوازہ گیا ہے۔

جونہی مخدراتِ عصمت و طہارت عبید اللہ ابنِ زیاد کے دربار میں ایک کونہ میں جا کر بیٹھ گئیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اس حال میں تھیں۔ دَخَلَتْ زَيْنَبُ ابْنَةُ فَاطِمَةَ مُتَنَكِّرَةً وَعَلَيْهَا اَرْذَلُ ثِيَابِهَا۔ کہ بہت ہی کم قیمت کا لباس پہنے ہوئے تھیں۔ ایسے پست لباس تن سے پہچانی نہیں جاتی تھیں کہ یہ زینب کبریٰ ہیں۔ جب عبید اللہ ابن زیاد نے اس جھرمٹ پر ایک نگاہ پھیری تو سیدہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا مَنْ هٰذِهٖ یہ عورت کون ہے؟ سیدہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بالآخر کسی نے کہا کہ یہ سیدہ زینب کبریٰ بنت فاطمہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عبید اللہ ابنِ زیاد سے گفتگو

یہ سن کر بدنہاد عبید اللہ ابن زیاد ملعون بدمست بجائے شرمسار ہونے کے کہ آج رسول اللہ ﷺ کی نواسی اس حالت میں میرے دارالامارت میں پیش ہیں الٹا اس نے اپنے کفر والحاد کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ اچھا ہوا تم ذلیل ہوئے اور قتل بھی کیے گئے اور تمہارا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔

سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا نے فوراً عبید اللہ ابن زیاد کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَکْرَمَنَا بِمُحَمَّدٍ طَهَّرَنَا مِنَ الرِّجْسِ تَطْهِیْرًا اِنَّمَا یَفْتَضِحُ الْفَاسِقُ وَیَکْذِبُ الْفَاجِرُ وَ هُوَ غَیْرُنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ (حیات)

سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ عزت وشرف بخشا اور ہمیں ہر قسم کی پلیدیوں سے پاکیزہ فرمایا ہاں البتہ ذلیل و رسوا فاسق ہوتا ہے اور جھوٹ بھی فاجر بولتا ہے۔ خدا کا شکر ہے وہ ہم نہیں ہیں بلکہ ہم سے غیر ایسا ہو سکتا ہے۔

سیدہ سلام اللہ علیہا کا یہ جواب سن کر عبید اللہ ابن زیاد نے طنزاً کہا رَاَیْتِ فَضْلَ اللّٰهِ بِاَهْلِ بَیْتِكِ دیکھا خدا نے تمہارے خاندان کے ساتھ پھر کیسا سلوک کیا؟

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مَارَاَیْتُ اِلَّا جَمِیْلًا هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ کَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْقَتْلَ فَبَرَزُوْا اِلٰی مَضَاجِعِهِمْ وَسَیَجْمَعُ اللّٰهُ تَعَالٰی بَیْنَكَ وَبَیْنَهُمْ فَتَحَاجُّوْنَ وَتَخْتَصِمُوْنَ عِنْدَهٗ فَانْظُرْ لِمَنْ یَکُوْنَ الْفَلْحِ یَوْمَئِذٍ۔ (ایضاً)

میں نے تو اپنے خدا کے حسنِ سلوک کے سوا آج تک کچھ دیکھا ہی نہیں۔ یہ شہید ہونے والا وہ گروہ ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے درجۂ شہادت قلمِ قدرت سے لکھ دیا تھا اس لیے وہ اپنی مقتل گاہ آیا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا تو جب حقیقی عادل کی بارگاہِ ربوبیت سے فیصلہ ہو گا تو پھر معلوم ہو جائے گا کون اس کے نزدیک کامیاب ہے۔

سیدہ کا یہ جرأت مندانہ جواب سن کر عبید اللہ ابن زیاد آگ بگولا ہوا اور اس نے سیدہ کو کچھ گزند پہنچانے کا ارادہ کیا مگر عمرو بن حریث نامی نے اسے یہ کہہ کر ٹھنڈا کر دیا۔ اَیُّهَا الْاَمِیْرُ اِنَّهَا اَمْرَاَةٌ وَالْمَرْاَةُ لَا تُؤَاخِذُ بِشَیْءٍ .... وَلَا مَحْلَمَ عَلٰی خِطَابِهَا۔ (حیات) اے امیر یہ عورت ہے اور عورت کی کسی بات پر مواخذہ نہیں کیا جاتا اور نہ اس کے کسی خطاب پر اس کے مذمت کی جاتی ہے اور بعض نے یہ بھی کہا اے امیر کیا بات ہے اب تجھ میں یہ حمیت بھی باقی نہیں رہی کہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے لگا جو ایک بزدل (ڈرپوک کی نشانی ہے)۔

پھر عبید اللہ ابن زیاد نے سیدہ کو مخاطب کر کے کہا۔ قَدْ شَفَا اللّٰهُ نَفْسِیْ مِنْ طَاغِیَتِكِ وَالْعُصَاةِ مِنْ اَهْلِ بَیْتِكِ۔ (ایضاً) خدا نے میرے کو تیرے سرکش بھائی اور تیرے خاندان کے نافرمانوں سے شفا دی ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ لَعَمْرِیْ لَقَدْ قَتَلْتَ کَهْلِیْ وَاَبَرْتَ اَهْلِیْ وَقَطَعْتَ فَرْعِیْ وَاَجْتَثَثْتَ اَصْلِیْ فَاِنْ یَشْفِكَ هٰذَا فَقَدْ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اشْقَاقُ. مجھے اپنی جان کی قسم تو نے میرے بڑوں کو قتل کیا۔ اہل وعیال کو خراب کیا فروع کو قطع کیا اور اصل کو کچل ڈالا۔ اگر یہ باتیں تیرے لیے شفا ہیں تو یقیناً تو نے شفا حاصل کر لی ہے۔

عبیداللہ ابن زیاد یہ سن کر کہنے لگا یہ عورت سجع اور قافیہ میں بات کرتی ہے یعنی نہایت فصیح اور بلیغ اور صاف گو ہے۔ پھر کہنے لگا تمہارے باپ بھی بڑے فصیح و بلیغ تھے اور خطابت میں ان کو جو ملکہ تھا وہی تم کو حاصل ہے۔ لہٰذا اس میں کچھ تعجب نہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو کچھ میں نے کہا ہے یہ خطابت اور فصاحت و سجع و قافیہ نہیں بلکہ صداقت ہے۔ شرم کرو تمہیں شرم نہیں آتی فضول باتیں بنا رہا ہے۔

عبیداللہ ابن زیاد پھر خاموش ہو گیا۔

عبیداللہ ابنِ زیاد کی بے حیائی اور مکالمہ آخری سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہا

اب عبیداللہ ابن زیاد نے حضرت علی اوسط المعروف زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ کون لڑکا ہے؟ جواب دیا گیا یہ امامِ حسین رضی اللہ عنہ ہی کے لڑکے ہیں۔ انہیں اس وجہ سے قتل نہیں کیا گیا تھا کیونکہ یہ بیمار ہیں۔ عبیداللہ ابن زیاد نے کہا اچھا پھر اب ان کو میرے سامنے قتل کر دو۔ یہ سن کر فوراً سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھتیجے پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا حَسْبُكَ يَا عَبِيْدُ مِنْ دِمَاءِ نَا مَا سَفَكْتَ وَهَلْ اَبْقَيْتَ اَحَدًا غَيْرَ هٰذَا اَلَا وَاللّٰهِ لَا اُفَارِقُهُ فَاِنْ اَرَدْتَ قَتْلَهٗ فَاقْتُلْنِيْ مَعَهٗ۔ اے عبیداللہ جس قدر تو ہمارا خون بہا چکا ہے وہ تیرے لیے کافی ہے سوائے اس بیمار کے کسی اور کو تو نے زندہ چھوڑا ہے؟ خدا کی قسم میں ان سے جدا نہ ہوں گی اگر ان کے بھی قتل کا ارادہ ہے تو مجھے بھی ان کے ہمراہ قتل کر دو۔ سید امام علی اوسط زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میری پھوپھی جان ذرا مجھے بھی جواب دینے دو۔ آپ نے فرمایا اے عبیداللہ ابن زیاد اَبِالْقَتْلِ تُهَدِّدُنِيْ اِمَا عَلِمْتَ اَنِ الْقَتْلَ لَنَا عَادَةٌ وَ كَرَامَتُنَا الشَّهَادَةُ۔ (حیات) کیا تو مجھے قتل ہونے سے ڈراتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور راہِ حق میں شہید ہونا ہماری فضیلت و کرامت ہے۔ عبیداللہ ابن زیاد پھوپھی اور بھتیجے کی باہمی محبت اور ان کے جواب پر یہ منظر دیکھ کر کہنے لگا۔ تعجب ہے اس محبت پر کہ واقعی اگر میں اس لڑکے کو قتل کرنے کا حکم دے دیتا تو یہ عورت پہلے خود کو قتل کرانے کے لیے تیار ہے۔ اچھا دَعُوْهُ فَاِنِّيْ اَرَاهُ لِمَا بِهٖ۔ اسے یعنے علی اوسط کو چھوڑ دو کیونکہ میں دیکھتا ہوں یہ اس کے لیے کافی ہے۔

کوفہ میں اہلِ بیت کو کہاں اور کتنے دن اسیر رکھا گیا

اس کے بعد عبیداللہ ابن زیاد نے اجلاس برخاست کرتے ہوئے کہا کہ ان اسیرانِ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع مسجد کوفہ کے کمروں میں سے ایک کمرہ میں قید میں رکھا جائے چنانچہ ان کو اس کمرہ میں لے جا کر قید و بند کر دیا گیا اور شہدائے کربلا کے سرہائے مبارکہ کو ایک کمرہ میں رکھ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عبیداللہ ابن زیاد نے اپنے ایک قاصد کے ذریعہ ایک خط دے کر یزید کی طرف دمشق روانہ کر دیا اور یہ واقعہ محرم کی تیرھویں اور بقول بعض چودھویں محرم کا ہے عبیداللہ ابن زیاد نے سرہائے مقدسہ کو دمشق بھیجنے کے بارے میں لکھا کہ اگر حکم ہو تو وہاں بھیج دیتا ہوں اور دوسرے اہلِ بیت میرے پاس اسیر کیے ہوئے ہیں حکم ہو تو ان کو بھی بھیج دوں۔ اب جب تک وہاں سے یزید کا جواب نہ آنے پائے اس وقت تک اس کو انتظار ہے۔ اب یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اہلِ بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کوفہ میں کتنے دن رہے تو اس کے متعلق مختلف بیانات ہیں لیکن یہاں پر جو صحیح قیام لکھا جاتا ہے اس کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ عام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مؤرخین نے کربلا سے کوفہ کا فاصلہ بیس یا چوبیس میل لکھا ہے لیکن یہ غلط ہے اور زمین وآسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ کربلا سے کوفہ کا فاصلہ ڈیڑھ سو کلومیٹر یعنے نوے میل ہے۔ اونٹوں پر نوے میل کا سفر ایک دن میں اہلِ بیت کے قافلے کا طے کر لینا قیاس میں نہیں آتا۔ دس محرم الحرام کو واقعۂ کربلا ظہور پذیر ہوا اور گیارہ محرم کو بعد دوپہر اہلِ بیت کا مختصر قافلہ کربلا سے کوفہ روانہ ہوا اور کم از کم پچیس یا بائیس میل روزانہ کے حساب سے نوے میل کا سفر طے کر کے چودہ محرم کو کوفہ پہنچا اور چودہ محرم کو عبیداللہ ابن زیاد نے یزید کو خط لکھ کر بذریعہ قاصد دمشق روانہ کیا جس میں مفصل رونما واقعات قلمبند کیے اور یہ قاصد کوفہ سے دمشق کو روانہ ہو کر محرم کی آخری تاریخ کو وہاں پہنچا۔ کیونکہ کوفہ سے دمشق سینکڑوں میل کے فاصلہ پر ہے۔ محرم کی آخری تاریخوں میں یہ خط یزید کو ملا تو اس کے صلاح ومشورہ کرنے کے بعد جوابی خط اسی قاصد کے ذریعہ روانہ کیا کہ ہاں سرہائے مبارکہ شہدائے کربلا اور اسیرانِ اہلِ بیت کو میرے پاس بھیج دیا جائے وہ یزید کا خط قاصدِ دمشق سے کوفہ لایا۔ جو عبیداللہ ابن زیاد کو سولہ دن کے بعد موصول ہوا اور تین دن پھر اہلِ بیت کو روانہ کرنے میں کوفہ میں ہی لگے اور چوتھے دن شہداء کے سر مبارک اور قافلۂ اہلِ بیت اسیری کی حالت میں کوفہ سے سفرِ دمشق پر روانہ کئے گئے۔ اس حساب سے ۱۳ محرم الحرام سے ۱۷ صفر المظفر تک تقریباً ایک مہینہ پانچ دن کوفہ میں اہلِ بیت کا قیام رہا۔ (تاریخ کربلا)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۲۴

کوفہ سے شام اسیرانِ اہلِ بیت کے حالات

اہلِ بیت کی کوفہ سے روانگی

جب عبیداللہ ابن زیاد کے پاس دمشق سے یزید کا پیغام تحریری طور پر پہنچ گیا کہ سرہائے شہداء اور اسیرانِ اہلبیت کو اس کے پاس دارالامارت دمشق بھیج دیا جائے تو عبیداللہ ابن زیاد نے رجز بن قیس کی نگرانی میں شہداء کے سرہائے مبارکہ ملکِ شام روانہ کردیے۔اس کے ساتھ ابو بروہ بن عوف ازدی اور طارق بن ظبیان اور تقریباً پچاس آدمی روانہ کردیے۔اس میں محضر بن ثعلبہ عائدی اور شمر ذی الجوشن بھی تھے۔(حیات)

کوفہ سے دمشق کی منازل اور اہلِ بیت کو کس راستہ سے لے جایا گیا

کوفہ و دمشق کے سفر میں کتنی منزلیں ہیں اور اس سفر میں کتنے دن لگے۔کتب معتبرہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں لیکن سفر کے منازل میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض نے کوفہ سے دمشق کی کل منازل صرف پندرہ لکھی ہیں اور بعض نے تیئس لکھی ہیں اور بعض نے تو چونتالیس تک بھی منزلیں لکھی ہیں۔کہ قافلۂ اہلِ بیت کا ان منازل سے گذرتا ہوا دمشق پہنچا اب ان منازل کے نام درج کیے جاتے ہیں۔

پہلی منزل تکریت۔دوسری منزل موصل۔تیسری منزل جیران۔چوتھی منزل دعوات۔پانچویں منزل قنسرین۔چھٹی منزل سیبود۔ساتویں منزل حمص۔آٹھویں منزل بعلبک۔نویں منزل شیرو۔دسویں منزل حماۃ۔گیارہویں منزل حلب۔بارہویں منزل نصیبین۔تیرہویں منزل عسقلان۔چودہویں منزل درقیس۔پندرہویں منزل دیر راہب۔بعض نے یہ منازل لکھیں:

ا۔تکریت	۲۔دوائم اعلیٰ	۳۔ویرہ عروہ	۴۔اصلیاً
۵۔راوی الخنلہ	۶۔ارشیاد	۷۔لینا	۸۔کمیل
۹۔جہینہ	۱۰۔تل باعضر	۱۱۔جبل سنجار	۱۲۔نصیبین
۱۳۔عین الورد	۱۴۔قنسرین	۱۵۔معرۃ النعمان	۱۶۔شیرو
۱۷۔کوظاب	۱۸۔سیبور	۱۹۔حما	۲۰۔حمص
۲۱۔کنیہ قسیس	۲۲۔بعلبک	۲۳۔صومعہ راہب۔	

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ان منازل کے تذکرہ کے یہ معنے نہیں کہ ان مقامات پر ضرور اہل بیت نے رات قیام کیا ہوگا بلکہ یہ منازل و مقامات سفرِ کوفہ تا دمشق ہیں کہ ان راہوں اور منازل سے گذر ہوا۔

اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کوفہ سے دمشق کا فاصلہ تقریباً چھ سو میل ہے۔ جیسے بغداد شریف سے دمشق اور کتبِ معتبرہ سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ اہل بیت کا یہ قافلہ سیدھے راستے سے دمشق نہیں گیا۔ بلکہ بڑی پھیر کی گذرگاہوں اور دشوار منزلوں سے طویل راستہ طے کرتے ہوئے جو آٹھ سو میل کے فاصلہ تک ہوسکتا ہے کوفہ سے دمشق جاتا ہے۔ لیکن یہ راستہ اختیار نہ کرایا گیا۔ بلکہ حمص والے راستہ سے اہلِ بیت کو لے جایا گیا۔ قریب

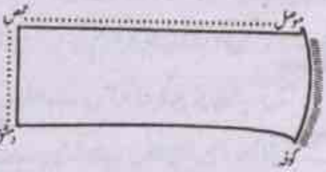

کا راستہ جو جلد طے ہوسکتا تھا وہ کیوں چھوڑا گیا۔ یاد رہے کہ آج کل یہی سیدھا راستہ کوفہ سے دمشق جاتا ہے اور پختہ سڑک بنی ہوئی ہے اور اس پر موٹریں کاریں بسیں چلتی ہیں۔ اور موصل و حمص کی راہ کے غیر معروف مقامات کی طرف جو طویل راستہ اور جس کے طے کرنے میں کافی دن لگے یہ کیوں اختیار کیا گیا۔ اس کا سبب معتبرہ کتب سے ظاہر ہوتا ہے کہ راستہ میں اہلِ بیت اور سرہائے مبارکہ کو دیکھ کر لوگ مشتعل نہ ہو جائیں اور مزاحمت و مخالفت اور جنگ نہ ہو۔ چنانچہ اس کے باوجود بھی بعض مقامات پر لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا تو قنسیرین سیبور حمص میں مزاحمت ہوئی۔ اور ان مقامات پر بھی مسلمانوں سے جنگ کرتے ہوئے اور ان کی مخالفت سے بچتے بچاتے نامعلوم مقامات سے ہوتے ہوئے دور کے راستے سے دمشق لایا گیا۔ معلوم ہوا کہ خاندانِ نبوت ﷺ کی مخدراتِ عصمت وطہارت کے لیے یہ شدید دشواریوں اور پریشانیوں کا چوتھا دور تھا جو آٹھ سو میل کی طویل مسافت طے کرتے ہوئے دمشق لایا گیا۔

جب دمشق صرف چار میل کے فاصلہ پر رہ گیا تو اسی خطرہ کی بنا پر نامعلوم جگہ پر اہلِ بیت کو ٹھہرایا گیا اور یزید کو اطلاع دی گئی کہ وہ دمشق میں داخل ہونے سے قبل تمام انتظامات مکمل کرلے تاکہ پھر دمشق میں داخل ہوں۔ چنانچہ یزید کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس نے ایک دن کا تعین کر کے اور تمام انتظامات مکمل کر کے دمشق آنے کا حکم دے دیا۔ (تاریخ کربلا)

غیبی لوہے کا قلم

ابی نعیم نے بطریق ابن لہیہ ابی حنبل سے روایت کی ہے کہ جب ابن زیاد کے آدمی سرہائے مبارکہ اہلِ بیتِ عظام کے مختصر قافلے کو دمشق یزید کے پاس لے جا رہے تھے تو راستہ میں ایک جگہ پر حسبِ معمول رات کے وقت شراب پینے لگے تو اس وقت ایک ہاتھ نمودار ہوا جس میں لوہے کا قلم تھا۔ پھر اس نے خون سے یہ شعر لکھا۔

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا
شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

بھلا وہ امت بھی قیامت کے روز ان کے تاجدار کی شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے جس نے حسین ؓ کو شہید کیا۔

سر مبارک انوار و تجلیات اور ایک راہب کا قبولِ اسلام

اس سفر کے دوران ایک جگہ یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ یہ لوگ جب ایک راہب کے دیر کے پاس پہنچے تو انہوں نے یہاں پر قیام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کیا اور وہ نیزہ جس پر سرکار سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس رکھا تھا ایک دیوار کے ساتھ رکھ دیا۔ جب تمام لوگ سو گئے تو اچانک رات کے وقت راہب نے دیکھا کہ سرِ اقدس سے نور کی شعاعیں نکل کر آسمان کی طرف جا رہی ہیں اور سر مبارک سے تسبیح وتہلیل کی آواز آرہی ہے اور کوئی کہنے والا یہ بھی کہہ رہا ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَآ اَبَا عَبْدُ اللّٰهِ الْحُسَيْن۔ راہب یہ عجیب نظارہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر راہب نے لبِ بام سے جھانک کر پہرہ داروں سے جاکر دریافت کیا کہ یہ سر مبارک کس کا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ اور نواسۂ رسول ہیں۔ نبی اللہ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔ راہب نے بصورتِ تعجب کہا کیا وہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تمہارے رسول ہیں تو انہوں نے کہا ہاں۔ تو راہب نے کہا بِئْسَ الْقَوْمُ اَنْتُمْ لَوْ كَانَ لِلْمَسِيحِ وَلَدٌ لَاَسْكَنَّاهُ اَحْدَاقَنَاه۔ تم بہت برے لوگ ہو؟ کاش اگر ہمارے عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اسے اپنی آنکھوں پر بٹھاتے ان کی تعظیم وتکریم کرتے۔ پھر کہا یہ سر مبارک صبح تک میرے حوالے کردو۔ اس پیشکش کو انہوں نے مان لیا اور دیناروں کی تھیلیاں لے لیں اور سر مبارک اس راہب کے حوالے کر دیا۔ راہب نے سر مبارک کو لیا اور پھر اپنے کسی کمرہ میں لے جاکر صاف پاک ریشمی کپڑا اسے گرد و غبار صاف کیا اور خوشبو لگائی اور پھر بڑی تعظیم سے اپنے پاس رکھا اور روتا رہا جب صبح کا وقت ہوا تو سرِ اقدس کو خطاب کر کے کہا۔ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ جَدَّكَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنِّيْ مَوْلَاكَ۔ میں سوائے اپنی ذات کے کسی اور چیز کا مالک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ کے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سچے رسول ہیں۔ اور میں آپ کا غلام ہوں اور صبح پھر سر مبارک حسبِ وعدہ ان کو واپس کر دیا اور خود مسلمان ہو کر پہاڑوں میں چلا گیا اور عبادتِ خداوندی میں مشغول ہو کر آخر دولتِ اسلام سے وفات پائی۔ (الحیات)

دیناروں کی ٹھیکریاں اور آیاتِ قرآنی بحقِ سزائے ظالماں

یہ واقعہ بھی اس دوران پیش آیا کہ جب یہ لوگ دمشق کے قریب پہنچے تو انہوں نے کہا آؤ اب ہم آپس میں ان دیناروں کو تقسیم کرلیں جو ہم نے راستہ میں اس شخص سے لیے تھے۔ چنانچہ جب دیناروں کی تھیلیاں کھولیں تو دیکھتے کیا ہیں کہ تمام دینار ٹھیکریاں بن چکے ہیں جن کے ایک طرف یہ آیت لکھی ہوئی تھی۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ. اور دوسری طرف یہ آیت وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ ظالم لوگوں کے ظلم سے اللہ تعالیٰ غافل نہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا اور قریب ہے کہ ظالم لوگ جیسا ظلم کر چکے ہیں ویسا ہی ظلم ان پر اوندھا پلٹ آئے گا۔

واقعۂ کربلا اور اصحابِ کہف

ابنِ عساکر نے نہال بن عمرو سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب سرِ مبارک سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو لوگ نیزے پر لیے جا رہے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا۔ اِنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے تھے اس وقت سر مبارک کو قوتِ گویائی ملی اور بزبانِ فصیح فرمایا۔ اَعْجَبُ مِنْ اَصْحٰبِ الْكَهْفِ قَتْلِيْ وَحَمْلِيْ۔ اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قافلۂ اہلِ بیت دمشق کے قریب، یزید کے کفریہ اشعار، دار الامارۃ کی زیبائش

جب اسیرانِ اہلِ بیت مقامِ جیرون پر پہنچے جو دمشق سے کچھ نزدیک تھا تو قومِ اشقیاء نے ان کو یہاں ٹھہرالیا اور یزید کو اطلاع دی گئی تو اس نے اپنے دار الامارت کو سجانے اور ڈھول باجوں کے انتظام کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دار السلطنت دمشق کو سجایا گیا اور انواع واقسام کی زیبائش وآرائش سے مرصع کیا گیا۔ عورتیں، مرد لباسِ فاخرہ زیب تن کئے ہوئے تھے اور خوشی سے طبلے بجا رہے تھے۔ یزید کے لیے بہترین زینت سے مرصع چارپائی بچھائی گئی اور اردگرد بہترین کرسیاں عمائدین کے لیے بچھائی گئی تھیں۔ گویا کہ یہ سب انتظام نواسہ سید الابرار اور خاندانِ نبوت پر ظلم وستم وقتل کے بعد ظاہری فتح کی خوشی میں کیا گیا تھا۔ ہر طرف لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔ اس حال میں پھر یزید نے اپنے محل کی چھت پر چڑھ کر مقامِ جیرون کی طرف نگاہ کی جب اس نے نیزوں کی نوکوں پر شہداء کے سرہائے مبارکہ دیکھے تو اس نے یہ شعر کہے۔ جس کو علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ نے تفسیر روح المعانی میں بیان فرمایا ہے۔

لَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الْحُمُوْلُ وَاشْرَفَتْ
تِلْكَ الرُّؤُوسُ عَلٰى رَبِّي جَيْرُوْنَ

جب سواریاں ظاہر ہوئیں اور سرہائے مبارکہ شہدائے کربلا مقام جیرون کے ٹیلوں پر نمودار ہوئے۔

لَعِبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ صَحِّ اَوْلَا تَصِحَّ
فَلَقَدْ قَضَيْتُ مِنَ الرَّسُوْلِ دِيُوْنِيْ

(تاریخ کربلا)

تو کوے نے کائیں کائیں کی میں نے اس سے کہا تو بول یا نہ بول میں نے رسول ﷺ سے اپنے قرضے چکا لیے ہیں۔

ان اشعارِ کفریہ پر ہی علمائے اکابرین نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور اس کے متعلق تفصیلات آپ یزید پلید کے باب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پیش ہونے پر یزید کے کلماتِ کفریہ

تمام انتظامات مکمل ہونے کے بعد یزید نے مقامِ جیرون میں پیغام بھیج دیا کہ سرہائے مبارکہ اور اسیرانِ اہلِ بیت کو دار السلطنت میں لایا جائے۔ حکم کے ملنے پر اہلِ بیت اور سرہائے مبارکہ کو دمشق میں داخل ہوتے ہی ان کو سیدھے دار السلطنت میں لایا گیا۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو ایک طشت میں اور دوسرے شہداء کے سر دوسرے طشت میں یزید کے سامنے پیش کیے گئے۔ اور اہلِ بیت کو ایک کمرہ میں ٹھہرا دیا گیا۔ جب امام عالی مقام کا سرِ اقدس یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے یہ شعر کہے۔

لَيْتَ اَشْيَاخِي بِبَدْرٍ شُهِدُوا
جَزَعُ الْخَزْرَجِ من وقع الأسل
قَدْ قَتَلْنَا الْقَوْمُ مِنْ سَادَاتِهِم
ثُمَّ قَالُوْا يَايَزِيْد لَاتَشَل

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لَسْتُ مِنْ خِنْدِفٍ اِنْ لَّمْ اَنْتَقِمْ
مِنْ بَنِیْ اَحْمَدَ مَاکَانَ فَعَلْ

لَعِبَتْ بَنِیْ هَاشِمُ بِالْمُلْكِ فَلَا
خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْیٌ نَزَلْ

ترجمہ: کاش میرے بدر والے وہ اشخاص جنہوں نے تیر کھا کر بنی خزرج کی جزع فزع اور اضطراب کو دیکھا تھا آج موجود ہوتے۔ اور دیکھتے کہ ہم نے تمہارے سرداروں میں سے بڑے سردار (یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کر کے بدر والی کجی کو سیدھا کر دیا ہے۔ اس وقت وہ خوشی کے مارے ضرور باآواز بلند پکار کر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔
میں اولادِ خندف سے نہیں ہوں۔ اگر اولادِ احمد سے ان کے کیے کا بدلہ نہ لے لوں۔ بنی ہاشم نے تو ملک گیری کے لیے ایک ڈھونگ رچایا تھا۔ ورنہ نہ کوئی خبر آسمانی آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔
ان مذکورہ بالا اشعارِ یزیدی پر ہی علمائے اکابرین نے یزید پلید پر کفر کا فتویٰ دیا اور فرمایا ہے جس نے صاف الفاظ میں کہا کہ میں نے بدر والی کجی کا آج بدلہ لیا ہے **هٰذَا هُوَ الْمَرُوْقُ مِنَ الدِّیْنِ وَقَوْلُ مَنْ لَّا یَرْجِعُ اِلَی اللّٰهِ وَلَا اِلٰی دِیْنِهٖ وَلَا اِلٰی کِتَابِهٖ وَلَا اِلٰی رَسُوْلِهٖ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَلَا بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ** - یہ کھلم کھلا دین اسلام سے خروج ہے۔ اور ایسے شخص کا قول ہے جو خدا اور اس کے رسول اور دین اور اللہ کے کلام کتاب اللہ پر ایمان نہیں رکھتا۔ (ہکذا فی تفسیر روح المعانی للآلوسی ج ۲۹ ص ۷۲)

یزید کا سرِ اقدس امام کی بے ادبی کرنا

پھر یزید پلید لعین نے سرکار سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں مبارک پر چھڑی رکھ کر کہا ہاں یہ ہے حسین رضی اللہ عنہ اس گستاخانہ حرکت کو دربارِ یزید میں ایک صحابیِ رسول ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں موجود تھے دیکھ کر فرمایا:

یَا یَزِیْدُ اِتَنکُتُ بِقَضِیْبِكَ ثَغْرَ الْحُسَیْنِ ابْنِ فَاطِمَةَ اَشْهَدُ لَقَدْ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَرْشُفُ ثَنَایَاهُ وَثَنَایَا اَخِیْهِ الْحَسَنِ وَیَقُوْلُ اَنْتُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَقَتَلَ اللّٰهُ قَاتِلَهٗ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا۔

اے یزید پلید: تم چھڑی سے سیدنا حسین ابن علی و فاطمہ رضی اللہ عنہم کے لب مبارک کی بے ادبی کرتے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے اور ان کے بھائی امامِ حسن رضی اللہ عنہ کے لب اقدس پر بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ خدا تمہارے قاتل کو قتل کرے اور لعنت کرے اور جہنم کے ذلیل عذاب میں ڈالے۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے اس کلامِ حق کو سن کر یزید نے اپنے دربار سے نکالنے کو کہا تو اس کے حواریوں نے انہیں کھینچ کر باہر نکال دیا۔ (حیات، صواعق)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

زحر بن قیس یزیدی کا واقعۂ کربلا کو مسخ کر کے بیان کرنا

اس کے بعد یزید پلید کو عبیداللہ ابن زیاد کے مقرر کردہ زحر بن قیس نے واقعۂ کربلا میں جو کچھ ہوا اور جس طرح ہوا اس کو بالکل مسخ کر کے بیان کیا اور کہا اے امیر یزید یہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے کچھ ساتھی جو سو افراد پر مشتمل تھے اور اس کے اپنے خاندان کے اٹھارہ افراد کربلا میں آ گئے تو ہم نے ان سے کہا کہ دو باتوں میں سے ایک بات مان لیں۔ یا تو بلا مشروط طریقہ سے اپنے آپ کو عبیداللہ ابن زیاد کے حوالہ کر دیں یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں تو انہوں نے جنگ کو اختیار کیا۔ پھر ہم نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور خوب حملے کیے یہ ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے مگر یہ بچ نہ سکے۔ پھر آن کی آن میں ہم نے ان کو ذبح کر دیا۔ سر ان کے کچھ لے آئے ہیں اور جسم ان کے وہاں پڑے ہوئے ہیں۔ (حیات)

واقعات کو بالکل مسخ کر کے یزید پلید کے سامنے اس طرح پیش کیا گیا کہ حسینی سپاہ کے عدیم النظیر کارناموں پر پردہ ڈالا اور اپنی دلیری کے افسانے بیان کر کے اصل حقائق کو بالکل مسخ کر کے رکھ دیا لیکن واقعۂ کربلا میں جو کچھ ہوا وہ اصل حقائق کی روشنی میں نہ اب تک کسی کی کوشش سے مٹ سکا ہے اور نہ قیامت تک مٹ سکے گا جیسا کہ کتاب کے اول دیباچہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

واقعۂ کربلا کا حقیقی معیار

اگر یہ کہا جائے کہ یہ واقعۂ کربلا محض ایک تاریخی ریسرچ ہے اس کا عقیدہ اور مذہب سے کچھ تعلق نہیں۔ بالکل غلط ہے کیونکہ اول تو اسلامی نقطہ نظر سے تاریخ برائے تاریخ کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی۔ قرآن نے خود تاریخ کا ایک ایسا باب قائم کر دیا ہے کہ کئی مقامات پر بادشاہوں اور سلاطین اور انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین اور مختلف قوموں اور امتوں کے واقعات اور بعض تو نہایت تفصیل سے بیان کئے ہیں اور پھر بار بار مختلف مقامات پر رونما واقعات کو بیان فرمایا ہے۔ واقعۂ حضرات اصحابِ کہف اور واقعۂ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور واقعۂ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور واقعۂ حضرت خضر علیہ السلام اور واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسی طرح حضرت ذوالقرنین اور اسی طرح فرعون ظالم اور اسی طرح ان کے گھر والوں کے حالات تو یہ تاریخ برائے تاریخ نہیں بلکہ ایک عظیم مقصد ہے جیسے اَحْسَنَ الْقَصَصِ تمام قصوں سے بہترین قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو فرمایا گیا اور اصحابِ کہف کے واقعہ کو مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا فرمایا گیا ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی ہے اور عِبْرَةً لِّاُولِي الْاَلْبَابِ اور اُولِي الْاَبْصَارِ اور فَانْظُرْ كَيْفَ عَاقِبَةُ بھی فرمایا گیا۔ اسی طرح صالحین کی تعریف اور ان کے اذکار اور ذکر کرنے کے حکم وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ، وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى، وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ، وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ، وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ۔ اور اسی طرح برے عقائد و اعمال و افعال و گستاخ قوموں کی ہلاکت کے احوال بیان فرمائے۔

الحاصل برے عقائد و اعمال کی وجہ سے قوموں کی ہلاکت اور درست افکار و عقائد کی بنا پر قوموں کی کامیابی کے واقعات بیان کرنا ہی اصل تاریخ ہے۔ اور اگر یہ چیز نہ ہو تو وہ تاریخ تاریخ نہیں بلکہ قصہ گوئی یا افسانہ گوئی یا افسانہ نگاری یا رنگین سازی یا فلم سازی ہے جس کی شرعاً کوئی اہمیت نہیں۔ عقیدہ و مذہب سے الگ ہو کر دوسرے لفظوں میں کتاب و سنت سے علیحدہ ہو کر تاریخی مواد جمع کر لینا تاریخ نہیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آج کل دنیا میں اکثر ایسے لوگ ہیں جو ذہن میں کچھ تاریخی نظریات پہلے سے قائم کیے ہوئے ہیں جن کے لیے مواد کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ تاریخی ٹکڑوں کو جمع کر لیتے ہیں۔ تو پھر وہ تاریخ سے نظریات کو اخذ کرنے کی بجائے نظریات سے تاریخ اخذ کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں پھر ان کو اپنے نظریات کے موافق پا کر اس کو تاریخی ریسرچ کہہ دیتے ہیں۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ (اعراف:۱۷۹) وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ۔

ہر دور کے بلند خیالوں سے پوچھ لو
انسانیت کے نام پر کیا کر گئے حسین
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

اس لیے اس کا نام تاریخی ریسرچ نہیں بلکہ نظریاتی ریسرچ ہونا چاہیے۔ اور یقیناً جیسے آج کل کتاب و سنت کو بھی نظریات میں استعمال کرنے کے بعض لوگ عادی ہو چکے ہیں۔ اور شریعت کا نام لے کر کام نکال لیتے ہیں کیونکہ کوئی نہ کوئی روایت انہیں اپنے موافق مطلب ہاتھ آ ہی جاتی ہے۔ جسے موقع و محل سے ہٹا کر کام میں لے آیا جائے تو کام نکل جاتا ہے۔ اس لیے ان روایات سے کام نکال لینا اپنے نظریات مقصد کے لیے یہ تاریخی یا شرعی ریسرچ نہیں۔

تاریخی ریسرچ کے معنے درحقیقت مختلف تاریخی روایات کو اپنے محل پر ظاہر کر کے واقعہ کی اصل قدرِ مشترک کا سراغ لگانا اور مورخ کے اصل رخ کو نظر انداز کیے بغیر اصل واقعہ کو نمایاں کرنا ہے نہ کہ اس سے ہٹ کر تاریخی ٹکڑوں کا اپنے ذہنی نظریات سے جوڑ گھڑ لگانا ہے۔ پس جس طرح شرعی ریسرچ کے معنے اس کے سوا دوسرے نہیں کہ کتاب و سنت کی مراد کے دائرہ میں رہ کر اس کے چھپے ہوئے گوشوں کو کھولا جائے اور مختلف نصوص اور آیات و روایات کو اسی مراد کے مختلف پہلوؤں سے وابستہ کر کے ان پر چسپاں کر دیا جائے اسی طرح تاریخی ریسرچ کے معنے بھی یہی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں نے اپنے نظریات کے مطابق تاریخی ٹکڑوں کو لے کر اپنی تائید میں استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ دنیا میں ہزاروں تاریخیں لکھی گئی ہیں اور سبھی نے اپنی اغراض کے موافق راستے نکال لیے ہیں۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ تاریخی پہلو سے زیادہ اسے مذہبی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے اور مذہب و عقیدہ واضح کر کے اس کے معیار سے اس تاریخ کو رد یا قبول کیا جائے یہ تاریخ ہی درحقیقت ایک عقیدہ کی تاریخ ہے اور اس کا ذکر قدرتی طور پر عقیدہ کا ہی ذکر ہوگا اس لیے عقیدہ سے متعلق تاریخ عقیدہ کے عین مطابق ہونی چاہیے۔ اگر تاریخ عقیدہ کے موافق ہے تو وہ اس کی تاریخ اور اس کی تائید ہے اور اس کی تائید سے روکا جانا کوئی عقلی اصول نہیں اور اگر تاریخ عقیدہ کے خلاف ہے تو وہ عقیدہ کی تاریخ نہیں بلکہ اس کی تردید ہے تو اس صورت میں عقیدہ کی صفائی پیش کر کے اس کی مخالف تاریخ کو رد کرنا کوئی بے موقعہ کام نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ عقیدہ و تاریخ میں تقابل کے وقت عقیدہ کو اصل رکھا جائے گا اور تاریخ اس کے تابع ہوگی دینی معاملات میں عقیدہ سے تاریخ اخذ کی جائے گی تاریخ سے عقیدہ نہیں بنایا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ عقیدہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ اور اس کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر سے بنتا ہے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور اس سے متعلقہ واقعہ کی بنیادیں بھی اللہ و رسول ہی کے کلام میں مندرجہ ہوتی ہیں یا ان سے مستفاد ہوتی ہیں۔ اور دونوں صورتوں میں وہ نصوصِ قطعی کے حکم میں ہوتی ہیں جب کہ عقیدہ کے مطابق ہوں۔ اس لیے عقیدہ کو تاریخ کے تابع بنا دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ خدا اور رسول لوگوں کے تابع ہو جائیں۔ پس عقیدہ تاریخ کے تابع نہیں بلکہ تاریخ کو عقیدہ کی پابندی کرنی پڑے گی۔ ورنہ اگر عقائد کے قبول کرنے یا رد کرنے کے لیے تاریخ کو معیار قرار دیا جائے تو وہ عقائد نہیں بلکہ اپنے نظریاتی فلسفے ہیں جیسا کہ ہو رہا ہے یہ مذہب و مسلک نہیں بلکہ اختیاری نظریہ ہے جو نہ قابلِ اتباع ہے اور نہ ہی ان سے فلاح حاصل ہو سکتی ہے لہٰذا عقیدہ کے خلاف تاریخ نہیں ہوگی تاریخ وہ قبول ہوگی جس کا عقیدہ سے تعلق ہے اسی طرح سرکار سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہ سے متعلقہ عقیدہ سے چونکہ واقعاتِ کی ایک تاریخ وابستہ ہے اور اس تاریخ کا ذکر ہی عقیدہ کا ذکر ہے اس لیے نہ تو ان معاملات کے تاریخی ریسرچ کے وقت عقیدہ سے قطع نظر کی جا سکتی ہے اور نہ ہی تاریخ کو عقیدہ سے الگ کر کے محض تاریخ کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے گا بلکہ عقیدہ کے معیار سے اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ نظریات بگڑتے تباہ ہوتے آئے ہیں لیکن عقیدہ و مذہب کی عمارت منہدم نہیں ہو سکتی اور لوگوں کی جب نظریاتی عمارتیں گرنے لگتی ہیں تو پھر وہ آخر اس پائیدار عمارت عقیدہ میں ہی پناہ لیتے ہیں۔ پس سیدنا امام حسین کی مدح اور یزید کی قدح واقعاتِ کربلا عقیدہ کی روح سے تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ نظریات سے کتاب کے اول سے لے کر آخر تک ہر چیز کو قرآن و سنت یعنی اللہ اور اس کے رسول کے مطابق پیش کیا گیا ہے یعنی عقیدہ کے تابع۔

رہا واقعاتِ کربلا کی صحت و سقم کا معیار تو اس کو بھی حقیقت میں پرکھا جائے گا صرف یہ کہہ دینا کہ گھنٹہ جنگ ہوئی پس پھر ختم ہو گئی بالکل غلط ہے اور نتیجہ وہی مایوس کن نکلے گا بلکہ واقعات کربلا کی صحت یا عدم صحت معلوم کرنے کا میزان محقق علماء کی تحقیق سے لیا جائے گا اور پھر اس تحقیق کو محققین کے بیانات سے معلوم کرنا ہوگا کہ آیا یہ بات صحیح ہے یا کہ غلط۔ جب یہ معلوم ہو جائے گا تو اسی کو عقیدہ سمجھا جائے جو محققین نے بیان کیا ہے اس لیے اس کتاب میں ان تمام واقعات کی تردید کی گئی ہے جو علما محققین سے ثابت نہیں اور ان کو بیان کیا گیا ہے جس کو محققین نے بیان کیا اور پھر اس واقعہ حال پر اتفاق ہوا۔

ابتداء ہی سے اس واقعۂ کربلا کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی جیسا کہ زحر بن قیس کی رپورٹ سے واضح ہوتا ہے تو عجب نہیں کہ آج کل بھی اس واقعہ کو محض تاریخی یا شیعی یا ابو مخنف روایات کہہ کر اپنا کام نکال لیا جائے لیکن خواہ زمانہ کروڑوں کروٹیں بدلے، لیل و نہار لاکھوں بار گردش کریں، انقلاب ہزاروں بار کوشش کرے، آفتاب و ماہتاب سینکڑوں بار طلوع و غروب ہوں۔ مگر کیا مجال کہ نواسۂ سید الکونین سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آل و اصحاب کے ساتھ جو کچھ ہوا اور انہوں نے اسلام کو زندہ رکھنے کی خاطر جس طرح قربانیاں پیش کیں اور یزید نے جو ظلم و ستم کئے۔ یزیدی خواہ کتنی بھی کوشش کریں ان حقائق کو مسخ نہیں کر سکتے اور اس بدنما داغ کو اپنی پیشانی سے نہیں دھو سکتے۔

کیا یہ بھی کوئی عقیدہ و مذہب ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی جن کی شان قرآن و حدیث سے ثابت ہے جو راکبِ دوشِ نبوت ہیں جو پوری امت کے لیے نجومِ ہدایت ہیں ان کی شان میں زبان درازی کی جائے۔ اور یزید پلید جس کی پیشانی پر اہلِ بیتِ نبوت کی بے حرمتی کا بدنما داغ ہے محققین محدثین، مفسرین، اکابرینِ امت جس کی شقاوت کی صراحت کرتے چلے آئے ہیں ان تمام حقائق سے روگردانی کر کے اس ظالم کی تعریف میں رطب اللسان ہونا کیا یہی ایمان ہے؟ نہیں نہیں یہ بدترین گمراہی ہے۔

کاش یہ لوگ اور کچھ نہیں کر سکتے تھے تو کم از کم اہلِ بیت کے ادب و احترام کو ہی ملحوظِ خاطر رکھتے۔ مگر انہیں یہ توفیق کہاں میسر آتا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اہلِ بیتِ اطہار کی محبت کا دم بھرنے والوں پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے اگر کوئی دیوانہ اپنی زبان وقلم کو ذکرِ اہلِ بیت سے معطر کرے تو اس پر شیعیت کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کو بھی محبتِ اہلِ بیت کی بنا پر رفض کا مطعنہ دیا۔ جس پر آپ نے بیانگِ دہل یہ اعلان فرمایا:

اِنْ كَانَ رِفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ. فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اِنِّي رَافِضٌ.

اس عظیم سانحہ کو محض دو بادشاہوں کی جنگ قرار دینا انتہائی بد دیانتی اور دین ومذہب سے دوری کی دلیل ہے۔ کیا یہی دینداری ہے کہ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ بے سروسامانی کے عالم میں اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر ایک فرعونِ وقت سے ٹکر لے کر تاریخِ عالم کے صفحات پر ایمان وایقان کی ایک لازوال داستان رقم کر جائیں، اس عظیم کارنامہ پر محض یہ کہہ کر پانی پھیرنے کی ناکام کوشش کی جائے کہ یہ تو دو بادشاہوں کی اقتدار کی خاطر جنگ تھی۔ نہیں نہیں! یہ ایمان نہیں اسے سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی عداوت کا نتیجہ تو کہا جاسکتا ہے مگر ایمان واسلام سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

یہ حق وباطل کی جنگ تھی۔ کفر واسلام کی جنگ تھی۔ الحاد وایمان کی جنگ تھی۔ امامِ عالی مقام نواسۂ بانیِ اسلام حکمِ ربانی جانتے تھے کہ اگر طاقت کا مقابلہ طاقت سے ہوا اور غالب بھی آ گئے تو یہی کہا جائے گا کہ دو بادشاہ لڑے تھے ایک غالب آ گیا اس طرح یزید تو مغلوب ہو جائے گا مگر یزیدیت کو شکست نہیں ہوگی مگر امامِ حسین رضی اللہ عنہ یزیدیت کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے حق کی طاقت سے مسلح ہو کر بے سروسامانی کی حالت میں یزید جیسے فرعونِ وقت سے ٹکر لے لی اور اس طرح حق وحقیقت کی طاقت نے قصرِ یزیدیت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور اہلِ دنیا پر ظاہر کر دیا کہ یہ دو بادشاہوں کی جنگ نہ تھی بلکہ حق وباطل کا معرکہ تھا۔ بانیٔ اسلام کے جگر گوشہ اسلام کی مزاج شناسی میں وحید عصر اور سچا غمخوار کیونکر اس کی بیعت کرتا جو اسلام کے منافی کام کر رہا تھا کہ سب مصائب وآلام برداشت کیے۔ ظلم کے پہاڑ ٹوٹے۔ چھوٹے بڑے قربان کر دیے۔ آخر دم تک ثابت قدم رہتے ہوئے یزید کے جرائم کو خاک میں ملا دیا اور اسلام کو زندہ وجاوید بنا دیا۔ حلال وحرام کے درمیان ابدی خطِ امتیاز کھینچ دیا۔ جائز وناجائز کے حدود کو مضبوط کر دیا۔ اسلامی اصولِ اقدار کو پائیدار بنا دیا اور عامۃ المسلمین کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا۔ لوگوں کو ظالم سے نفرت اور مظلوم کی ہمدردی وحمایت پر وارد کر دیا۔ اس طرح کفر والحاد کو ہمیشہ کے لیے سرنگوں کر کے پرچمِ اسلام کو ابد الآباد تک کے لیے بلند وبالا کر دیا۔ آج تک جہاں جہاں اسلام اور مسلمان موجود ہیں یہ سب صدقہ ہے سرکار سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی اس بے مثال ایثار وقربانی کا۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال فرماتے ہیں:

بہرِ حق درخاک وخون غلطیدہ است
پس بنائے لاالہٰ گردیدہ است

خواجہ سلطان الاولیاء محمد معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

شاہ استِ حسین بادشاہ است حسین
دین استِ حسین دینِ پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست دردستِ یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسین

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اگر یہ قوم اس پر غور نہیں کرتی کہ مقامِ حسین رضی اللہ عنہ کیا ہے تو اس کی بدنصیبی ہے اور اگر تھوڑا سا غور کرے تو جان جائے اسی میں نجات ہے۔

اب اس کے یہ معنے نہیں کہ صرف ذکرِ شہادت سے چند آنسو نکال لینے ہی کافی ہیں بلکہ اس مقصد کو لیا جائے جس کی خاطر سرکار امامِ عالیمقام رضی اللہ عنہ نے اتنی عظیم قربانی دی۔ روحانیت و مادیت کا تصادم اور روحانیت کا غلبہ، صداقتِ اسلام کی ناقابلِ انکار دلیل، حریتِ فکر کی آبیاری، ثبات واستقلال کی تلقین، شجاعت وشہامت کے بے نظیر نمونے، عزتِ نفس کی بلند تعلیم، تنظیم ومحکم یقین اور عملِ پیہم کی تلقین، صبرورضا کی بے مثال عملی تعلیم، پایۂ استقامت، مواسات وایثار کے شاندار نمونے، ہر قسم کی قربانی دینے کا درسِ عظیم، انسانی ہمدردی اور حسنِ معاشرت کا بہترین نمونہ، ادائیگی فرض اور عبادتِ خداوندی اور سنتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بجا آوری کا عدیم المثال نمونہ، غیرت وحیا کا نمونہ، ایمان وعقائد ومذہب کی ثابت قدمی کا نمونہ:

انسان کو بیدار توہو لینے دو
ہرقوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

اور پھر رہا یہ کہنا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے:

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھادیا ہے فقط زیبِ داستان کے لیے

یہ بھی غلط ہے۔ کیا ڈاکٹر علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ سیالکوٹ ترجمانِ حقیقت نے اس میں واقعۂ کربلا کے متعلق ایسا کہا ہے نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کی سلطنت اور ولیعہدی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور کچھ نہ ہوا تو اس شعر سے واقعۂ کربلا کو معمولی ثابت کرنے کی کوشش کردی۔ کس قدر ظلم پر ظلم ایک بانیٔ اسلام کے نواسہ کے ساتھ۔ دوسرا مفکرِ اسلام ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال کے ساتھ۔ علامہ مرحوم تو واقعۂ کربلا کے متعلق فرماتے ہیں:

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضربِ یداللّٰہی اک سجدۂ شبیری

اب بتلایئے، ذرا سی بات اندیشۂ عجم نے اسے، کہاں گیا اور کہاں استعمال ہوا یہ اس بات پر اشارہ کر رہے ہے کہ خلافت ملوکیت میں بدل گئی اور پھر ملوکیت بھی وہ بدلی کہ یزید نے اس کا بھی جنازہ نکال دیا۔

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کے بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذر و دلقِ اویس و چادرِ زہرا

علامہ مرحوم نے یہ نقشہ کھینچا ہے۔ جنہوں نے واقعۂ کربلا کو معمولی تاریخی ریسرچ نظریات پر قائم کیا:

یہ رسمِ خانقاہی ہے غم واندوہِ دلگیری
نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس درویش سیالکوٹی مرحوم نے فرنگیوں کے عشرت کدوں کو دیکھا اور جب وطن واپس آئے تو کہا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

دیکھا کیسا مقام بیان کر دیا ہے پھر فرماتے ہیں:

رشتۂ آئینِ حق زنجیر پاست
پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفیٰ است
ورنہ گردے تربتش گردیدمے
سجدہ ہا برخاکِ او پا شیدمے

میرے پاؤں میں قانونِ خداوندی کی زنجیر نہ ہوتی اور غلامی مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء۔ کا پاس نہ ہوتا تو خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قبر اطہر کا طواف کرتا اور سجدے کرتا۔

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
نورِ چشم رحمۃ اللعالمین
آں امام اوّلین و آخرین
بانوے آں تاجدارِ ھل اتٰی
مرتضیٰ مشکلکشا شیرِ خدا

اور فرماتے ہیں:

بہر محتاجے دلش آن گونہ سوخت
با یہودے چادرے خودرا فروخت
نوری وہم آتشی فرماں برش
گم رضائش در رضائے شوہرش
آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان ولب قرآن سرا
گریہ ہائے او زبالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بدامان نماز
اشک او برچیدہ جبریل اززمین
ہمچو شبنم ریخت برعرشِ بریں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پھر فرماتے ہیں:

سیرتِ فرزند ہا از امہات
جوہرِ صدق وصفا از امہات
مزرعِ تسلیم راحاصل بتول
مادراں رااسوۂ کامل بتول
ہوشیار ازدست برد روزگار
گیر فرزندان خود را درکنار
فطرت توجذبہ ہا دارد بلند
چشمِ ہوش ازاسوۂ زہرا مبند
تاحسینے شاخ توبار آورد
موسم پیشیں بگلزار آورد
اگر پندے زدرویشے پذیری
ہزاامت بمرد تونہ میری آورد
بتولے باش پنہاں شوازیں عصر
کہ درآغوش شبیرے بگیری

اس کے آگے یزیدی سلطنت اور سرکار امام کے اقدامِ جہادِ حق کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

موسیٰ وفرعون وشبیر و یزید
ایں دو قوت ازحیات آیدپدید
زندہ حق از قوتِ شبیری است
باطل آخر داغِ حسرت میری است
چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت
حریت را، زہر اندر کام ریخت
خاست آں سرجلوہ خیرالامم
چوں سحاب قبلہ باراں درقدم
برزمینِ کربلا بارید ورفت
لالہ در ویرانہ ہا کاریدو رفت
تاقیامت قطع استبداد کرد

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

موجِ خون اوچمن ایجاد کرد
بہرِ حق درخاک وخوں غلطیدہ است
پس بنائے لاالہٰ گردیدہ است
مدعایش سلطنت بودے اگر
خود نکردے باچنیں ساماں سفر
دشمناں چوں ریگ صحرالاتعد
دوستان اوبہ یزداں ھم عدد
سرابرھیم واسمٰعیل بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود
عزم اوچوں کوہساراں استوار
پائیدار وتند سیروکارمگار
تیغ بہرِ عزت دین است وبس
مقصد اوحفظ آئین است وبس
ماسوا اللہ رامسلماں بندہ نیست
پیش فرعونے سرش افگندہ نیست
خوں اوتفسیرایں اسرار کرد
ملت خوابیدہ رابیدار کرد
تیغ لاچوں ازمیاں بیروں کشید
ازرگِ اربابِ باطل خوں کشید
نقش الا اللہ برصحرا نوشت
سطرِ عنوان نجات مانوشت
رمزِ قرآن ازحسین آموختیم
زآتش اوشعلہ ہا اندوختیم
شوکتِ شام وفرِ بغداد رفت
سطوتِ غرناطہ ہم ازیادرفت
تارما اززخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیر اوایماں ہنوز

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک مابر خاک پاک اور ساں
قوتِ سلطان دمیداز لاالہ
ہیبتِ مردِ فقیر از لاالہ
فقرعریاں گرمی بدر وحنین
فقر عریاں بانگِ تکبیرِ حسین
آں امامِ عاشقاں پورِ بتول
سروآزادے زبستان رسول
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر
بہرآں شہزادۂ خیر الملل
دوشِ ختم المرسلین نعم الجمل

اب اپنے مدعا کی طرف آتا ہوں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وہ خطبہ دربارِ یزید میں جس نے درودیوار ہلادیے

اس کے بعد اسیرانِ نبوت کو دربار یزید میں لایا گیا۔ جب مخدراتِ عصمت وطہارت اس حال میں یزید کے سامنے آئیں تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی نظر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور پر پڑی تو فرمایا یاحسیناہ یَا اِبْنِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَا سَيِّدَةَ النِّسَاءِ بِنْتُ الْمُصْطَفٰی یہ کلمات سن کر کئی لوگ دربار یزید میں رو پڑے اور یزید خاموش بیٹھا رہا۔ پھر سیدہ زینب نے یزید کے دربار میں مندرجہ ذیل طرز کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ صَدَقَ اللّٰهُ كَذٰلِكَ يَقُوْلُ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاءُ السُّوْءٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ۔

یایزید حیث اخذت علیھا اقطار الارض وآفاق السماء فاصبحنا نساق کما تساق الاساری ان بنا ھوانا علی اللہ وبك کرامۃ وان ذالك لعظم خطرك عندہ شمحت بانفك ونظرت فی عطفك جذلان مسرورا حیث رایت الدنیا لك مستوثقۃ والامور منسقۃ وحین متالك ملکنا وسلطانا فمھلا مھلا انسیت قول اللہ تعالیٰ ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیرلا نفسھم انما نملی لھم لیزدادو اثما ولھم عذاب مھین۔ قد افتك الدماء ذریتہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ونجوم الارض من آل عبد المطلب وتھت باشیاخك زعمت انك تنادیھم ولترون وشیکامور دھم ولتوھن انك شلك وبکمت ولم تکن قلت ماقلت وفعلت مافعلت اللھم خذلنا بحقنا وانتقم ممن ظلمنا واحلل غقبك لمن سفك دمائنا وقتل حمائنا فواللہ مافریت الاجلدك ولا خزت الالحمك ولترون علی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بما تحملت من دماء ذریته وانتهك من حرمته فی عترته ولحمته حیث یجمع الله شملهم ویلم شعثهم دیأ خذبحقهم ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امراتاً بل احیاء عند ربهم یرزقون وحسبك بالله حاكما ومحمد خصما وبجبریل ظهیرا وسیعلم من سول لك ومكنك من رقاب المسلمین بئس اللظالمین بدلا وایكم شر مكاناً واضعت جندا اجرت علی الدواهی مخاطبتك انی لا ستصغر قدرك واستعظم تقریعك واستكثر قوبیخك لكن العیون عبری والصدور حری الاانا العجب كل العجب لقتل حزب الله النجبائی وبحزب الشیطان الطلقاء ولسن اتخذقنا مغنما تجدنا مغرما حین لاتجد الاماقدمت یداك وما ربك بظلام اللعبید فالی لله المشتكی وعلیه المعول فكد كیدك واسع سعیك وفاصب جهدك فوالله لاتمحواذ كرنا ولا تمیت وحینا ولا تدرك امرنا ولا ترحض عنك عادها دهل رایك الافند وایامك الاعدداوجمعك الایدو. یوم نیادی المنادی الالعنة الله علی الظالمین والحمد لله الذی ختم لاولنا باالسعادت والمغفرة ولاحنرنا باالهشادة والرحمة ونسل الله ان یكمل لهم الثواب ویوحب المزید ویحسن علینا الاالخلافة انه رحیم دودو حبسنا الله ونعم الوكیل.

سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور درود وسلام ہو اس کی اہلِ بیت پر۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے۔ ان لوگوں کا برا انجام جو برابر برے کام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ تمسخر کیا تو نے اے یزید ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے کنارے تنگ کر دیے اور ہمیں قیدیوں کی طرح لایا گیا اور یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ذلیل اور تو جلیل ہے اور تو دیکھتا ہے اس کو کہ دنیا تجھ کو حاصل ہے اور تمام اسباب ہیں اور ہماری سلطنت تیرے قبضہ واقتدار میں ہے اس لیے تو ناک چڑھا کر اترا رہا ہے اور اس کام سے بڑا خوش ہے۔ ٹھہر جا اور جلدی نہ کر کیا تو خدا کا یہ فرمان نہیں جانتا کہ کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے جو ان کو ڈھیل دے رکھی ہے یہ ان کے لیے بہتر ہے ہم تو محض اس لیے ان کو مہلت دیتے ہیں کہ وہ دل کھول کر گناہ زیادہ کرلیں ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب موجود ہے۔ تو نے ہمارے زخم کو گہرا کر دیا اور ذریت رسول ﷺ اور عبد المطلب کی اولاد میں سے ستارہائے زمین کے خونِ مقدس کو بہا کر ان کی جڑ کو اصل سے اکھیڑ دیا عنقریب تو اس کے انجام سے دوچار ہوگا اور انہی کے موڑ میں وارد ہوگا اس وقت تو اپنے رویہ کی بناء پر پسند کرے گا کہ کاش تیرے ہاتھ شل ہوتے۔ اور جو کچھ کہا اور کیا ہے نہ کہتا نہ کرتا۔ میری دعا ہے اے باری تعالیٰ ہمارا حق ہم کو دے اور ہم پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لے اور جن لوگوں نے ہمارا خون بہایا ہے اور ہمارا ساتھ دینے والوں کو قتل کیا ہے۔ ان پر اپنا قہر وغضب نازل فرما۔ اے یزید اللہ کی قسم تو نے اپنا چمڑا کاٹا ہے اور اپنے ہی گوشت کے ٹکڑے کیے ہیں۔ تو ذریت کے خون اور ان کی ذریت کی توہین کرنے کا بوجھ اٹھا کر عنقریب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا جب کہ روزِ قیامت اللہ ان سب کو ایک جگہ جمع کرے گا اور ان کے دشمنوں سے انتقام لے گا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کے متعلق قرآن گواہ ہے کہ ان کے مردہ ہونے کا گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں رزق پاتے ہیں۔ تیرے لیے اے یزید! اللہ تعالیٰ کا حاکم ہونا اور نبی کا دشمن ہونا اور جبریل کا تمہارے برخلاف ہمارا مددگار ہونا کافی ہے جن لوگوں نے تیرے لیے جگہ ہموار کی اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کیا ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کا کس قدر برا انجام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انجام برا اور کون کمزور لشکر ہے۔ اے یزید! یہ بھی انقلاب روزگار و حوادثاتِ زمانہ کا شاہکار ہے کہ میں تجھ سے خطاب کروں میں تیرے مقام کو اس سے کہیں پست تر اور تیری زجر و توبیخ کرنے کو سخت عظیم سمجھتی ہوں مگر کیا کروں۔ آنکھ روتی ہے اور سینہ پر سوز ہے۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ شیطانی گروہ اور اولادِ طلقانے خدا کے نجیب (چنے ہوئے) گروہ کو قتل کر دیا ہے۔ اے یزید! اگر تو ہماری ظاہری کمزوری کو اپنے لیے غنیمت سمجھ رہا ہے۔ کل فردائے قیامت تو اس بات کو تاوان سمجھے گا۔ جب تو سوائے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کے کچھ نہ پائے گا اور خدا اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں فرماتا تاہم بارگاہِ خداوندی میں ہی شکوہ کرتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں تو جس قدر جی چاہے مکر و فریب کر لے اور جس قدر چاہے تگ و تاگ کر لے اور جو کچھ کر سکتا ہے کر لے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تو ہرگز ہمارے ذکرِ جمیل کو نہیں مٹا سکتا اور نہ ہی ہمارے مقام کی بلندی کو چھو سکتا ہے اور نہ اپنے کرتوت کی عار کو دور کر سکتا ہے تیری رائے و کوشش کمزور اور یہ سلطنت چند گنتی کے دن۔ اور تیری جماعت پراگندہ وقت قریب ہے کہ جب ایک منادی کرنے والا انداء کرے گا۔ لعنت ہو ایسی قوم پر جس نے یہ ظلم و ستم کیا ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثناء ہے جس نے ہمارے پہلے کا خاتمہ سعادت و مغفرت کے ساتھ اور آخری کا شہادت و رحمت کے ساتھ فرمایا ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان کے اجر و ثواب کو مکمل فرمائے اور مزید اجر میں بلندیاں عطا فرمائے اور ہمیں ان کی صحیح جانشینی کرنے کی توفیق عطا فرمائے وہ بڑا مہربان اور محبت کرنے والا ہے وہی ہمارے لیے کافی اور وہی ہمارا کارساز ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (حیات ج ۲ ص ۳۶۰)

سیدنا زینب کے اس خطبہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ تمام یزیدی خاموش بیٹھے رہے اور کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ ہو سکی سیدہ نے حق و صداقت اور حق گوئی کا حق ادا کر کے اسلام کی ناقابلِ فراموش خدمت سرانجام دی جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ شیرِ خدا کی شہزادی نے ماضی و حال اور مستقبل کے وہ نقشے کھینچ کر رکھ دیے کہ یزیدی ایوانِ حکومت کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیے۔

اسیرانِ آلِ رسول ﷺ کے متعلق یزید کا حواریوں سے مشورہ اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

اس کے بعد یزید پلید نے اپنے تمام درباریوں سے اسیرانِ آلِ رسول کے متعلق مشورے لیے کہ بتاؤ اب ان کا کیا جائے۔ آیا ان سب کو قتل کر دیا جائے یا قید میں رکھیں یا رہا کر دیا جائے اس کے حواریوں نے اس کو طرح طرح کے مشورے دیے اکثر نے رائے یہ دی کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے یزید! لَقَدْ اَشَا عَلَيْكَ هٰؤُلَاءِ بِخِلَافِ مَا اَشَارَ بِهٖ جُلَسَاءِ فِرْعَوْنَ عَلَيْهِ حِيْنَ شَاوِرَهُمْ فِيْ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ فَاِنَّهُمْ قَالُوْا لَهٗ اَرْجِهٖ وَاَخَاهُ وَلَا تَقْتُلْ۔ تیرے درباریوں نے تجھے یہ مشورہ دیا ہے کہ جو فرعون کے درباریوں نے بھی نہیں دیا تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دریافت کیا تھا کہ مجھے ان سے کیا کرنا چاہیے تو اس کے درباریوں نے اس سے کہا کہ ان کو قید کر ڈالو۔ لیکن یہ تو اس سے بھی بدتر ثابت ہوئے جو اسیرانِ آلِ رسول ﷺ کے قتل کرنے کا تجھ کو مشورہ دے رہے ہیں۔ (حیات)

حضرت نعمان بن بشیر کی رائے

حضرت نعمان بن بشیر ایک صحابی رسول نے کھڑے ہو کر کہا اے یزید! میں تجھ کو ایک مشورہ دیتا ہوں اگر تم اس کو مان جاؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے وہ یہ کہ اسیرانِ آلِ رسول کے ساتھ وہ سلوک کرو جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ کیا۔ مَاكَانَ الرَّسُوْلُ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

يَضَعُ بِهِمْ فَاصْنَعْهُ بِهِمْ ۔ جو سلوک سرورِ کون ومکان ان کے ساتھ کیا کرتے تھے وہ تم کرو۔ (ایضاً)
یزید نے جب یہ مشورہ صرف نعمان بن بشیر کی زبانی سنا تو اس نے اس مشورہ کو سب پر ترجیح دیتے ہوئے قبول کرلیا اور کہا مجھے یہ بات پسند آ گئی ہے اور اسی طرح کروں گا۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ نعمان بن بشیر نے یزید کو واضح کر دیا کہ جو کچھ کربلا میں اور کربلا سے کوفہ اور دمشق تک اسیرانِ آلِ رسول کے ساتھ کیا گیا۔ اس سے کثرت رائے عوام الناس تیرے مخالف ہو چکی ہے اور اب مزید اقدامات تیرے لیے تباہی حکومت کا سبب بن جائے گا لہٰذا ان کو رہا کر دینا بہتر ہے۔ اور کچھ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تقریر نے آئندہ ہونے والے واقعات پر روشنی ڈال دی۔

مقام قیام اسیرانِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پھر یزید نے حکم دیا کہ آلِ رسول کو محل کے ایک کمرے میں لے جاؤ اور پھر ان کی رہائی کا حکم دیں گے۔ چنانچہ پھر آلِ رسول کو ایک کمرہ میں رکھا گیا۔

دربارِ یزید میں سرِ اقدس اور ایک رومی سفیر نصرانی کی حیرانگی

جب سرکار سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس رکھا ہوا تھا تو یزید کے پاس ایک رومی سفیر نصرانی بھی آیا اس نے یزید سے کہا مَنْ هٰذِهِ الرَّاسُ ۔ یہ سر کس کا ہے تو یزید نے کہا هٰذَا رَاسُ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيِّ اَبِيْ طَالِبٍ ۔ یہ سر حسین ابن علی (رضی اللہ عنہ) ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ نصرانی رومی سفیر نے کہا اس کی ماں کا کیا نام ہے۔ یزید نے کہا فَاطِمَةُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ کے بیٹے ہیں۔

رومی سفیر نصرانی کا یہ سننا تھا کہ وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا اُفٍ لَّكُمْ تَقْتُلُوْنَ ابْنَ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ وَمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ نَبِيِّكُمْ اِلَّا اُمٍّ وَاحِدَةٍ ۔ اف تمہارے اس قتل کرنے پر تم اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کرتے ہو حالانکہ تمہارے اور تمہارے رسول کے درمیان صرف ایک ماں کا فاصلہ ہے۔ ہم نصرانی تو نشانِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قدر عزت و تعظیم کرتے ہیں کہ قیامت تک روئے دنیا کے نصرانی اس پر قائم رہیں گے اور تم لوگوں کا یہ حال ہے کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ کی تعظیم و تکریم کرنے کی بجائے انہیں قتل کرتے ہو۔ یزید نصرانی سفیر روم کی بات سن کر کچھ جواب نہ دے سکا۔

سرِ اقدسِ امام رضی اللہ عنہ اور ارواحِ طیبہ کا نور و ظہور

حضرت سیدہ سکینہ بنت الحسین رضی اللہ عنہا نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ جس کو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رات کو دیکھا کہ آسمان سے نور آیا اور میرے والد گرامی کے پاس آ کر یوں کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ اے فرزند رسول تجھ پر سلام ہو پھر کہا يَا وَلَدِيْ قَتَلُوْكَ تجھے دشمنوں نے شہید کیا۔ اَتَرَاهُمْ مَا عَرَفُوْكَ وَمِنْ شُرْبِ الْمَاءِ مَنَعُوْكَ يَا وَلَدِيْ اَنَا جَدُّكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهٰذَا اَبُوْكَ عَلِيُّ الْمُرْتَضٰى وَهٰذَا اَخُوْكَ الْحَسَنُ وَهٰذَا عَمُّكَ جَعْفَرُ وَ عَقِيْلُ وَهٰذَا اَنْ حَمْزَةُ وَالْعَبَّاسُ ۔ اے فرزند جنہوں نے تجھے شہید کیا۔ کیا انہوں نے تجھ کو نہیں پہچانا اور تجھے پانی پینے سے بھی روک دیا۔ اے فرزند! تجھ کو تیرے صبر پر مبارک ہو میں تیرا نانا جان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ یہ تیرے ابا جان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ تیرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ اور یہ تیرے چچا جعفر و عقیل رضی اللہ عنہما اور یہ میرے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حمزہ وعباس رضی اللہ عنہما چچا ہیں اسی طرح اور بزرگوں کے نام لیے۔ سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان بزرگوں کو اس نور کی آمد میں دیکھا اور سیدہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا نور دیکھا کہ اس میں سیدہ فاطمہ بنتِ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدہ آسیہ علیھا السلام اور سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا میرے اباجان کے سرِ اقدس کے پاس آئیں اور سلام بھیج کر کہا بیٹا جس صبر کے ساتھ تم نے کربلا کے مصائب کو برداشت کیا میں اس کی تجھ کو مبارک دیتی ہوں۔ اور تمہارے دشمن تمہارے نانا جان کی شفاعت سے محروم ہو گئے ہیں اور تم نے اسلام کے تحفظ کے لیے جو قربانیاں دی ہیں اس کے اجر وثواب کا خدا کے ہاں بے حساب مقام ہے۔ (حیات)

سیدہ سکینہ بنت الحسین رضی اللہ عنہما کے متعلق ایک غلط واقعہ کی تردید

حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین ؓ کے متعلق بعض مجموعوں میں لکھا ہے کہ وہ شام کے راستہ میں بحالتِ اسیری دمشق میں وفات پا گئی تھیں۔ یہ بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ کتب معتبرہ میں قطعاً اس کا ذکر تک نہیں۔ پھر نا معلوم کہ ان لوگوں نے ایسا واقعہ کیسے من گھڑت تیار کر لیا ہے۔ کہ وہ معاذ اللہ قید خانۂ دمشق کی عقوبتوں میں وفات پا گئیں۔ حضرت سیدہ سکینہؓ رضی اللہ عنہا واقعۂ کربلا کے بعد کافی عرصہ حیات رہیں اور ان کے جوان ہونے پر ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر سے ہوا اور یہ بھی سراسر بے بنیاد بات ہے کہ سات سالہ بچی کا نکاح عین واقعۂ کربلا کے وقت کربلا میں ہوا۔ اور مہندی لگائی گئی وغیرہ وغیرہ۔ بھلا ایسے شدید موقعہ پر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو ایسا کام کرنے کی فرصت تھی جس کا تعلق خوشیوں کے ساتھ تھا اور پھر ان کی عمر تو صرف بالاتفاق ابھی سات سال تھی۔

دمشق میں اہلِ بیت کا مدتِ قیام

اسیرانِ اہلِ بیت کے متعلق یہ مسئلہ بھی بڑا اختلاف تک پہنچ چکا ہے کہ دمشق دار السلطنت (شام) میں کتنے دن اہلِ بیت اسیری کی حالت میں رہے اور ان کو کب رہا کیا گیا اور کب مدینہ پہنچے۔ اس کے متعلق مختلف بیانات ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ چالیس دن اور بعض نے لکھا ہے بیس دن اور بعض نے لکھا ہے ایک سال اور بعض نے لکھا ہے چھ ماہ اور بعض نے لکھا ہے سات یوم اور بعض نے لکھا ہے صرف تین دن۔

اب ان تمام متذکرہ بیانات کے بعد اصل حقیقت جو کتبِ معتبرہ سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خود سیدنا امام زین العابدین ابنِ امامِ حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہلِ بیت کو زیادہ دیر تک اسیر رکھنے میں یزید کو اپنی حکومت کے لیے جب کافی حد تک خطرہ نظر آیا تو اس نے اہلِ بیت کو جلد از جلد رہا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے دار السلطنت دمشق میں اہل بیت کو صرف دو دن رکھا اور تیسرے دن ہم کو رہا کر دیا گیا۔ فَحَبَسَنَا يَوْمَيْنِ ثُمَّ دَعَانَا وَأَطْلَقَ عَنَّا۔ ہم دو دن مکمل دمشق میں رہے۔ پھر تیسرے روز ہمیں یزید نے بلوا کر رہا کر دیا۔ اس سے زیادہ عرصہ تک مدت قیدِ دمشق تسلیم کرنا غلط ہے اور اس پر کوئی اور مدتِ دلالت نہیں کر سکتی۔ (ایضا)

اہلِ بیت کی رہائی کے علل واسباب

سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد یزید کا یہ خیال سراسر غلط فہمی پر مبنی تھا کہ وہ اپنے تسلط اور اقتدار کا لوہا ایک دنیا سے منوا لے گا۔ اور اس پر اپنے اس خیالِ باطل کا بطلان پہلے ہی روز دربار میں پیشی کے وقت ہی واضح ہو گیا تھا۔ روایات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جوں جوں لوگ حقیقتِ حال سے آگاہ ہوتے جاتے تھے توں توں یزید سے نفرت بڑھتی جاتی تھی اور یزیدی حکومت کے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

انقلاب کے آثار نظر آنے لگے۔ چنانچہ ہر طرف سے حتیٰ کہ خود اس کے اپنے قریبیوں کی طرف سے بھی لعنت و ملامت ہونے لگی۔ خانہ جنگی کا شدید خطرہ اور حکومت الٹنے کے آثار نمودار ہونے لگے اور یزید کو فوراً اس بات کا احساس ہو گیا کہ وہ اپنی اور حکومت کی حفاظت کے لیے کوئی ایسا اقدام کرے جس سے شہادتِ امام حسین کی تمام تر ذمہ داری عبید اللہ ابن زیاد پر ڈال کر اس سے اپنے آپ کو بری کر لوں اور بیزاری کا اظہار کروں اور آلِ رسول ﷺ کی جلد رہائی کروں اور رہائی بھی ایسے طریقہ و شان سے کروں کہ اہلِ بیت بھی راضی ہو سکیں اور لوگوں پر بھی اس کے اچھے اثرات پڑ سکیں۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ وَلَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ وَبَنُو ابِيهِ بَعَثَ ابْنُ زِيَادٍ بِرُؤسِهِمْ إِلَى يَزِيْدَ فَسُرَّ بِقَتْلِهِمْ أَوَّلًا ثُمَّ نَدِمَ لِمَا مَقَتَهُ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى ذَالِكَ وَالْبُغْضُهُ النَّاسَ وَحَقَّ لَهُمْ أَنْ يَبْغَضُوْهُ۔ (کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۳۰)

جب سیدنا امام حسین اور ان کے خاندان کے لوگ شہید ہو گئے تو ابن زیاد نے ان کے سر یزید کے پاس بھیج دیے تو وہ پہلے تو ان کے قتل سے بہت خوش ہوا۔ پھر جب لوگوں نے اس کے فعلِ شنیع کی وجہ سے اس کو برا سمجھنا شروع کر دیا اور ان کو اس کا حق بھی تھا کہ اس کو برا سمجھیں۔ تب اس نے ندامت کا اظہار کیا۔

بعض روایات میں تو یہاں تک موجود ہے کہ یزید نے اپنے اس فعلِ شنیع پر پردہ ڈالنے اور اہلِ بیت کو اپنے بری ہونے کے ثبوت میں ایسا بھی کیا کہ اپنے فوجی لشکریوں میں سے مثبت بن ربعی، شمر ذی الجوشن، سنان بن انس نخعی، مصائب بن وہیہ اور خولی بن یزید اصبحی وغیرہ کو اپنے دربار میں بلا کر مثبت بن ربعی کو کہا کہ تو نے ان کو قتل کیا ہے اور کیا میں نے تم کو ان کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے تو مثبت نے کہا نہیں جناب امیر میں نے نہیں کیا جس نے کیا اس پر لعنت ہو۔ یزید نے پھر کہا تو کس نے ان کو قتل کیا ہے۔ مثبت نے کہا مصائب بن وہیہ نے قتل کیا ہے یزید نے اشارہ کر کے کہا کیوں تم نے ان کو قتل کیا ہے تو کہنے لگا اے امیر نہیں میں نے نہیں۔ اس نے تیسرے کا نام لے کر خود کو ٹال لیا۔ اسی طرح یزید یکے بعد دیگرے ان سے دریافت کرتا رہا اور وہ قتل کو دوسرے پر ڈال کر خود کو ٹالتے رہے۔ بالآخر بات قیس تک پہنچی تو اس نے بھی کہا اے امیر میں نے ایسا نہیں کیا۔ یزید نے کہا تو بتاؤ جب تم سب خود اس قتل سے بری ہو رہے ہو آخر ان کو قتل کیا تو کس نے کیا ہے؟ قیس نے کہا اگر مجھ کو امان کا اقرار دیتے ہو تو میں بتاتا ہوں۔ یزید نے کہا کہ ہاں تمہیں امان ہو گی بتاؤ۔ قیس نے کہا ان کو قتل نہیں کیا مگر اس نے جس نے جنگ کا علم بلند کیا اور لشکر پر لشکر روانہ کیے۔ یزید نے کہا وہ کون ہے۔ قیس نے کہا کیا اس کا تم کو پتہ نہیں ہے۔

اس لیے معلوم ہوا کہ یزید نے اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے ہر ممکن اقدام کیا۔

وَلَمَّا وَصَلَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ إِلَى يَزِيْدَ حسنت حالُ ابن زياد عِنْدَهُ وَدَادَهُ وَصله وَسرّه مَافِعَلَ ثُمَّ لَمْ يَلْبَث الْإِيسِيراً حتى بلغه بَغْضَ الناس وَلعنهمُ وبهم فندم عَلى قَتْل الْحُسَيْنَ فَكَانَ يَقُوْلَ وَمَاعَلى لَواحتملت الاذى وَأنزلتُ الْحُسيْنَ معى فى دَارِى

اور جب سیدنا امام علیہ السلام کا سر مبارک یزید کے پاس پہنچا تو اس کی نظر میں ابن زیاد کی وقعت بڑھ گئی اور جو کچھ اس نے کیا تھا اس نے یزید کو خوش کر دیا اور اس نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔ لیکن ابھی بہت ہی تھوڑا وقت گذرا تھا کہ یزید کو یہ اطلاعیں ملنی شروع ہو گئیں کہ لوگ اس کو برا سمجھنے لگے ہیں اور یہاں تک کہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَحِكمةٍ فيمَا يَبْدُوْانِ كَانَ عَلى فِيْ ذٰلِكَ سوهُن فِي سُلْطَانِي حفظًا لرَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَعَايَةً لحِقّهٖ وَقَرابتہٖ لَعَنَ اللّٰه ابْن مَرجانه فَاِنہٖ اَقطرہٗ وقدْسئله اَنْ يَضَع يَدَهٗ فِي يَدِيْ اَوْيلحق ثغر حَتّٰى يتوفاهُ اللّٰه فلم يُجِبهٗ اِلَى ذَالِكَ فَقَتَلَهٗ فَبغضی بِقتله اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَزَرع فِي قُلُوْبِهِمُ العَداوة فابغضني اَلى البَروالْفَاجِر لَمَا اسْتَعظموه مَنْ قِتَلِ الْحُسَيْنَ مَالِي وَلَابْنَ مَرَجَانة لعنة اللّٰه وَقتلهٗ.

(کامل ابن اثیر ج ۳: ص: ۳۰۰)

لوگ اس کو لعن وطعن اور سب وشتم کر رہے ہیں اس لیے پھر اس نے شہادتِ امام پر اپنی ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا میرا کیا نقصان ہوتا ہے کہ اگر میں اذیت برداشت کر لیتا اور حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس رکھ لیتا اور وہ جو کچھ چاہتے ان کو کرنے دیتا۔ اگرچہ میرے اقتدار میں کمزوری ہی پڑ جاتی۔ لیکن حقِ رسول اور ان کی قربتداری کی حفاظت ورعایت تو ہو جاتی خدا لعنت کرے ابن مرجانہ پر جس نے ان کو مجبور کر کے قتل کر دیا حالانکہ حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا بھی تھا کہ مجھ سے آ کر صلح کی گفتگو کر لیں یا کسی اور راستہ کی طرف نکل جانے دو۔ مگر اس نے یعنے عبید اللہ ابن زیاد نے ان کی کوئی بات نہ مانی اس طرح ان کو قتل کر کے لوگوں کی نگاہوں میں مجھے مبغوض کر دیا۔ میرے خلاف لوگوں کے دلوں میں دشمنی کا بیج بو دیا۔ مجھے ہر ایک کی نگاہ میں برا بنا دیا۔ مجھ سے ابن زیاد کی کیا دشمنی تھی۔ خدا اس پر لعنت کرے اور اسے قتل کرے۔

ثابت ہوا کہ یزید کے حکم سے شہادتِ امام عمل میں آئی اور وہ اس پر خوش وخرم تھا اور پھر کفریہ اشعار بھی اس نے کہے اور یہ سب کچھ مسلم الثبوت واقعات ہیں۔ جن کا نہ تو کسی سے انکار ممکن ہے اور نہ ہی کسی یزید نواز شخص یا گروہ کے پردہ ڈالنے سے پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔

اَلْحَقّ اَنْ الرِّضَاء يَزِيْدِ بِقَتْل الْحُسَيْنَ رَضِيَ اللّٰه تَعَالٰى عَنْهُ وَاسِتُبشَارَهٗ بِذٰالِكَ وَاَهَانة اَهْلَ بَيْتِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام تواتر مَعناه وَاَنْ كَانَ تَفَاصِيْلُهَا اَحَادًا فَنَحْنُ لَانتوقف فِيْ شَانِهٖ بَلِ فِي اِيْمَانِهٖ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَنْصَارِهٖ وَاَعْوَانِهٖ. (شرح عقائد نسفی ص:۱۸۱)

حق یہی ہے کہ قتلِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یزید راضی اور خوش وخرم تھا اور اس کا اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا اس پر تواتر معنوی موجود ہے اگرچہ ان واقعات کی تفصیل بطریقِ احاد مروی ہے بنابریں ہم اس کے بے ایمان ہونے میں ذرّہ توقف نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ اس پر اور اس کے ساتھیوں پر لعنت کرے۔

معلوم ہوا کہ یزید عنید نے اب جو اہلِ بیت کی رہائی کا فوری اقدام اور تمام تر ذمہ داری ابنِ زیاد پر ڈالی یہ محض خود کو بری کرنے کے لیے تھی ورنہ جو کچھ ہوا اس کی مرضی کے مطابق ہوا۔ علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں پس یزید سمیت اس کے تمام ساتھیوں پر لعنت ہے۔ کیونکہ وہ بعد میں صرف ظاہری پردہ ڈالنے کے لیے ایسا کر رہا تھا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۲۵

رہائی اہلبیت اور شام سے مدینہ منورہ تک کے حالات

احکام رہائی اور یزید کا معذرت کرنا

پھر یزید نے اہل بیت کی رہائی کے احکام صادر کرنے سے قبل سیدنا امام زین العابدین ابن امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ تو اس وقت یزید اپنے دربار میں بیٹھا ہوا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا اور اپنے پاس بٹھایا اور کہا اے ابن حسین علی زین العابدین رضی اللہ عنہ جس چیز کی خواہش ہے کہو حاضر کی جائے سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا میں کوئی چیز طلب نہیں کرتا اور نہ مجھے کچھ چاہیے۔ ہاں اگر مجھ سے کوئی بات کرنی بھی چاہتے ہو تو میری پھوپھی جان سیدہ حضرت زینب کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کرو۔ کیونکہ ہماری غمگسار اور مددگار اور سالار وہی ہیں۔ یہ سن کر یزید نے فوراً تمام درباریوں کو باہر چلے جانے کا حکم دے دیا اور پھر کہا اچھا اب میں ان کو بلوا لیتا ہوں۔ پھر اہلِ بیتِ اطہار کی مخدراتِ عصمت بمعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نہایت احترام کے ساتھ دربار یزید میں لایا گیا۔ یزید نے سیدہ رضی اللہ عنہا کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے کہا آپ چاہیں تو میرے ہی محل میں رہیں اور اگر یہاں رہنا پسند نہ فرمائیں اور مدینہ جانا چاہتے ہیں تو وہاں بھیج دیتا ہوں۔ آپ کو کلی اختیار ہے۔ جیسا آپ کا ارادہ ہو میں وہی کرنے کو تیار ہوں جہاں چاہیں رہیں۔ پھر کہا لَعَنَ اللّٰهُ ابْنِ مَرْجَانَةَ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ اَنِّي صَاحِبُهٗ مَا سَئَلَنِي خَصْلَةً اَبَدًا اِلَّا اَعْطَيْتُهٗ اِيَّاهَا وَلَدَفَعْتُ الْحَتْفَ مِنْهُ بِكُلِّ مَا اسْتَطَعْتُ وَلَوْ بِهَلَاكِ بَعْدَ وَلَدِي۔ خدا ابن مرجانہ عبید اللہ پر لعنت کرے۔ خدا کی قسم اگر میرا اور حسین رضی اللہ عنہ کا سامنا ہوتا تو جو یہ چاہتے میں وہی کرتا اور ان کو کبھی قتل نہ ہونے دیتا خواہ مجھے اپنی اولاد کیوں نہ موت کے منہ میں جھونکنی پڑتی۔ جو کچھ ہونا تھا اب ہو گیا خدا کو یہی منظور تھا۔ اب آپ فرمائیں آپ کیا چاہتے ہیں میں اسی طرح کروں گا۔

یزید نے جب یہ باتیں کہیں تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ایک آہ بھری اور رو پڑیں اور فرمایا اور اب ان باتوں نے ہم پر کیا اثر ہو سکتا ہے جن کی آنکھوں کے سامنے کربلا کا قیامت خیز منظر ہے۔ اے یزید! اب تو چاہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں نانائے پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ اطہر کی حاضری دیں اور مدینہ منورہ روانہ ہونے سے پہلے یہاں سے کربلا جائیں۔ اور پھر مدینہ پہنچ جائیں گے۔

اہلِ بیت کی تعظیم کے ساتھ مدینہ روانگی

اس کے بعد یزید نے اسیرانِ اہلِ بیت کی رہائی کا حکم دے دیا اور حضرت نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ آپ کو مزید آدمی دیتا ہوں آپ اپنی نگرانی میں نہایت تعظیم و تکریم سے بحفاظت مدینہ طیبہ پہنچائیں اور اس کے ساتھ ہی یزید نے سواریوں کا انتظام کیا اور ان پر شاندار محمل رکھوائے اور چمڑے کے قطعے اور ریشم کے کپڑے بچھا کر نہایت آرام و سکون سے بیٹھنے کے انتظامات کرائے۔ جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے تو پھر صبح سویرے اہلِ بیتِ اطہار کے الوداع ہوتے وقت یزید نے کچھ مال و متاع پیش کیا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ لَا وَاللّٰهِ اَنْ يَّقْتُلَ اَخِيَ الْحُسَيْنَ وَاَهْلَبَيْتِيْ وَتُعْطِيْنِيْ عِوَضَهُمْ مَالًا لَا كَانَ ذٰلِكَ اَبَدًا۔ (البیات) ہرگز نہیں خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میرا بھائی حسین رضی اللہ عنہ قتل کیا جائے اور اس کی اہلِ بیت والے قتل ہوں تو اس کے عوض میں ہم مال و متاع حاصل کریں ایسا کبھی ہو نہیں سکتا۔ یزید کو یقین ہو گیا کہ یقیناً یہ میرا مال قبول نہیں کریں گے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ مال غریبوں میں تقسیم کر دو اگر تم اس کو دینا چاہتے ہو ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہاں یہ تو وہ گھرانہ ہے جن کے توسل سے ایک دنیا کو بھیک ملتی ہے۔

اسی اثناء میں جب حضرت نعمان بن بشیر کی نگرانی میں ان کے ساتھ تین سو سوار تیار ہو گئے اور ادھر تمام اہلِ بیت اپنی سواریوں پر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سوار ہو گئے اور اہلِ بیت کا قافلہ نہایت عزت و تکریم کے ساتھ بحفاظت دار السلطنت شام سے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوا تو یزید الوداع کہنے چند قدم ساتھ ساتھ چلا تو کچھ آگے ایک قصائی بھیڑوں کو ذبح کرنے سے پہلے ان کو پانی پلا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بے تاب ہو گئیں اور یزید کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

دیکھ قصائی بھی بھیڑوں کو پانی پلانے کے بعد ذبح کرتا ہے اور میرے بھائی کو اتنا بھی نہ سمجھا گیا۔ (الحیات)

یزید نے پھر کہا خدا عبید اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے جس نے یہ ظلم کیا۔

پھر یہ قافلہ دمشق شہر سے باہر تک پہنچا تو جو عورتیں اور مرد اس منظر کو دیکھ رہے تھے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ روایات میں آتا ہے کہ قافلۂ اہلِ بیت کی روانگی کے وقت ہزاروں مرد اور عورتیں جمع تھے اور رخصتی و بے بسی پر رو رہے تھے۔ لوگ اپنے گھروں میں واپس آ گئے اور یزید بھی اپنے محل میں واپس آ گیا اور قافلۂ اہلِ بیت تین سو افراد سمیت نعمان بن بشیر کی نگرانی میں منزل بہ منزل جا رہا ہے۔

اہلِ بیت مدینہ کی بجائے کربلا میں

جب یہ قافلۂ اہل بیت سرزمینِ عراق کی سرحد پر پہنچا جہاں سے دو راستے نکلتے ہیں۔ ایک راستہ سیدھا مدینہ طیبہ اور دوسرا راستہ عراق کی طرف۔ نعمان بن بشیر نے آگے بڑھ کر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا حضور اگر کربلا جانا ہے تو عراق کے راستہ سے چلیں اور پھر وہاں سے مدینہ جیسے اور جس طرح آپ فرمائیں اسی طرح ہوگا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا سیدھے کربلا چلو چنانچہ کربلا کا راستہ اختیار کر لیا گیا۔

راستہ میں جہاں کہیں جس منزل پر قیام ہوتا اس سے کافی فاصلہ پر نعمان بن بشیر بمعہ اپنے تین سو افراد سواروں کے ٹھہر جاتے اور ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کر کے بھیج دیتے اور ہر چیز کا خیال رکھتے تاکہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قافلہ کو ذرہ برابر بھی تکلیف نہ ہونے پائے۔

اہلِ بیت کی سرکار امام و شہیدانِ کربلا کی قبور پر حاضری

جب یہ قافلۂ اہل بیت سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے کربلا میں وارد ہوا تو اہلِ بیتِ اطہار اس مقام کو دیکھ کر رو پڑے اور اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور سیدھے جہاں سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے شہدائے کربلا مدفون تھے۔ ان کی قبرِ اطہر سے جا کر لپٹ گئے اور سلام کرتے جاتے اور روتے جاتے اور یہ کہا اے ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس زبان سے وہ مصائب بیان کریں جن کا ہم کو کوفہ اور شام میں سامنا کرنا پڑا اور اس قوم نے ہم کو کیا کیا تکلیفیں دیں کیونکر بیان کریں۔ (تاریخ کربلا)

قریب کی بستی کے لوگ جو بنی اسد سے تھے وہ بھی جمع ہو گئے اور قبرِ امام و شہداء کربلا پر آنسو بہانے میں شامل ہو گئے۔

اسی اثناء میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی اور ان کے ساتھ بنی ہاشم کے کچھ لوگ بھی مدینہ طیبہ سے صرف کربلا میں حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی قبور کی حاضری کے لیے پہنچ گئے پھر وہ امامِ زین العابدین رضی اللہ عنہ کے گلے مل کر روتے رہے اور سرکار سید الشہداء کی قبر سے لپٹ کر وہ بھی روتے رہے۔ تین دن تک اہل بیت نے یہاں قیام فرمایا:

فَوَافَرَاقِیْ وَقْتِ وَتَلَاقُوا اِبَالْبُکَاءِ وَالْحُزْنِ وَاللَّطْمِ وَاَقَامُوْا عَلٰی ذَالِکَ اَیَّامًا ثَلَاثًا[1]

پس اہل بیت اور مدینہ سے آنے والے اصحاب کی باہمی ملاقات یہاں پر جگر خراش انداز اور غم و گریہ میں ہوئی اور تین یوم تک کربلا میں قیام فرمایا۔

سرکار سید الشہداء امامِ حسین رضی اللہ عنہ اور کربلا کے شہیدوں کی قبرِ اطہر سے آخری سلام اور گریہ فرماتے ہوئے اہلِ بیتِ اطہار مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

(۱) حیات الحیٰی ج ۲ ص ۲۰۷، تاریخ کربلا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آلِ رسول ﷺ در مدینۃ الرسول

کربلا سے مدینہ طیبہ کی منازل سفر طے کرتے ہوئے جب قافلہ مدینۃ الرسول ﷺ کے قریب پہنچا تو مدینہ طیبہ کے حسین درودیوار پر نظر پڑی اور:

مَدِیْنَۃ جَدِّنَا لَاتَقْلبِینَا   فَبَاالحَسَرَاتِ وَالْاُحْزَانِ جِئْنَا
اَلَافَاَخْبِرْ رَسُوْلَ اللّٰہَ عَنَّا   بِاَنَاقَد فُجِعْنَا فِیْ اَبِیْنَا
وَان رِجَالنا بِاالطف صَرْعٰی   بَلَّاروُس وَقَدذَبَحُوالبَنِیْنَا
وَاَجُرِجِدَّنَا اَنَا اَسَرْنَا   وَلَبَدالاَسریاَ جَدّاسَبِیْنَا
وَرھَطك یَارَسُوْلَ اللّٰہ اَضْحُوا   عَرَایَا بِالطُفُوْفِ مَبلِینا
وَقد ذَبَحُوالحُسِیْنَ وَلَمْ یَرَاعُوْا   جنَابِك یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْنَا
فَلَوْنَظَرَتْ عَیُوْنَك لَااَسَارٰی   عَلٰی اَقْتَاب الجِمَال مُحَمَّلِیْنَا
رَسُوْلَ اللّٰہِ بَعْدَالصَوْنِ صَارَتْ   عَیُون النَّاس نَاظِرۃً اِلَیْنَا
وَکُنْتَ تَحُوطُنَاثِی قولَتَ   عُیونك ثَارت الاِعْدَاء عَلَیْنَا
اَفَاطِم لَونظرت الی اسَایَا   بِعلتك فِی الْبَلاد مشتتینا
اَفَاطِم لَونظرت الی الْحَیَارٰی   وَلَوابصرت زَیْنَ العَابِدِیْنَا
اَفَاطِمَ لَوراقتنا سَھَارٰی   رمنَ سَھَرَاللَّیالی قد عَمِیْنَا
اَفَاطِم مَالَقِیت مَرعدا.کی   وَلَاتِیْرَاطِ مَمَاقَدْ لقینا
فَلَودَامت حَیوتك لَمْ تَزَالِی   اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃ تُنْدبِیْنَا
وَعرجَ بِاالبَقِیْعَ وَقَفْ وَنَادٰی   ابْنَ حُبیب رَبِّ الْعَالَمِیْنَا
وَقُلْ یَاعم یَاالحَسَن المزکی   عَیال اخِیْك اَضْحواضَا یُعِیْنَا
اَیَاعَمَّاہُ اَنَّ اَبَاك اَضْحٰی   بَعِیدِ اعنك بِاالرَمضادَرَھِینَا
بلاراس تَنُوعَ عَلَیْہ جَھرا   طُیورالوحُوش المُوحِشِیْنَا
وَلَوعَایِنتَ یَامَوْلَاتِی سَاقُوا   حَرِیمًالَایَجِدُوْنَ لَھُمْ مَعِینا
عَلٰی مَتْن الناق بَلَاوَطَاء   وَشَاھدتِ العَیَالَ مَکَشِفنَا
مَدِیْنَۃ جَدِّنَا لَاتُقبلِینَا   فبالاالحسرات والاحزان جئنا
خَرَجنا مِنك بِاَاھْلِیْنَا جَمْعًا   رَجعْنَالَارِجَالَ وَلَابَنِیْنَا
وَکُنَّافِی الخُرُوجَ بِجَمْعَ شَمل   رَجَعنَا خَاسِرِیْنَ مُلبسِینا
وَکُنَّافِی اَمَانَ اللّٰہ جَھْرًا   رَجَعنَابِاالقَطِیعۃ خَائِفِیْنَا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَمَوْلنَا الْحُسَيْنَ لَنَا اَنِيْس — وَجَعنا والحسين به رَهِينا
وَنَحْن الفائعات بِلَا كَفِيْلَ — وَنَحْنِ النَّائحات عَلَى اخينا
ونحن بنات يٰس وَطٰهٰ — وَنَحْن الْبَاكِيَات عَلَى ابينا
وَنَحْن الطاهِرات بِلَاخَفَا — وَنَحْن الصَّارِقُوْنَ النَاصحونا
وَنَحْنَ الصَابِرَاتِ عَلَى الْبَلَايَا — ولم يرعوا جَنَابَ اللهِ فِيْنَا
الْاَيَاجَرِنَا بَلِغت عدانا — مناها واشتفى الاعدا رفينا
لقد هتكوالنساء حملوها — عَلَى الْاَقْتَابِ قهرا اجمعينا
وَزَيْنب اخرجوها من حباها — وَفَاطم وَاٰلِهِ قِبَدى الافِيْنَا
سَكِينَةَ تَشتكِي مِنَ حَرِّجسد — تَنَادِى الْغَوث رَب الْعَالِمِيْنَا
وَزين الْعَابِدِيْنَ بقيد نل — وَلَامواقتلهٗ اَهْلَ الْخَوْفا
فُبعدهم عَلَى الدنيا تراب — فَكَاسَ الْمَوْتَ فِيْهَا قدسقينا
وَهٰذِى قِصَتِى مَعَ شَرَحِ حَالِى — الايا سامعون ابكو عَلَيْنَا

روضۂ رسول اور آلِ رسول:

• جب مدینہ والوں جن میں اصحاب واہلِ بیتِ عظام اور خواتین اور مردوں کو یہ معلوم ہوا کہ آلِ رسول علیہ السلام کا قافلہ آرہا ہے تو وہ سب روتے ہوئے نکل آئے اور ہر طرف بے پناہ ہجوم ہی ہجوم تھا جب آلِ رسول کا یہ قافلہ سیدھا روضۂ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر پہنچا تو سب روضۂ اطہر سے لپٹ گئے اور روتے ہوئے ہدیہ صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدَّا نَانَا عَيْةٌ اِلَيْكَ وَلِدِكَ الْحُسَيْنَ. اے نانا جان ہم آپ کے پاس آپ کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنانے آئے ہیں۔[1] يَاجَدَّاهُ اِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى مِمَّا جَرٰى عَلَيْنَا فَوَاللهِ مَارَأَيْتَ اَقْسٰى مَن يَزِيْدَ وَلَا رَأَيْتَ كَافِرًا وَلَا مُشْرِ كًا اَشَرَّ امِنْهُ۔[2] اے جدِ بزرگوار جو کچھ ہم پر مصائب گزر رہے ہیں آپ کی بارگاہِ اقدس میں ان کی شکایت کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم ہم نے یزید سے بڑھ کر کوئی شقی القلب اور کوئی کافر و مشرک اور شریر نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی درشت خو اور جفا کار دیکھا ہے وہ اپنی چھڑی ان کے دندانِ اقدس پر مارتا تھا۔

اَتَاجِيْكَ يَاجَدَاه يَاخَيْرَ مُرْسَلَ — حَبِيْبُكَ مَقْتُوْلٌ وَنَسْلُكَ ضَائِعٌ
اَحَبَّكَ فَحُرُونا عَلِيْلًا مَوْجُلًا — اَسِيْرًا وَمَالِىْ حَامِى وَامَدَافِعٌ
سَبِيْنَا كَمَا تَبِسى الْاَمَاءِ وَمسنَا — مِنَ الضرمَالَاتحتمله الْاَضَائِعَ
اَبَاجَدِيَا جَدَاه بَعَدَكَ اَظْهَرَتْ — اَمْيَةِ فِيْنَا مَكْرَهَا وَاشْنَائِعَ

الغرض روتے اور اپنی زبانوں سے مصائب کا ذکر کرتے اس حال میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں لیکن زبان سے کوئی جملہ نہیں فرماتی ہیں اور دل پر جو گزر رہی ہوگی یا فرماتی ہوں گی وہ وہی جانتی ہیں۔ پھر سیدہ فاطمہ صغریٰ امام

(۱) حیات الحی ج ۲ ص ۳۷۲ (۲) حیات الحی ج ۲ ص ۳۷۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حسین رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی جو مدینہ طیبہ میں تھیں وہ بھی تشریف لا کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گلے لپٹی رہیں اور روتی رہیں پھر سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا اپنی چھوٹی بہن کو گلے لگایا۔

حضرت امام محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آئے اور سب کو اس حال میں دیکھ کر روتے رہے گویا کہ یہ ایک عجیب منظر تھا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مقدسہ آج سب کچھ اسلام کے نام پر قربان کر کے ان کے روضۂ اطہر پر جمع ہیں۔

آلِ رسول جنت البقیع میں

پھر یہ آلِ رسول جنت البقیع میں سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ساتھ ہی امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی قبرِ اطہر میں حاضر ہوئے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا یہاں ماں کی قبرِ اطہر پر حاضر ہیں لیکن منہ پیٹنا سینہ کوبی کرنا، بال نوچنا یا بین کرنا فطرتِ انسانی کے خلاف کوئی چیز نہ تھی ہاں البتہ تسلیم ورضا کے مجسمے اور صبر ورضا کی پتلی زبان سے ایک لفظ بھی ایسا نہ نکلا جو اس تعلیم کے خلاف ہو یا جس کی تعلیم ان کے نانا پاک علیہ السلام کا مذہب کر رہا ہے۔ حسرت اور بے کسی کی نظروں سے ماں کے مزار کو دیکھتی ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے زبان خاموش تھی مگر شدتِ الم وغم سے دل میں آپ بیتی کہہ رہی تھیں۔

امی جان! مدینہ سے بھرے ہاتھ گئی تھی اور خالی ہاتھ آئی ہوں۔ نانا جان کی امت نے اسلام کے نام پر عون ومحمد چھین لیے۔ ہر روز کا طلوع وغروب ہونے والا آفتاب گواہ ہے۔ مگر کیا خبر تھی کہ زینب رضی اللہ عنہا دیکھتی رہ جائے گی اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا پیارا حسین رضی اللہ عنہ ذبح کر دیا جائے گا۔ امی جان! آپ نے ہم کو بھوکا سلایا اور سائلوں کے پیٹ بھرے آپ کسی جانور کو پیاسا نہ دیکھ سکتی تھیں مگر نانا جان کے خاندان اور ان کے رفقاء اور پیارے حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے بچوں کو اس طرح بغیر قطرہ پانی کے حلال کیا جس طرح کبھی کسی قصائی نے بھی نہ ذبح کیا ہوگا۔ آپ کا سرسبز وشاداب اور لہراتا اور ہرا بھرا باغ قربان ہو گیا چند پھول ننھی کلیاں زینب کا ہی دل جانتا ہے کس مصیبت سے بچا کر لائی۔ اللہ ان کی عمر کو دراز کرے اور مسلمان شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ سے اسلام کے معنی سمجھیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور برادر حسن رضی اللہ عنہ کے مزار اور دیگر مزاراتِ بقیع پر فاتحہ پڑھنے کے بعد آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر آ گئے۔ سیدہ زینب کے شوہر حضرت عبداللہ ابن جعفر نے بچوں کی شہادت کو صبر سے برداشت کرتے ہوئے فرمایا زینب کاش میں بھی حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں ہوتا تو مجھے خوشی ہوتی کہ ان کے نام پر شہید ہو گیا ہوں اگر مجھ کو یہ سعادت نہیں مل سکی تو میرے بیٹوں کو مل چکی ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ جس شریکۃ الحسین سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ ہمشیرہ سید الشہداء شہید کربلا رضی اللہ عنہ کا کئی مقامات پر ذکر مبارک کیا جا چکا ہے اب ان کے خصائل وفضائل پر بھی علیحدہ اجمالی ذکر کیا جائے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۲۶

حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بنتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ولادت

حضرت سیدہ زینب بنتِ علی المرتضیٰ از بطنِ سیدہ فاطمۃ الزہر سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ آپ کی ولادت پانچ جمادی الاولیٰ ۵ھ میں ہوئی۔ (الجواہر ص ۱۵۰)

آپ کا نام آپ کی پیدائش کے کئی روز بعد رکھا گیا۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس بچی کا نام تجویز فرمائیں آپ نے فرمایا کہ ان کا نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رکھیں گے۔ کیا میں ان پر اس معاملہ میں سبقت کر سکتا ہوں کیونکہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں سفر پر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ جب حضور علیہ السلام حسبِ معمول اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے تو آپ نے بچی کو گود میں لیا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس کا نام تجویز فرما دیجئے۔ حضور اقدس علیہ السلام نے پھر ان کا نام زینب رضی اللہ عنہا رکھا۔ اور سینہ سے لگایا اور بچی کے ساتھ پیار فرمایا۔

تعلیم وتربیت

سیدہ کی تعلیم وتربیت کا اندازہ کیا لگایا جا سکتا ہے جن کے نانا جان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جن کے ابا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ماں سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور بھائی حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہوں ایسے ماحول میں پرورش پانے والی شہزادی کی صفات کتنی بلند ہوں گی۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ فراست اور دانشمندی، قرآن وتفسیر، ادب وعلم، کلام پر حاوی تھیں، زہد وتقویٰ، سادگی وپاکیزگی، عبادت وریاضت، استقامت اور استقلال وصداقت اور جرأت اور تواضع ومہمان نوازی اور ایثار وقربانی ان تمام صفات کا سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما میں جمع ہو جانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں پرورش پانے والی فی الحقیقت انہی صفات کی حامل تھیں۔ (الجواہر ص: ۱۵۰)

نبوت کا پیار

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس نواسی زینب کے ساتھ بہت پیار تھا۔ بارہا ایسا ہوا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو سیدہ بچی تھی تو آپ کے اوپر سوار ہو جاتیں اور جب تک وہ خود نہ اترتیں آپ سر سجدہ سے نہ اٹھاتے تا کہ سیدہ کی دل شکنی نہ ہو۔

ایک مرتبہ آپ کو سونے کا ہار کہیں سے تحفہ آیا تو آپ نے فرمایا میں یہ ہار اس کو پہناؤں گا جس سے زیادہ پیار ہے چنانچہ آپ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہار لے کر سیدہ زینب کے پاس آئے اور سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا کے گلے میں پہنا دیا۔ بعض نے کہا ہے کہ انگوٹھی آئی تھی۔ (ایضاً)

جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری حج فرمایا تو ایامِ طفلی زینب کبریٰ آپ کے ساتھ تھیں یہ واقعہ ۱۰ھ کا ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وقتِ رحلت قریب آیا تو آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے بچوں کو لاؤ سیدہ امام حسن رضی اللہ عنہ وامام حسین رضی اللہ عنہ وام کلثوم رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہوگئیں۔ نانا جان کی حالت دیکھ کر بچے رو پڑے آپ اس وقت سخت کرب و بے چینی میں تھے۔ بچوں کو دیکھ کر بڑے بھی رو پڑے۔ سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا۔ سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھایا اور بچی کو اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ شفقت کی نگاہ فرمائی سر پر ہاتھ پھیرا اور ماتھے پر بوسہ دیا۔ (ایضاً)

اخلاقِ فاضلہ

ایک مرتبہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیار فرما رہے تھے تو آپ نے فرمایا یَابُنَیَّۃُ قُوْلِی وَاحِد۔ بیٹی کہو ایک سیدہ نے فرمایا "وَاحِدٌ" پھر فرمایا بیٹی کہو اِثْنَیْنِ "دو۔ آپ خاموش ہوگئیں فرمایا تَکَلَّمِیْ یَاقُرَّۃَ عَیْنِیْ میری آنکھ کی ٹھنڈک بیٹی کہو۔ سیدہ نے عرض کیا۔ یَااَبَتَاہُ مَا اُطِیْقُ اَنْ اَقُوْلَ اِثْنَیْنِ بِلِسَانٍ اَجْرَیْتُہُ بِالْوَاحِدِ۔ ابا جان مجھ میں یہ طاقت نہیں جس زبان سے ایک بار ایک کہہ دیا اس زبان سے اب دو کہوں۔ سیدہ کا یہ شگفتہ و پیارا جواب سن کر آپ خاموش ہوگئے۔ اور مسکراتے ہوئے بیٹی کو سینے سے چمٹا لیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ (ایضاً)

شباہت وشمائل

چہرہ مبارک نورانی اور ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ملتا جلتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے میری اس نواسی زینب رضی اللہ عنہا کی شکل و شباہت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرح ہے۔ آپ کشیدہ قامت تھیں۔ چہرہ مبارک سے رعبِ حیدری اور جلالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آشکار تھے۔ اعضاء مناسبہ آپ کی بزرگی ومہابت پر دال تھے۔ عصمت وحیاء میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مثل اور فصاحت و بلاغت وطرزِ تکلم شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حلم وبردباری میں امامِ حسن کی مثل اور شجاعت واطمینان قلب میں امام الشہداء امامِ حسین کے ہم مثل تھیں۔ (الجواہر، ص: ۱۵۱)

نکاح

آپ کا نکاح مبارک حضرت عبداللہ ابنِ جعفر طیار رضی اللہ عنہ چچا زاد بھائی سے کیا گیا اور مسجد میں آپ کا نکاح ہوا اور رسمِ نکاح نہایت سادگی سے ادا ہوئی اور دوسرے روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعوت ولیمہ کی، جہیز میں کیا دیا گیا؟ اس کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے مطابق دیا ہوگا۔

امورِ خانہ داری

گھریلو کام کاج کھانے پکانے کی سیدہ کو مہارتِ خاصہ تھی۔ شادی سے پہلے گھر کا تمام نظم ونسق سنبھالا ہوا تھا کہ جیسے ہر چیز کا سلیقہ ان میں اعلیٰ طور پر تھا۔ دیکھ کر رشک ہوتا تھا اور شادی کے بعد اپنے گھر کو بھی اسی طرح سنبھالا اور غریبوں بے کسوں کی امداد کرتیں اور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گھریلو خرچ میں کفایت شعاری کرتیں۔حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ زینب رضی اللہ عنہا بہترین گھر والی اور کھانے پکانے میں سیدہ کی طرح اعلیٰ بہترین کھانا تیار فرماتیں تھیں۔

شرم وحیاء

یحییٰ بن مازنی کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر کے جوار میں کافی عرصہ رہا ہوں۔لیکن سیدہ زینب عالیہ رضی اللہ عنہا کو اس مدت میں مَارَأَيْتُ لَهَا شَخْصًا وَلَا سَمِعْتُ لَهَا صَوْتًا۔کبھی ان کا قدوقامت دیکھنے میں آیا نہ کبھی ان کی آواز سنی۔ایک واقعہ یہ بھی آتا ہے کہ بچپن شریف میں تھوڑے سی عمر تھی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا قرآن پاک کی تلاوت فرمارہی تھیں اور استغراق کا عالم یہ تھا کہ سر مبارک سے رداا تر گئی اور مطلقاً خبر نہ ہوئی۔سیدہ فاطمہ الزہرا ثمرۂ نبوت مآب سلام اللہ علیھا نے فرمایا بیٹی سر پر چادر کو کرلو بیٹی گو گھر میں کوئی غیر نہیں لیکن خدا کا مقدس قرآن اور ننگے سر۔ایسی شہزادی کی پھر شرم وحیا کا کیا شان ہوگا جس کی مقدس ماں نے ایسا درس دیا۔(الجواہر)

عظمتِ شوہر

جس سیدہ نے شوہر کی عظمت کا درس خاتونِ جنت جیسی ماں سے سیکھا اس بیٹی زینب نے اپنے شوہر کو کہاں تک خوش رکھنے کی کوشش کی ہوگی آپ نے اپنی پوری زندگی میں شوہر کے احترام اور عظمت اور ان کو خوش رکھنے کی پاسداری فرمائی کسی موقع پر انہیں رنجیدہ نہیں ہونے دیا۔سیدہ کے شوہر حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ مالدار اور اعلیٰ تاجر تھے روپیہ کی کوئی کمی نہ تھی۔لیکن سیدہ نے کبھی بھی ان کی دولت کو اہمیت نہ دی۔بلکہ جو کچھ ملتا وہ بھی غریبوں میں تقسیم فرمادیتیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بھی عادت تھی کہ جو کچھ کماتے سب لوگوں پر خرچ کرتے۔ایک مرتبہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے دیا ہے کہ سب اس کے بندوں پر خرچ کرتا رہوں۔یہی عادت سیدہ کی بھی تھی۔مزاج، تعلقات، طبیعت سب اپنے شوہر کے مطابق تھی۔رہا چھوٹے موٹے معاملات میں میاں بیوی میں معمولی شکر رنجی ہونا تو یہ دوسری چیز ہے سب جگہ ہوتی ہے کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس سے کسی خاص معاملہ میں ان کے درمیان شکر رنجی ہوئی ہو۔سیدہ نے پوری زندگی اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور وہ ہر وقت ان سے خوش رہتے اور انہوں نے بھی پوری زندگی اپنی اس اہلیہ کو خوش رکھنے کی کوشش کی۔زندگی میں شوہر سے جدائی کا ایک پہلا موقعہ یہ آیا کہ جب امامِ حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جانے لگے تو سیدہ نے اپنے شوہر سے کچھ کہنا چاہا وہ یہ کہ مجھے اپنے بھائی کے ساتھ پیار ہے چاہتی ہوں کہ ان کے ساتھ چلی جاؤں نہ کہہ سکیں اور رو پڑیں۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سیدہ کو دیکھ کر خود مغموم ہوگئے اور بار بار رونے کی وجہ دریافت کرتے پر سیدہ نے کہا کہ بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کیساتھ جانے کو ان کی محبت مجبور کرتی ہے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس سے بہت متاثر ہوئے اور فرمایا تم پریشان وغمگین نہ ہو تمہیں اجازت ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ چلی جاؤ۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ نے ایسی بات پر بھی سیدہ کی دل شکنی اس لیے نہ فرمائی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ میری دل شکنی آج تک نہیں ہوئی اور خوش رکھا۔لہٰذا اس بات پر اگر سیدہ خوش ہیں تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جنگِ جمل ۳۶ھ اور صفین ۳۷ھ اور نہروان ۳۸ھ میں ساتھ تھے اور بہت اہم ذمہ داریاں ان کے سپرد تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد جب حسین رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ آگئے تو

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس وقت بھی سیدہ اوران کے شوہران کے ہمراہ آئے ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار تھے۔لیکن سیدہ کا شوہر کے علاوہ زندگی کا بیشتر حصہ مصائب وصدمات میں گذرا۔(الجواہر)

زہد وتقویٰ

دنیا کی زینتوں اورلذتوں اور ساز وسامان اور عیش وعشرت اور مال ودولت، دنیاوی خوشحالی، دنیاوی راحت کوسیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کبھی ترجیح نہ دی۔سب کچھ ہوتے ہوئے آخرت کو ترجیح دی۔یہ وہ خاصۂ عظیم تھا جو کہ نبوت سے وراثت میں آپ کو حاصل ہوا تھا۔شائد ہی ایسی کوئی اور مثال مل سکے۔یہ آپ کے زہد اور تقویٰ کی بے مثل دلیل ہے اکثر عبادت واطاعت میں اپنی زندگی بسر کردی۔آپ کی عبادت واطاعت کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر نمازِ تہجد نہ چھوڑی۔اکثر اوقات سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے یہ میری بہن تہجد گذار ہے اور اے میری بہن میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لیے اس وقت دعا کیا کرو۔ایسی معظمہ، عابدہ، زاہدہ مقدس ہستی تھیں بلکہ امامِ زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حادثۂ کربلا کے خونی منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ اور بعد میں اسیر ہوکر کوفہ آنے اور وہاں قیام کے دوران اور اس کے بعد دمشق جیسے سخت ترین سفر میں بھی۔اِنَّ عَمَّتِیْ زَیْنَبَ تِلْكَ الْمَصَائِبُ وَالْمِحَنُ النَّازِلَةَ بِهَا طَرِيْقَتَهَا اِلَى الشَّامِ نَوَافِلَةِ اللَّيْلَةِ۔میری پھوپھی زینب عالیہ رضی اللہ عنہا نے ان مصائب وشدائد کے باوجود اور جو شام کے سفر میں پیش آئے نمازِ تہجد ترک نہیں کی۔(ایضا)

ایمان وتوکل

سیدہ کے صبر وشکر اور ایمان وتوکل کا پورا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کا عمدہ عملی مظاہرہ پیش فرمایا جب سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مخدراتِ عصمت وطہارت کو اسیر کرکے وہاں سے گزارا گیا جہاں سید الشہداء کی لاشِ مطہرہ مع اعزہ وانصار کی لاشہائے مقدسہ بے گور وکفن تپتی ہوئی ریت پر خاک وخون میں غلطاں پڑی ہوئی تھیں۔اس وقت کوئی بھی یہ حال دیکھتے گھل جاتا۔مگر امامِ رضی اللہ عنہ کی بہن صابرہ نے پورے صبر وثبات اور یقین واعتماد کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دستِ دعا بلند کرکے یوں عرض کیا۔اِلٰهِی تَقَبَّلْ مِنَّا هٰذَا الْقُرْبَانَ۔اے الہٰ العالمین! اپنے دین کے تحفظ کے سلسلہ میں ہماری یہ قربانی قبول فرما۔یہ سیدہ کے قول وفعل اور آپ کے معرفتِ الٰہی اور توکل علی اللہ کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کی بین دلیل ہے اور سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقعۂ کربلا میں اور بعد کے مصائب میں سیدہ نے جس صبر ورضا کا ثبوت دیا اس کی مثال نہیں مل سکتی۔آپ کو اپنے بھائی امامِ حسین رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی اور اس محبت کا حق انہوں نے کربلا اور بعداز کربلا اپنے عملی نمونہ سے پیش کیا ہے اس لیے آپ کو شریکۃ الحسین، عابدہ، صابرہ، زاہدہ، عالمہ، معلمہ بھی کہتے ہیں۔کوفہ میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں آپ کے مکان میں آپ کوفہ کی عورتوں کو قرآن پاک کا درس دیا کرتی تھیں۔

الغرض ایثار اور قربانی اور دانشمندی اور استقامت واستقلال وصداقت وجرأت وتواضع، مہمان نوازی، زہد وتقویٰ، عبادت ودریاضت، اخلاق، سادگی، پاکیزگی ان تمام صفات کا سیدہ میں جمع ہونا ان کے شایانِ شان تھا۔جیسا کہ اس کی کچھ تفصیلات گذشتہ بابوں میں بیان کی جاچکی ہے۔(ایضا)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فرمایا امانت سے خبردار ہو زینب
ہم جاتے ہیں تم قافلہ سالار ہو زینب
یہ دین کی آواز تھی ایماں کی ضرورت
یہ آہ تھی پیغامِ شہیدان کی ضرورت
شبیر کو تھی اس دل سوزاں کی ضرورت
تفسیر ہو جس طرح قرآں کی ضرورت
ایمان کی منہ بولتی تصویر تھی زینب
شبیر کا سر کٹتے ہی شبیر تھی زینب
عجیب کام کیا تونے مرحبا زینب
معین مقصد سلطان کربلا زینب
حسین منزل حق ہیں تو حق نما زینب
سلام بھیجتے ہیں اپنی شہزادی پر
کہ جس کو سونپ گئے چلتے وقت گھر کا سرور
مسافرت نے عجب بے بسی یہ دکھلائی
نثار کردیے بچے نہ بچ سکا بھائی
جو کچھ ہے میرے پاس وہ قربان ہے بھائی
وہ بیٹے ہیں اورایک میری جان ہے بھائی

وصال

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کی تاریخ میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن کثرتِ رائے یہ ہے کہ پندرہ رجب المرجب ۶۲ھ میں اس وقت ہوا جب کہ حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے سفر میں جارہے تھے تو راستہ میں دمشق کے قریب ان کا انتقال ہوگیا اور وہاں ہی آپ کو دفن کیا گیا۔ بعض نے آپ کا انتقال مدینہ منورہ اور بعض نے قاہرہ اور بعض نے دمشق بتایا ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے۔ (ایضاً)

مرقدِ اقدس

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے جس طرح تاریخ وصال میں اختلاف پایا جاتا ہے اسی طرح آپ کے مدفن شریف، مزار میں بھی اختلاف شدید پایا جاتا ہے۔ بعض نے ان کا مدفن مدینہ منورہ در جنت البقیع بیان کیا ہے اور بعض نے قاہرہ (مصر) میں بیان کیا ہے اور اکثر کا اتفاق دمشق کے قریب بمقامِ زینبیہ اس جگہ کا نام پڑگیا ہے وہاں پر آپ کا مزارِ اقدس ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ست زینبیہ یا زینبیہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو دمشق شہر سے چار میل کے فاصلے پر جنوب مغرب کی طرف ہے۔ دمشق سے بسیں یہاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ پختہ سڑک ہے اور سڑک کے دونوں طرف سبزہ ہی سبزہ ہے۔ مقام زینبیہ سے میل سے ہی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا مزارِ اقدس دور سے سبز رنگ کا نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ مزار اقدس کی بیرونی عمارت کے دو دروازے ہیں ایک دروازہ مسجد کی طرف اور دوسرا مزار کے دروازہ کے نزدیک ہے جس پر لکھا ہوا ہے سیدہ زینب کبریٰ بنتِ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا کا نہایت عظیم الشان مزار اقدس ہے آپ کے روضہ کے قریب بائیں جانب زائرین کے لیے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ ایک بلند مینار بھی ہے۔ روضہ کے دروازے پیتل کے بنے ہوئے ہیں اور قبر اوسط درجہ کے چوکور ہال میں ہے فرش سنگِ مرمر کا ہے جس پر قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں۔ قبر کے چاروں طرف چاندی کا خوبصورت کٹہرہ ہے جالی میں چاندی کے موٹے موٹے گولے ہیں۔ جالی کے نیچے ۷۔۸ انچ موٹا تہہ کا بارڈر ہے۔ تابوت کے اوپر چھت میں سونا ہے۔ تابوت شیشہ کے صندوق میں ہے۔ قبر مبارک پر قیمتی کپڑے اور ان پر سونے کا تاج رکھا ہوا ہے۔ روضہ کی چھت میں جڑے ہوئے شیشے چمکتے ہیں۔

بوستانِ آرام گاہ دخترِ شیرِ خدا
سجدہ کن درگاہ نوردیدہ خیران ورا
تا نبور معرفت چشم خرد سازی نبور
توتیائی دیدہ کن ایں خاک پر قدرو امارا

شیخ ابوبکر الموصلی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارہ سال متواتر سیدہ زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ اقدس میں حاضر دی۔ میرا طریقہ یہ تھا کہ جب میں حاضر ہوتا تو روضۂ اطہر کے اندر نہیں جاتا تھا بیرونی حصہ پر قدموں مبارک کے سیدھ میں کھڑا ہو جاتا اور سلام پڑھتا اور واپس آ جاتا۔ یعنی ادب واحترام کے پیشِ نظر اندر جانے کی جرأت نہ کرتا۔ فرماتے ہیں ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ سیدہ زینب مزار اقدس سے باہر نکلیں آپ کی عزت وشان وجلالت ووقار کو دیکھا اور فرمایا۔

زَادَكَ اللّٰهُ اَدَبًا اِنَّ جَدِّىْ وَاَصْحَابَهٗ كَانُوْا يَزُوْرُوْنَ اُمَّ الْاَيْمَنَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔

اے بیٹے اللہ تیرے ادب کو اور زیادہ کرے بے شک میرے نانا جان اور آپ کے اصحاب، ام ایمن جس نے آپ کو پالا تھا اس کی وفات کے بعد زیارت کیا کرتے تھے۔

واضح رہنا چاہیے کہ سیدنا عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے شوہر کا مزار دمشق کے جامع صغیر نامی قبرستان میں ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۲۷

نافرجامِ قاتلانِ امام کا عبرت ناک انجام

یزید کی ہلاکت، سنگباری اور آگ

آخرکار یزید پلید تین برس سات مہینے حکومت کرنے کے بعد پندرہ ربیع الاول شریف ۶۴ھ کو جس روز اس کے حکم سے کعبہ معظمہ کی بے حرمتی کی گئی تھی انتالیس برس کی عمر میں تڑپ تڑپ کر زمین پر ایڑیاں رگڑتا ہوا اور چیخ و پکار کرتا ہوا سسک سسک کر مر گیا۔ اس کے گھر والوں میں سے بھی کوئی اس کے نزدیک نہ ہوا۔

گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق حرمین شریفین کی اہانت کرنے والا نمک کی طرح گھل کر ہلاک ہو گیا۔ حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ نے نداء کی کہ اے لوگو! اہلِ شام آج تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا یہ خبر سنتے ہی وہ لوگ بھی ذلیل و خوار ہو گئے۔ جو کعبۃ اللہ کی بے حرمتی کر رہے تھے اور اہلِ مکہ کو بھی اس کے مرنے سے نجات ملی جو اس کے حکم سے تباہی مچا رہے تھے۔ (الحیات)

دمشق کے پرانے قبرستان باب الصغیر کے کچھ آگے یزید کی قبر کا نشان تھا جس پر آج سے کئی سالوں پہلے لوگ اینٹیں پتھر مارتے تھے اور اکثر اینٹوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا وہاں اب شیشہ، کانچ، لوہا، گلانے کی بھٹی لگی ہوئی ہے اس کارخانہ میں شیشے کے برتن بنائے جاتے ہیں اس لوہے اور کانچ کو گلانے کی آگ والی بھٹی بالکل ٹھیک جس جگہ قبر تھی وہاں بنی ہوئی ہے۔ گویا یزید کی قبر پر ہر وقت آگ جلتی رہتی ہے۔ (تاریخ کربلا)

نہ وہ یزید کی جفا رہی نہ وہ عبید کا ستم رہا
رہا تو نامِ حسین زندہ جسے رکھتی ہے کربلا

مختار بن ابوعبیدہ ثقفی

مختار قبیلہ ثقیف کا فرد تھا اور طائف کا باشندہ تھا یہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا تھا۔ جن کا شمار سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ہوتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے مختار بن ابوعبیدہ۔ مختار بن ابوعبیدہ نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی اور اس کا شمار کوفہ کے رؤسا میں ہوتا تھا جیسا کہ سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ پہنچنے پر سب سے پہلے آپ اسی مختار کے گھر قیام پذیر ہوئے۔

جب کوفہ کے حالات خراب ہو گئے تو مختار نے کوفہ کی سکونت ترک کر دی۔ تو وہ کوفہ کے باہر اپنی ملکیتی بستی جس کا نام تغا ہے وہاں چلا گیا۔ جہاں اس کی جائیداد اور باغات وغیرہ ذاتی ملکیت تھے وہاں رہائش اختیار کر لی۔ پھر سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حضرت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہانی بن عروہ کے ہاں قیام فرمایا۔ جنہوں نے اپنے جلیل مہمان کی خاطر اپنی جان قربان کردی تھی۔

جب عبیداللہ ابن زیاد نے ان عظیم شخصیتوں کو گرفتار کر کے شہید کرڈالا تو اس دوران ہی اس نے مختار بن ابوعبیدہ کو تغابستی سے گرفتار کر کے قید کردیا کیونکہ اسے شبہ تھا کہ یہ بھی آلِ رسول ﷺ کا محب ہوگا۔ جبھی اس نے امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔ ان خطرات کی بناء پر پھر یہ مختار قید میں رہا۔ یہاں تک کہ واقعۂ کربلا کے بعد تادیر اس کو عبیداللہ ابن زیاد نے قید میں ہی رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے لے کر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ اور اس کے بعد تک مختار کا کہیں نام نہیں ملتا۔ اب جب یزید کو شہادتِ امام کے بعد اپنی حکومت کا خطرہ پڑا تو ان دنوں موقعہ پر کسی طریقہ سے مختار بن ابوعبیدہ ثقفی نے حضرت عبداللہ ابن عمر جن کے ہاں مختار کی حقیقی بہن صفیہ تھی ان کو خط بھجوایا کہ مجھے قید سے رہائی دلائی جائے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خبر پاتے ہی یزید پلید کو لکھا کہ تمہارے کوفہ کے حاکم عبیداللہ ابن زیاد نے مختار کو گرفتار کر رکھا ہے اس کو بہتر ہے کہ فوری طور پر رہا کرو۔ یزید کو جب یہ پیغام ملا تو اس نے مصلحتاً یعنے اپنی سلطنت پر مزید خطرات سے بچنے کے لیے عبیداللہ ابن زیاد کو حکم دیا کہ وہ فی الفور مختار کو رہا کردے۔ چنانچہ یزید کا حکم پاتے ہی چند ہدایات جاری کر کے رہا کردیا گیا۔ (حیات)

مختار بن ابوعبیدہ کا دورِ حکومت

یزید پلید کی ہلاکت کے بعد حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ مگر شام کے لوگوں نے مرگِ یزید کے بعد یزید کے بیٹے معاویہ ابن یزید کی بیعت کرلی مگر اس نے خلع بیعت کرلیا اور تین ماہ چالیس روز کے بعد وفات پائی۔ اس کی عمر اکیس سال اٹھارہ دن تھی۔ اس کے مرنے کے بعد اہلِ مصر و شام نے بھی حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو مصر و شام پر قبضہ حاصل ہوا اور ۶۵ھ میں وفات پائی۔ پھر اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک اس کا قائمقام ہوا اور عبدالملک کے عہد میں مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کوفہ کا حاکم ہوا۔

مختار کی مدح وقدح پر اختلاف

اگرچہ مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے اس کی تعریف میں اور بعض نے اس کی مخالفت میں بیان دیے ہیں لیکن جہاں تک حقیقت کے اعتراف کا تعلق ہے وہ قدح کرنے والوں کے نزدیک بھی یہ مانا گیا ہے بلکہ لکھا گیا ہے کہ مختار سے قدرتِ کاملہ نے جو کام قاتلانِ امام اور واقعۂ کربلا کے ظلم وستم کا انتقام اس سے جو لینا تھا وہ مختار کے ذریعے سے لیا۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ شانِ خداوندی ہے کہ وہ بے مایہ ذروں سے آفتاب کا کام لیتا ہے۔ چنانچہ مولیٰ تعالیٰ نے اس مختار کو کوفہ کا حاکم بنایا اور اس کے ہاتھوں سے ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا۔ (حیات)

کربلا کا انتقام

یزید اور عبیداللہ ابنِ زیاد اور عمرو ابن سعد کے دماغوں میں جہانگیر سلطنت کے نقشے کھنچے ہوئے تھے دنیا پرستاران سیاہ باطن اور مغروران تاریک دل کیا امیدیں باندھ رہے تھے اور سرکار سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ان دشمنانِ حق کو کیسی توقعات تھیں۔ لشکریوں کو گراں قدر انعامات کے وعدے دیے گئے۔ سرداروں کو عہدے اور حکومت کا لالچ دیا گیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ فقط

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سرکار امام کا ہی وجود ہمارے لیے عیش و دنیا سے مانع ہے۔ یہ نہ ہوں تو تمام کرۂ زمین پر یزیدیوں کی سلطنت ہو جائے اور ہزاروں برس کے لیے ان کی حکومت کا جھنڈا گڑ جائے۔

مگر ظلم کے انجام اور قہر الٰہی کی تباہ کن بجلیوں اور درد رسیدگان آلِ نبوت کی جہاں برہم کن آہوں کی تاثیرات سے بے خبر تھے۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ خونِ شہدائے کربلا رنگ لائے گا اور سلطنتوں کے پرزے اڑ جائیں گے اور ایک ایک شخص جو قتلِ امام میں شریک ہوا طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوگا۔

ظالموں کی قوم ہوگی۔ مختار کے گھوڑے ان کو روندتے ہوں گے۔ ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے۔ سولیاں دی جائیں گی۔ لاشیں سڑیں گی۔ دنیا میں ہر شخص تف تف کرے گا۔ ان کی ہلاکت پر خوشیاں منائی جائیں گی دل چھوڑ کر ہجڑوں کی طرح بھاگیں گے اور چوہوں اور کتوں کی طرح انہیں جان بچانی مشکل ہوگی۔ جہاں کہیں پائے جائیں گے مار دیے جائیں گے۔ دنیا میں قیامت تک ان پر نفرت و ملامت کی جائے گی۔

اب وعدۂ خداوندی ظاہر ہو گیا۔ **وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ**۔ ظالموں نے جیسا ظلم کیا قریب ہے کہ ان پر پلٹے گا۔ مختار نے عہدۂ سلطنت سنبھالتے ہی اعلانِ عام کر دیا کہ جن لعنتیوں نے نواسۂ سید الابرار سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد اور عزیز و اقارب اور رفقاء و احباب پر کربلا میں ظلم کیے ہیں اور ان کو بیدردی کے ساتھ شہید کیا ہے۔ اب وہ اس کی سزا کے لیے تیار ہو جائیں اور حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ جو وعدہ ہے کہ خونِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے ستر ہزار شقی مارے جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اب ان میں کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔ (حیات)

قاتلانِ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے گھروں کا ڈھایا جانا اور قتل کرنا

مختار نے پولیس کا سربراہ افسر عبداللہ بن کامل شاکری مقرر کیا اور فوج کا سربراہی افسر ابو عمرہ مقرر کیا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ مکانوں کے گرانے کے تمام آلات جمع کر لیے جائیں۔ چنانچہ جب تمام سامانِ مکانات ڈھانے والا جمع کر لیا گیا تو حکم دیا کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاتلان کو چن چن کر ان کے گھروں کو ڈھایا جائے اور ساتھ ہی ان افراد کو قتل بھی کر دیا جو کہ کربلا میں ظلم و ستم میں شریک تھے۔

چنانچہ پولیس و فوج کے آدمیوں نے ایسے تمام افراد کے گھروں کو گرا دیا اور ان افراد کو قتل کر ڈالا جو سرکار امام رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے پھر ان کی لاشوں کو جلا دیا گیا۔

راہِ فرار اختیار کرنے والوں کا تعاقب کر کے مارا جانا

جب مختار کے اس حکم پر عمل شروع ہوا تو کئی ملعون کوفہ سے باہر ادھر ادھر شہروں میں بھاگنے شروع ہو گئے۔ جب مختار کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے پولیس اور فوج کو حکم دیا کہ ہر طرف ناکہ بندی کر لو اور بھاگنے والوں کا پیچھا کر کے ان کو جہاں کہیں پاؤ مار ڈالو۔ چنانچہ جب ایسے لوگوں کا تعاقب کیا گیا تو ان کو جہاں کہیں دور دراز چلے گئے پا کر مار ڈالا گیا جن کی تعداد سینکڑوں تھی۔ (ایضاً)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یزیدی فوج کے وہ افراد جن کو ٹکڑے کر کے آگ لگادی

مختار نے ایک حکم خاص دے رکھا تھا جن میں صرف وہ اشخاص تھے جو یزیدی فوج کے افسر اور خاص ظلم وستم کرنے میں کربلا میں آگے تھے ان ناموں کی فہرست کے مطابق ان سب کو گرفتار کیا گیا اور مختار کے پاس پیش کئے گئے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مالک ابن نسر و بسر جہنی جس نے سرکار امام کے سرِ اقدس پر تلوار کا وار اس وقت کیا جب آپ زخموں سے چور زمین پر گرے تھے اور اٹھنا چاہتے تھے کہ اٹھا نہ جاتا تھا کہ اچانک اوپر سے اسی ملعون نے بھرپور وار کیا کہ امام کا سر مبارک شگافتہ ہوگیا۔ اس کو گرفتار کیا گیا۔

۲۔ حرملہ ابن کامل اسدی۔ یہ وہ ملعون تھا جس نے شہزادہ علی اصغر رضی اللہ عنہ امام رضی اللہ عنہ کے طفلِ شیر خوار کو پانی کا قطرہ دینے کی بجائے اس زور سے تیر مارا کہ شہزادہ نے تڑپ تڑپ کر آغوش میں جان دے دی۔ اس کو گرفتار کیا گیا۔

۳۔ حکیم بن طفیل یہ وہ ہے جس نے سرکار امام کی پیشانیٔ اقدس پر اس قدر زور سے تیر مارا کہ آپ کا سرِ اقدس چکرا گیا اور غیبی آواز آئی۔ ظالمو! کس پیشانی پر تیر مارا ہے۔ مَسَحَ النَّبِیُّ جَبِیْنَہٗ جس پیشانی کو سرورِ کون ومکان نے بوسہ دیا ہے اس ملعون کو گرفتار کر کے لایا گیا۔

۴۔ خولی بن یزید اصبحی۔ یہ وہی ملعون ہے جس نے سرکار امام کے سرِ اقدس کو نیزہ کی نوک پر چڑھایا۔ اور کوفہ کے بازاروں میں پھرایا۔ ایسی توہین وبےحرمتی کرنے والے کو گرفتار کر کے لایا گیا۔

۵۔ عمرو بن الحجاج زبیدی۔ یہ وہ ملعون تھا جو نہرِ فرات پر آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانی کی ایک بوند نہ لینے پر متعین افسر تھا اور ناکہ بندی کر رکھی ہوئی تھی اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ لینے دیا اس کو بھی گرفتار کر کے لایا گیا۔

۶۔ شمر ذی الجوشن منحوس۔ یہ وہ ملعون ہے جس نے سرکار امام عالی رضی اللہ عنہ مقام کو زخموں کی حالت میں چور چور پا کر کربلا کے میدان میں سرِ اقدس کو تنِ اقدس سے جدا کیا اس کو بھی گرفتار کر کے لایا گیا۔

۷۔ بجدل بن سلیم کلبی۔ یہ وہ ملعون ہے جس نے سرکار امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی چاندی کی انگوٹھی اتار لی۔ کہا جاتا ہے کہ سرکار امام رضی اللہ عنہ کی انگلی مبارک بھی ساتھ قلم کر دی تھی۔ اس کو بھی پکڑ کر لایا گیا۔

۸۔ زید بن وقاد۔ یہ وہ ملعون ہے جس نے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی نفوسِ مقدسہ پر حملے کیے تھے اس کو بھی گرفتار کر کے لایا گیا۔

۹۔ عمرو بن صبیح صدائی (میداوی) اس ملعون نے بھی بڑھ چڑھ کر آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفوسِ عالیہ پر حملے کیے۔

۱۰۔ قیس بن اشعث۔ وہ ملعون ہے جس نے سرکار امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے کندھے مبارک کی چادرِ اقدس کو اتار لیا تھا اس کو گرفتار کر کے لایا گیا۔

۱۱۔ سنان بن انس نخعی یہ وہ شقی ازلی ہے جس نے سرکار امام رضی اللہ عنہ کو کربلا میں جب تیروں سے چھلنی گھوڑے پر سوار تھے اور بدنِ اقدس خون سے نہا رہا تھا تو آپ کی کمر مبارک پر اس قدر زور سے تیر مارا کہ شہزادۂ کونین گر پڑے۔

۱۲۔ نصر بن خرشہ۔ ۱۳۔ عثمان بن خالد۔ ۱۴۔ بشیر بن حوط۔

۱۵۔ عبداللہ بن صلحت۔ ۱۶۔ عبدالرحمٰن بن صلحت۔ ۱۷۔ مرہ بن منقذ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۸۔ محمد ابن اشعث ۔	۱۹۔ عبداللہ بن عروہ خشعی ۔	۲۰۔ عبداللہ بن عتبہ غنوی ۔
۲۱۔ شبث بن ربعی ۔	۲۲۔ اسماء بن خارغیقر اری ۔	۲۳۔ اسحاق بن حیوٰۃ ۔
۲۴۔ اخنس بن مرثد ۔	۲۵۔ رجاد بن منقد عبدی ۔	۲۶۔ سالم بن خثیمہ
۲۷۔ واحظ بن فاعم ۔	۲۸۔ صالح بن وہب ۔	۲۹۔ ہانی بن شبیت ۔
۳۰۔ اسید بن مالک ۔		

ان میں اسحاق بن حیوٰۃ ملعون سے ہانی بن شبیت تک اور دو افراد سابقہ کل دس آدمی وہ ہیں جنہوں نے سرکار امام کی شہادتِ عظمٰی کے بعد آپ کی لاشِ مقدس پر گھوڑوں کو دوڑا کر پامال کیا۔ یہ سب گرفتار کر کے مختار کے پاس لائے گئے۔

یہ تھے وہ تیس افراد جن کا بمعہ ناموں کے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ دو سو بیس افراد ایسے تھے یعنے کل اڑھائی سو افراد وہ یزیدی جنہوں نے عبیداللہ ابن زیاد کے ساتھ مل کر کربلا میں ظلم و ستم کیا تھا ان سب کو برِ سرِ عام کوفہ دارالامارت کے باہر لٹکایا گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور سسکا سسکا کر ان کے ٹکڑے کیے گئے۔ سر علیحدہ کر دیے گئے اور تمام نجس لاشوں کے ٹکڑے کر کے زمین پر گرا دیا گیا اور پھر مختار نے ان ٹکڑوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا اور ان کی ہڈیاں گوشت پسلیاں سب چکنا چور کر دیں۔ اس کے بعد تمام لاشوں پر تیل گرا کر اور لکڑیاں ڈال کر آگ لگادی۔ اس ذلت و رسوائی کے ساتھ مارے گئے۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ۔ پھر ان سب ظالمان ستم شعار مغرور ان نابکار کے نجس سروں کو دشت بدشت پھرایا اور دنیا میں کوئی ان کی بے کسی پر افسوس کرنے والا نہیں۔ ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظرِ حقارت سے ان کے ذلیل ہو کر مرنے کے بعد بھی خوش ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے مختار کے اس کارنامے پر اظہارِ فرح اور دشمنانِ امام سے بدلہ لینے پر مبارکباد دی۔ (سوانح کربلا)

کربلا میں یزیدی فوج جس کی تعداد تیس ہزار تھی اس کی کمان عمرو ابن سعد کے ہاتھ تھی اور اس کو یزیدی حکومت نے رے کی حکومت دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ مختار نے اس کے بیٹے حفص کو بلوایا اور کہا تیرا باپ کہاں ہے۔ کہنے لگا وہ خلوت نشین ہے یعنے باہر آتا جاتا نہیں ہے۔ مختار نے کہا اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے جس کی چاہت میں فرزندِ رسول، ابنِ بتول سے بیوفائی کی تھی۔ اب خلوت نشین کیوں ہوا اس وقت کیوں نہ خلوت نشین ہوا۔ مختار کو کچھ جواب نہ دے سکا۔ پھر مختار نے اس کو گھر سے بلوالیا اور کہا ظالم کہاں ملک رے کی حکومت جس کے لالچ میں تو نے کربلا میں ظلم و ستم کیا۔ عمرو ابن سعد کچھ جواب نہ دے سکا اور اپنی جان بچانے کے لیے ہر ممکن مختار سے واسطے ڈالے لیکن مختار نے کہا ظالم جب نواسۂ رسول ﷺ نے تجھ سے بار بار بات چیت کی تو اس وقت تو نے کوئی امن کی بات نہ مانی اور کہتا تھا میں مجبور ہوں۔ آج میں بھی خدا کے حکم پر انتقام لے رہا ہوں میں بھی مجبور ہوں تمہیں بھی نہیں چھوڑا جائے گا۔ (سوانح کربلا)

مختار نے حکم دیا کہ جس طرح ظالم نے امام کے جوان بیٹے علی اکبر رضی اللہ عنہ شہید کئے تھے اس کے سامنے پہلے اس کے بیٹے حفص کو مارا جائے۔ حکم ملنے پر حفص کو دو ٹکڑے کر دیا گیا اس کے بعد حکم دیا کہ عمرو ابن سعد کی گردن اڑا دو۔ حکم ملنے پر اس کی گردن اڑا دی گئی۔ مختار نے پھر حکم دیا کہ ان کٹے ٹکڑے کر کے آگ لگا دو۔ چنانچہ ان کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ۔ اور سر علیحدہ رکھوا دیے گئے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مختار کے لشکر کی ابنِ زیادی لشکر سے موصل پر جنگ ابراہیم ابن الاشتر کی فتح اور ابن زیاد کی ہلاکت

مختار نے ابراہیم ابن الاشتر کو بیس ہزار کا لشکر دے کر کہا کہ عبیداللہ ابن زیاد جو موصل میں تیس ہزار مسلح لشکر کے ساتھ قیام پذیر ہے اس کے ساتھ جنگ کرو اور اس کے ساتھیوں کو مار ڈالو اور ابنِ زیاد کو مارنے کے بعد اس کا سر میرے پاس کوفہ دارالامارت لایا جائے۔ اس کا حکم ملنا تھا کہ ابراہیم ابن الاشتر نے اپنے لشکر کو لے کر منازلِ سفر طے کر کے شام کو موصل سے پانچ فرسخ اس طرف نہر فرات پر پہنچ کر اپنا لشکر گاہ قرار دیا اور ساری رات ابراہیم ابن الاشتر سوئے تک نہیں بلکہ لشکر کی تیاری میں رہے۔ دوسری طرف عبیداللہ ابن زیاد کا لشکر تھا صبح کی نماز کے بعد دونوں طرف سے شدید گھمسان کی جنگ ہوئی۔ طرفین سے تیروں وتلواروں ونیزوں کی بارش شروع ہوئی۔ لوہے سے لوہے ٹکرانے کی وجہ سے اس قدر شور وغل بلند ہوا کہ میدانِ جنگ لوہاروں کا بازار معلوم ہونے لگا۔ تلواروں سے تلواریں ٹکرائیں اور چنگاریاں ہی نظر آنے لگیں۔ میدانِ جنگ ایک تاریکی میں نظر آنے لگا۔

اسی اثناء میں نمازِ ظہر کا وقت آیا تو ابراہیم ابن الاشتر نے حکم دیا کہ میرے لشکری نماز کی تیاری کریں۔ غبارِ جنگ اٹھا اور نمازِ ظہر ابراہیم ابن الاشتر نے بمعہ ساتھیوں کے ادا کی۔ دیکھا گیا کہ طرفین سے سینکڑوں افراد مارے گئے۔ اسی اثناء میں دوبارہ جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ دیکھا گیا کہ ابنِ زیاد کے لشکر والے بھاگنے شروع ہو گئے۔ اتنے میں ابراہیم ابن الاشتر کے لشکر نے تعاقب کیا اب دوسری طرف نہر تھی اور یہ شامی اگر پیچھے ہٹتے تو مارے جاتے اور آگے بڑھتے تو ڈوبتے۔ اتنے اس طرح مرے نہیں تھے جتنے نہر میں ڈوب کر گر گر کر مرتے رہے۔ اس تعاقب میں شامیوں کا بڑا جرنیل شرحبیل بن ذراالکلاح بھی مارا گیا۔ جب ابراہیم ابن الاشتر کو اللہ تعالیٰ نے فتح وغلبہ دیا۔ اور جنگ موقوف ہوگئی تو ابراہیم ابن الاشتر نے کہا کہ میں نے ایک ایسا آدمی مارا ہے جو نہر کے کنارے مرا پڑا ہے اس کی ٹانگیں مغرب کی طرف ہیں۔ اور اوپر کئی خول ڈال رکھے تھے۔ میرا اندازہ ہوا کہ یہی ابن زیاد ہے۔ اب تم اس جگہ جا کر دیکھو۔ اگر وہی ہے تو بتاؤ۔ ورنہ اس کی تلاش کرو کہ وہ کہاں پر مرا پڑا ہے اس کے نجس سر کو مختار کے پاس بھیجنا ہے۔

چنانچہ تلاش کے بعد اس جگہ پر لشکری گئے۔ تو پہچانا اور جانا گیا کہ ہاں یہی عبیداللہ ابنِ زیاد مرا پڑا ہے۔ ابراہیم ابن الاشتر آئے اور انہوں نے تلوار مار کر سر علیحدہ کیا اور باقی لاشِ نجس کو آگ لگانے کا حکم دیا۔

عبیداللہ ابنِ زیاد اور اس کے دو ساتھیوں کے مختار کی عدالت کوفہ دارالامارت میں شقی ازلی ظالم کے نجس سر

اب ابراہیم ابن الاشتر نے عبیداللہ ابن زیاد ملعون کا نجس سر حصین ابن نمیر کا نجس سر اور شرحبیل ابن ذراالکلاح کا نجس سر ایک بوری میں ڈالے اور کوفہ دارالامارت مختار کی عدالت میں پیش کر دیے۔ مختار نے جب ابن زیاد کا نجس معلون سر دیکھا تو جوتے مارے۔ جب ان سروں کو اسی جگہ رکھا گیا جہاں آج سے چھ سال قبل عبیداللہ ابن زیاد کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور سرِ اقدس امام رکھا گیا تھا اور آج مختار کرسی عدالت پر بیٹھا ہوا ہے اور اس ملعون کا سر نجس پڑا ہوا ہے۔ مختار نے کہا اس نے امام کے ہونٹوں مبارک پر چھڑی مار کر گستاخی کی تھی اور آج میں اس ملعون پر جوتے مار رہا ہوں۔

اس کے بعد مختار نے حکم دیا کہ آج ظالم نابکار شقی ازلی ملعون ابن زیاد کے نجس سر کا تماشا دیکھو۔ جونہی لوگوں کے کانوں میں اس کی خبر ہوئی۔ تو لوگ خوشیوں کے ساتھ دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے کہ آج مغرور فرعون ظالم کی ہلاکت کا جشن منایا جا رہا ہے۔ اور ذلت اور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رسوائی کے ساتھ اس کا نجس سر پڑا ہوا ہے۔

قدرتِ خداوندی سے ظالم سروں پر اژدھا کا مسلط ہونا

اسی اثناء میں عمارہ ابن عمیر بیان کرتے ہیں:

لَمَّا جِیْئَ بِرَأْسِ عُبَیْدِاللّٰهِ ابْنِ زِیَادٍ وَ اَصْحَابِهٖ نُضِّدَتْ رُؤُسُهُمْ فِیْ رَحْبَةِ دَارَالْاَمَارَةِ فَانْتَهَیْتُ اِلَیْهِمْ وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ قَدْ جَاءَتْ فَاِذَا حَیَّةٌ قَدْ جَاءَتْ فَجَعَلَتْ تَخَلَّلُ الرُّؤُسَ حَتّٰی دَخَلَتْ فِیْ مَنْخَرِ عُبَیْدَاللّٰهِ ابْنِ زِیَادٍ ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ ثُمَّ عَادَ فَدَخَلَتْ فِیْهِ وفَعَلَتْ ذَالِكَ مَرَّتَیْنِ اَوْثَلٰثًا۔ (کشوری ج ۲ ص ۱۵۰)

کہ جب عبید اللہ ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر رکھے گئے اور میں اس وقت ان لوگوں کے پاس موجود تھا جب کہ وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ وہ آ گیا آ گیا اتنے میں ایک اژدھا نے آ کر ان سروں میں گھسنا شروع کر دیا اور عبید اللہ ابن زیاد کے نتھنے میں گھستا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر آ جاتا۔

اس واقعہ کو امام ترمذی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی صحیح سند میں بیان فرمایا ہے اور تین دن تک لوگ متواتر یہ منظر دیکھتے رہے اور تف تف کرتے رہے۔ آج کوئی بھی اس ملعون پر اظہار افسوس کرنے والا نہیں۔

سانپ کا عبید اللہ ابنِ زیاد کے نتھنوں سے گزر کر منہ سے نکلنا

علاوہ ازیں صاحب البدایہ والنہایہ جو ان کے نزدیک بھی مستند کتاب ہے نے ظالم کے نتھنوں اور منہ میں گزرنے کی تصدیق کی ہے اور علامہ عینی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ ظالم فاسق کے مرنے کے بعد پروردگارِ عالم نے اپنے قہر و غضب کی نشانی ظاہر کی۔

ثُمَّ اَنَّ اللّٰهَ جَازٰی هٰذَا الْفَاسِقَ الظَّالِمَ عُبَیْدَاللّٰهِ ابْنَ زِیَادٍ بِاَنْ جَعَلَ قَتْلَهٗ عَلٰی یَدَیْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ اشْتَرٍ یَوْمَ السَّبْتِ الثَّمَانِ بَقِیْنَ من ذِی الْحِجَّة سَنَةِ سِتٍّ وَسِتِّیْن عَلٰی اَرْضٍ یُقَالُ لَهَا الْجَازَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ الْمَوْصِلَ خَمْسَةُ فَرَاسِخ وَكَانَ الْمُخْتَارُ بن عُبَیْدَةِ الثَّقَفِیْ اَرسلهٗ لِقِتَالِ ابْنِ زِیَادَ وَلَمَّا قُتِلَ ابْنِ زِیادجِی بِرَاسِهٖ وَبِرُؤُسِ اَصْحَابِهٖ وَطُرِحَتْ بَیْنَ یَدَیِ الْمُخْتَارِ وَجَائَتْ حَیَّةٌ دَقِیقه تَخَلَّلَتِ الرُّؤُسَ حَتّٰی دَخَلَتْ فِیْ فَمِ ابْنِ مَرجَانَةَ وَهُوَابْنُ زیاد وَخَرَجَتْ مِنْ فِیْهِ وَجَعَلَتْ تَدْخُلُ وَتَخْرُجُ مِنْ رَاسِهٖ بَیْنَ الرُّؤُسِ ثُمَّ انِ الْمُخْتَارِ بَعَثَ بِرَاسِ ابْنِ زیاد بِرُؤُسِ الَّذِیْنَ قَتَلُوامَعَهٗ اِلٰی محمد بِنْ حَنِفِیَّةَ وَقِیْلِ اِلٰی عَبْدِاللّٰهِ ابْن زُبَیْرَ فَنَصَبَهَا بِمَكَّة

پھر اللہ تعالیٰ نے فاسق ظالم عبید اللہ ابن زیاد کو بدلہ یہ دیا کہ اس کا قتل ابراھیم ابن الاشتر کے ہاتھ شنبہ کے دن ۸ ذی الحجہ ۶۶ھ کو اس سرزمین پر کرایا جسے جازر کہا جاتا ہے اور اس میں اور موصل میں پانچ میل کا فاصلہ ہے جس کا واقعہ یہ ہوا کہ مختار بن عبیدہ ثقفی نے اسے ابن زیاد سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور جب ابن زیاد قتل ہو گیا تو اس کا سر اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے۔ اور مختار کے سامنے (دار الامارت کوفہ) میں لائے گئے تو ایک اژدھا پتلا آیا۔ جوان سروں کو چھانٹ کر ابن مرجانہ (عبید اللہ ابن زیاد) کے منہ میں گھسا اور اس کے ناک کے نتھنوں سے نکلا اور پھر ناک کے نتھنوں سے گھستا ہوا منہ سے نکلا اور وہ یہی کرتا رہا کہ ان سب سروں میں سے صرف ابن زیاد کے سر میں گھستا ہے اور نکلتا ہے پھر مختار نے ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَاَحْرَقَ ابْنَ الْاشتر جثة ابْنَ زِيَادٍ وَجثة الْبَاقِيْنَ.

(عینی ج ۷ ص ۶۵۷، البدایہ ج ۸ ص ۱۹۱)

محمد ابن الحنفیہ اور کہا گیا ہے کہ ابن عبداللہ ابن زبیر کے پاس بھیجا تو وہ مکہ معظمہ میں لٹکائے گئے اور ابن الاشتر نے ابنِ زیاد کی لاش اور باقی لاشوں کو جلا دیا۔

اس واقعہ مذکورہ کو حسن وصحیح کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ظالم پر مرنے کے بعد اس اژدھا کو مسلط کیا جو اس کے نتھنوں سے گھس کر منہ سے نکلا اور منہ سے گھس کر نتھنوں سے نکلا۔ یہ عذاب وہ تھا جو مجرمین کے لیے بعدِ موت ہے۔ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی اہانت کرنے کی سزا و ذلت خدائے ذوالجلال نے دنیا میں لوگوں کے سامنے رکھ دی۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس نجس سروں کی پیشی

عبیداللہ ابنِ زیاد اور عمرو ابن سعد اور شرحبیل بن ذی الکلاع اور حصین بن نمیر کے نجس سروں کو حضرت محمد ابن الحنفیہ ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور پھر سیدنا امامِ زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں بھجوایا گیا۔ جب ان پلید سروں کو دیکھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ ظالموں کے حق میں پورا کر کے دنیا والوں کو دکھا دیا ہے کہ ظالموں نے جو ظلم کربلا میں کیا تھا اس کا انتقام پروردگارِ عالم نے لے لیا ہے لیکن ابھی آخرت میں ان کی سزا باقی ہے۔ گویا دنیا و آخرت ان ظالموں کے تباہ ہو گئے۔

پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی کیا سزا
دیکھیں گے وہ جہنم میں جس دم سزا ملی

جو ظالم قتل ہونے سے بچ گئے وہ عجیب آفات و بلیات میں مبتلا ہو کر مر گئے ان سزاؤں کا بیان

یہاں تک کہ علامہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں نقل فرمایا۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ الْاَسَدِيُّ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ يُبَشِّرُ النَّاسَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ قريته اَعْمٰى وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَتْنِيْ جَدَّتِيْ اُمُّ اَبِيْ قَالَتْ شَهِدَ رَجُلَانِ مِنْ جُعْفَيْنِ قَتْلَ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَتْ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَطَالَ ذَكَرُهُ حَتّٰى كَانَ يَلُفُّهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَسْتَقْبِلُ الرَّوِيَةَ بِفِيْهِ حَتّٰى يَاْتِيَ عَلٰى اٰخِرِهَا وَفِيْ قِصَّةٍ عَنِ السُّدِّيِّ فَقُلْنَا مَا شَرَكَ فِيْ قَتْلِهِ اَحَدٌ اِلَّا مَاتَ سُوْءَ مَنِيَّةٍ فَقَالَ مَا كَذَبَكُمْ يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ فَاَنَا مِمَّنْ شَرَكَ فِيْ ذٰلِكَ فَكَمْ يَبْرَحْ حَتّٰى وَجَاءَ

محمد بن صلت اسیدی نے ربیع بن منذر ثوری اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آ کر لوگوں کو امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشخبری دی اور وہ اندھا ہو گیا جس کو دوسرا آدمی کھینچ کر لے گیا۔ ابن عیینہ کا بیان ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہا کہ قبیلہ جعفین کے دو آدمی جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔ جن میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہو گئی کہ وہ مجبوراً اس کو لپیٹتا تھا اور دوسرے آدمی کو سخت استسقاء ہو گیا کہ وہ پانی کی بھری ہوئی مشک کو منہ سے لگا لیتا اور پانی کی آخری بوند تک چوس جاتا۔ سدی ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جگہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اَلْمِصْبَاحُ وَهُوَيَتَّقِدُ خَفِضَ فَذَهَبَ يَخْرِجُ الْفَتْلَةَ بِإِصْبِعِهٖ فَأَخَذَتِ النَّارُ فِيْهَا فَذَهَبَ يُطْفِئُهَا بِرِيقِهٖ فَأَخَذَتِ النَّارُ فِي لِحْيَتِهٖ فَعَدَا فَأَلْقٰى نَفْسَه فِي الْمَاءِ فَرَأَيْتُهٗ حُمَمَةً۔ (تھذیب التھذیب)

مہمان گیا کہ جہاں قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہو رہا تھا میں نے کہا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں جو شریک ہوا وہ بری موت مرا۔ جس پر گفتگو کرنے والے نے کہا۔ اے عراقیو! تم جھوٹے ہو مجھے دیکھو کہ میں قتلِ حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھا۔ لیکن اب تک بری موت سے محفوظ ہوں۔ اسی لمحہ اس نے جلتے ہوئے چراغ میں تیل ڈال کر بتی کو اپنی انگلی سے ذرا بڑھایا ہی تھا کہ پوری بتی میں آگ لگ گئی وہ وہاں سے دوڑا اور پانی میں کود پڑا تا کہ آگ بجھ جائے۔ لیکن آخر کار جب اسے دیکھا تو وہ جل کر کوئلہ ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی دکھا دیا کہ تیری شرارت کا انجام یہ ہے۔

الغرض۔ اسی طرح نابکار تباہ و برباد ہوئے اور مَابَقِيَ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا عُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا اَوْاَسْوَدُ الْوَجْهِ وَزَوَالُ الْمُلْكِ فِي مُدَّةٍ يَسِيْرَةٍ۔

میرے سیدی وسندی سید المفسرین رئیس المحققین امام اہل سنت صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین شاہ صاحب مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تالیف سوانح کربلا میں کیا خوب فرمایا ہے:

اے ابنِ سعد رے کی حکومت تو کیا ملی
ظلم وجفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے شمرِ نابکار شہیدوں کے خون کی
کیسی سزا تجھے بھی اے ناسزا ملی
اے تشنگانِ خونِ جوانانِ اہلِ بیت
دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا گئے
گھورے کو بھی نا گور کو تمہاری جا ملی
رسوائے خلق ہوگئے برباد ہوگئے
مردود! تم کو ذلت ہر دوسرا ملی
تم نے اجاڑا حضرتِ زہرا کا بوستان
تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بددعا ملی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دنیا پرستو! دین سے منہ موڑ کر تمہیں
دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آخر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے
سر کٹ گئے اماں نہ تمہیں اک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دم سزا ملی

(سوانح کربلا)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فصل ۷

لمحۂ فکریہ

سرکار سید الشہداء نواسۂ بانی اسلام علیہ السّلام نے کربلا میں جہاد اور بے نظیر عملی نمونہ پیش کرنے اور اسلام کی حمایت میں اپنے دوستوں، عزیزوں، بیٹوں کی جانوں اور خود اپنی جان کو قربان کیا اور جو کچھ کیا ہم کو مذہبی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، واصلاح وحمایت اور ہدایت کی تعلیم کے لیے کیا تھا۔

مگر کس قدر افسوس ہے! کہ ہماری دنیا ہی بدل گئی اور عجیب دنیا بن گئی۔ اس قدر جہالت، نحوست، خود غرضی، ایذاء رسانی، غصب حقوق، ظلم وستم، کذب وافتراء، اور اس قدر برائیاں اور بداخلاقیاں اور احکامِ شریعت سے لاپرواہیاں موجود ہیں جو بیان سے باہر ہیں۔

کیا نواسۂ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعاتِ شہادت اور کربلا کا یہ مقصد تھا اور عظیم ایثار وقربانی کا یہ ماحصل تھا کہ کچھ رونے والے پیدا ہو جائیں اور ان کے نام کی صرف سبیلیں لگائی جائیں۔ شرینیاں تقسیم کی جائیں اور کھائیں۔ علم اور تابوت ہی نکالے جائیں۔ تعزیئے بنائے جائیں اور صرف سینہ کوبی کی جائے اور اشعار سنیں اور اشعار سے لطف اٹھائیں اور واعظین وذاکرین کے مخصوص اندازہ کا مزہ دیکھیں اور واعظین وذاکرین بھی سامعین کے دائیں بائیں مرے دیکھیں اور پھر واعظین ومقررین اس پر فخر کریں کہ کیا خوب وقت ایک مشغلہ میں گزر گیا۔

تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہرگز نہیں اور یقیناً نہیں بلکہ فی الحقیقت لاریب سرکار سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے باطل کے پہاڑوں سے ٹکر لے کر اسلام کا نام بلند کیا اور اسلام کا عملی نمونہ بن کر ایثار، علوئے نفس، استقلال، تسلیم ورضا، صبر، حفاظتِ حق، حمایتِ شریعت، خلق وکرم، ہمدردی ورحم، اور ادائے قرض کی تعلیم دی۔ مگر ذرا غور کریں۔ اور بتلائیں کہ مذکورہ بالا صفات واحکام پر ہم کس قدر عمل کرتے ہیں۔ صرف فرائض کو ہی لیجیے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس صلوٰۃ، جمعہ، تلاوتِ قرآن، ہم میں کس قدر ہے۔ نہ تلاوتِ قرآن۔ نہ نماز نہ جمعہ۔ کیا عالی شان مسجدیں اور امام بارگاہیں اس لیے بنی ہوئی ہیں اور لاکھوں روپیہ خرچ کیا گیا ہے کہ وہاں کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ یا کیا صرف اس لیے کہ جب کوئی خاص دن آ گیا تو وہاں خوب روشنیاں، قمقمے اور کئی تکلفات کئے جائیں۔ ہزاروں روپیہ صرف کیا جاتا ہے کیا اس لیے کہ غریب مسکین تنگدست، بیوہ، یتیم، بے روزگار، بے سرو آسرا افراد کی مدد نہ کی جائے۔ جب نہ یہ چیزیں ہم پر فرض ہیں اور نہ اللہ اور اس کے پیارے رسول علیہ السلام نے حکم دیا ہے اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عملی نمونہ پیش کیا ہے تو ہم پر لازم ہے کہ اس پر عمل کریں۔ اگر ایسا نہیں تو پھر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ سراسر کذب ہے۔

صرف حالات ومصائب سن کر محض رو دینا کوئی کافی نہیں ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ ان آنسوؤں کے پیچھے درجۂ ہمدردی واثر کتنا ہے۔ کتنے عاملِ فرائض وسنن، مستقل مزاجی، کریم النفس، رحیم، ہمدرد، سخی، شجاع اور پابندِ صوم وصلوٰۃ ہیں۔ مصائب کا کس طرح مقابلہ کرتے ہیں اور کتنی غیرت کے مالک ہیں۔ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم جس محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور جس کے نام کے محب کہلاتے ہیں ہم ان کے اسی مقصد کو اپنائیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو سرکار سیدنا امامِ حسین کے درس عمل پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اب مناسب سمجھتا ہوں کہ آئمہ اہلِ بیت کا بالترتیب ذکر کیا جائے۔

شجرہ مبارکہ آئمہ اہلِ بیت

اسمائے گرامی آئمہ عظام	مشہور لقب	کنیت	اُمہات	تعداد اولاد	تاریخ و ماہ و سن ہجری ولادت	جائے ولادت	تاریخ وصال	مدت حیات	سبب شہادت	جائے دفن
امام الائمہ سیدنا علی المرتضٰی	خلیفہ و امیر المومنین	ابوالحسن ابوتراب	حضرت فاطمہ بنت اسد	۱۱فرزند ۱۶دختر	۱۳رجب عام الفیل یوم جمعہ	درمیان کعبہ مقدسہ	۲۱رمضان ۴۰ھ	۶۳سال	ضرب ابن ملجم بہ سازش بمقام مسجد کوفہ	نجف اشرف عراق
سیدنا امام حسن	مجتبیٰ	ابومحمد	حضرت فاطمہ زہرا	۸فرزند ۷دختر	۱۵رمضان ۳ھ	مدینہ منورہ	۱۸صفر ۵۰ھ	۴۷سال	زہردارن	جنت البقیع مدینہ
سیدنا امام حسین	سیدالشہداء	ابوعبداللہ	حضرت فاطمہ زہرا	۶فرزند ۳دختر	۳شعبان ۴ھ	مدینہ منورہ	۱۰محرم ۶۱ھ	۵۷سال	زخمہائے بیشمار بمقام کربلا زخجہ سرلعین	کربلا معلی عراق
سیدنا امام علی	زین العابدین	ابومحمد	حضرت شہربانو بنت	۱۰فرزند	جمادی الاوّل ۳۸ھ	مدینہ منورہ	۲۵محرم ۹۵ھ	۵۷سال	زہردارن	جنت البقیع مدینہ
سیدنا امام محمد	باقر	ابوجعفر	حضرت فاطمہ بنت امام حسن	۷فرزند ۳دختر	یکم رجب ۵۷ھ	مدینہ منورہ	۷ذی الحجہ ۱۱۴ھ	۵۷سال	زہردان	جنت البقیع مدینہ
سیدنا امام جعفر	صادق	ابوعبداللہ ابواسمٰعیل	حضرت ام فروہ بنت قاسم	۷فرزند ۳دختر	۱۷ربیع الاوّل ۸۳ھ	مدینہ منورہ	۱۵شوال ۱۴۸ھ	۶۵سال	زہردان	جنت البقیع مدینہ
سیدنا امام موسیٰ	کاظم	ابوالحسن ابوابراہیم	حضرت حمیدہ خاتون	۲۰فرزند ۱۸دختر	۷صفر ۱۲۸ھ	ابوالابین مدینہ	۲۵رجب ۱۸۳ھ	۵۵سال	زہردادن	کاظمین عراق
سیدنا امام علی	رضا	ابوالحسن	حضرت ام نبین	فقط امام محمد تقی	۱۱ذی القعد ۱۴۸ھ	مدینہ منورہ	۲۳ذی القعد ۲۰۳ھ	۵۵سال	زہردادن	مشہد مقدس خراسان
سیدنا امام محمد	تقی	ابوجعفر	حضرت خرزان خاتون	۲فرزند ۳دختر	۱۰رجب ۱۹۵ھ	مدینہ منورہ	۲۹ذی القعد ۲۲۰	۲۵سال ۳ماہ ۱۲یوم	زہردادن	کاظمین عراق
سیدنا امام علی	نقی	ابوالحسن	حضرت سمانہ خاتون	۵فرزند	۵رجب ۲۱۴ھ	حوالی مدینہ منورہ	۳رجب ۲۵۴ھ	۴۰سال	زہردادن	کاظمین عراق
سیدامام حسن	عسکری	ابومحمد	حضرت حدیثہ خاتون		۱۰ربیع الثانی ۲۳۲ھ	مدینہ منورہ	۱۸ربیع الاوّل ۲۶۰ھ	۲۸سال ۲ماہ	زہردادن	سرمن رائے عراق
سیدنا امام محمد	مہدی	ابوالقاسم	حضرت نرجس خاتون	العلم عنداللہ	۱۵شعبان ۲۵۶ھ	سرمن رائے عرق	حیات	ماشاءاللہ		جائے سرمن رائے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۲۸

آئمہ اہلِ بیت

حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ

المعروف

بامام زین العابدین رضی اللہ عنہ

آپ امام چہارم ہیں آپ کی کنیت ابو محمد، ابوالحسن، ابوبکر ہے اور لقب سجاد اور زین العابدین ہے۔ آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں ۲۵ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ شہر بانو بنت یزدجرد ہیں۔ آپ کی ولادتِ طیبہ سیدنا مولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ظاہری حیات میں ہوئی تھی۔ ابھی پورے تین سال کے نہیں ہوئے تھے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت واقع ہوگئی۔ پھر کچھ عرصہ آپ کے عم بزرگوار سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اس کے بعد آپ اپنے والد بزرگوار سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے لے کر آخری دم تک کربلا میں آپ کے ہمراہ رہے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۲۳ برس تھی۔ اسی اثناء میں آپ روز عاشوراء اتنے بیمار ہو گئے کہ جہاد میں شرکت نہ فرما سکے۔ پروردگارِ عالم کو عالمِ اسباب میں نسلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی رکھنا اور امامِ زین العابدین رضی اللہ عنہ کا امتحان لینا مقصود تھا اس لیے ان کو ان ایام میں مبتلائے مرض کر دیا۔ شہادتِ امام علیہ السلام کے بعد مخدراتِ عصمت وطہارت کو اسیر کیا گیا تو سیدنا امامِ زین العابدین رضی اللہ عنہ اس مصیبت میں شریک تھے۔ قبل ازیں ان کا ذکر اسیری باب میں بیان کیا جا چکا ہے۔

زہد وتقویٰ

آپ اپنے زمانہ میں بے مثال زاہد و متقی تھے۔ كَانَ إِذَا تَوَضَّاءَ لِلصَّلٰوةِ يَصْفَرُّ لَوْنُهٗ فَقِيْلَ لَهٗ مَا هٰذَا الْحَالُ الَّذِيْ يَعْتَرِيْكَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ بَيْنَ يَدَيْ مَنْ اُرِيْدُ اَنْ اَقِفَ۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب وضو کرتے تھے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ لوگوں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں۔ روایاتِ معتبرہ اس پر شاہد ہیں کہ کثرتِ عبادت وخشوع وخضوع اور خوفِ الٰہی ہی کی بناء پر آپ کا لقب زین العابدین مشہور ہو گیا۔ اِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ اَلْفَ رَكْعَةٍ اِلٰى اَنْ مَاتَ۔ آپ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور اسی حالت میں آپ نے دارِ فانی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سے رحلت فرمائی اور ابنِ شہاب زھری سے مروی ہے۔ کہ لَمْ اَرَ هَاشِمِيًّا اَفْضَلَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ میں نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی آدمی بنی ہاشم میں نہیں دیکھا اور ابنِ سعید بن مسیب کا بیان ہے۔ لَمْ اَرَ اَوْرَعَ مِنْهُ میں نے آپ سے زیادہ کوئی پرہیز گار نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ آپ گھر میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ آپ سجدہ میں ہی پڑے رہے لوگوں نے آگ بجھانا شروع کر دی اور آوازیں دیں اے ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اے ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ آگ لگ گئی۔ لیکن آپ نے ہر چند سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ جب آگ بجھ گئی تو آپ سے پوچھا گیا آپ آگ سے غافل کیوں رہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا آخرت کی آگ کے ڈر سے۔ (الحیات)

علم وفضل

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے علم وفضل کے متعلق علمائے سیر لکھتے ہیں۔ كَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نِهَايَةً فِي الْعِلْمِ وَغَايَةً فِي الْعِبَادَةِ وَكَانَ لَهُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ اَوْرَادًا لَا تُطِيْقُ الْقِيَامَ بِهَا جَمَاعَةٌ مِّنَ النَّاسِ. آپ کی ذاتِ ستودہ علم کی انتہائی بلندیوں اور عبادت کی آخری چوٹیوں پر پہنچی ہوئی تھی۔ آپ شب وروز میں اس قدر اوراد ووظائف پڑھا کرتے تھے کہ لوگوں کی بیشتر جماعت بھی اس قدر نہیں پڑھ سکتی۔ (ایضاً)

اخلاقِ کریمانہ

سیدنا امام زین العابدین کے اخلاقِ کریمانہ میں سے ایک یہ بھی ہے جس کو علامہ شبلنجی نے نقل کیا ہے۔

اِنَّ عَلِيًّا زَيْنَ الْعَابِدِيْنَ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمًا فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَبَّهُ وَبَالَغَ فِي سَبِّهِ وَعَادُوا اِلَيْهِ الْعَبِيْدَ وَالْمَوَالِيْ فَكَفَّهُمْ عَنْهُ وَاَقْبَلَ اِلَيْهِ وَقَالَ مَا سَتَرَ عَنْكَ مِنْ اَمْرِنَا اَكْثَرُ اَلَكَ حَاجَةٌ نُعِيْنُكَ فِيْهَا فَاسْتَحَى الرَّجُلُ فَاَلْقٰى اِلَيْهِ خَمِيْصَةً وَخَمْسَةَ الٰافِ دِرْهَمٍ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ اَوْلَادِ الْمُصْطَفٰى صلی اللہ علیہ وسلم (نور الابصار)

ایک مرتبہ آپ مسجد سے برآمد ہوئے تو ایک شخص سے آپ کی ملاقات ہوگئی جس نے آپ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے۔ آپ کے غلام اس کی طرف بڑھے مگر آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا اے شخص ہمارے حالات کا تو بہت حصہ تجھ سے مخفی ہے اگر تجھ کو کوئی حاجت ہے تو بیان کرتا کہ ہم تیری معاونت کر سکیں۔ پھر آپ نے اس کو اپنا ایک جبہ مبارک اور پانچ ہزار درہم دیے اور اس کو یہ دیکھ کر حیا آئی تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی اولادِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ کی قید

امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے ان کے پاؤں باندھے گئے۔ ہاتھوں میں زنجیریں اور گردن میں طوق ڈالے گئے اور ان پر پاسبانوں کو مقرر کیا گیا میں انہیں سلام وداع کرنے کے لئے حاضر ہوا آپ اس وقت ایک خیمہ میں تھے۔ میں انہیں اس حال میں دیکھ کر رو دیا اور کہا: کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کی جگہ مجھے پابندِ سلاسل کر دیا جاتا اور آپ سلامت رہتے۔ آپ نے فرمایا: اے زہری! تو سمجھتا ہے کہ میں ان طوق وسلاسل سے تکلیف میں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہوں۔ اگر میں یہ چاہوں تو یہ فوراً اتر جائیں مگر ایسی مثالیں رہنی چاہئیں تا کہ تم عذابِ خداوندی کو یاد رکھو اور محشر میں تم پر آسانیاں واقع ہوں۔ اس کے بعد آپ نے زنجیر کو اپنے ہاتھوں سے اتار پھینکا اور پاؤں کو پھندے سے آزاد کر دیا۔ پھر فرمایا: اے زہری! میں ان کے ساتھ اس حال میں دو منزلوں سے زیادہ نہ جاؤں گا۔ جب چار دن گزر گئے تو آپ کے نگہبان مدینہ منورہ واپس گئے۔ پھر آپ کو مدینہ بلاتے رہے لیکن آپ کو نہ پا سکے۔ ان میں بعض کا بیان ہے کہ ہم ایک جگہ مقیم تھے اور آپ کی سخت نگرانی کر رہے تھے۔ صبح ہوئی تو محمل میں ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔ (شواہد، ص: ۳۲۱۰ تا ۳۲۱)

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں عبد الملک بن مروان کے پاس گیا اس نے مجھ سے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا۔ مجھے جو علم تھا اس کے مطابق کہہ دیا۔ وہ کہنے لگا جس وقت میرے گماشتوں نے انہیں گم کر دیا تو وہ میرے پاس چلے آئے اور کہنے لگے: میرے اور تمہارے درمیان کون سی چیز واقع ہوئی ہے۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہریئے۔ تو آپ نے فرمایا: میں بالکل نہیں ٹھہروں گا۔ پھر آپ باہر چلے گئے اور میں خدا کی قسم ان کے دبدبہ وجلال سے ڈر گیا امام زہری جب بھی حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے تو رو دیتے اور کہتے: وہ واقعی زین العابدین رضی اللہ عنہ ہیں جو ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی سے ہیں۔ یزدگرد نوشیروان عادل کی اولاد میں سے تھے۔ آپ اٹھارہ محرم ۹۴ھ میں فوت ہوئے۔ بعض روایتوں میں سال وفات ۹۵ھ بھی ہے۔ آپ زین العابدین کے نام سے یوں مشہور ہوئے کہ ایک رات آپ نمازِ تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا تا کہ اس ہیبت ناک شکل سے آپ کو عبادت سے باز رکھ کر لہو ولعب میں مشغول کر دے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی یہاں تک کہ سانپ نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا اپنے منہ میں ڈال لیا لیکن آپ نے پھر کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے آپ کے انگوٹھے کو نہایت سختی سے کاٹا جس سے آپ کو بہت درد محسوس ہوا۔ اس پر بھی آپ نے نماز قطع نہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کر دیا کہ وہ شیطان ہے۔ آپ نے اسے برا بھلا کہا اور مارا۔ پھر کہا: اے ذلیل وکمینے دور ہو جا۔ جونہی سانپ دور ہوا آپ کھڑے ہو گئے تا کہ درد ختم ہو جائے۔ دریں اثناء آپ نے ایک آواز سنی لیکن قائل نظر نہ آیا۔ کہنے والا کہتا تھا آپ زین العابدین ہیں، آپ زین العابدین ہیں، آپ زین العابدین ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام سے گفتگو

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا۔ میرا جی نہ چاہا کہ میں انہیں آواز دوں۔ میں باہر بیٹھا رہا یہاں تک کہ وہ باہر تشریف لے آئے میں نے السلام علیکم کہا اور دعا دی۔ آپ نے بھی مجھے وعلیکم السلام کہا۔ پھر ایک دیوار کے قریب آئے اور فرمایا: اے فلاں! اس دیوار کو دیکھتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں یا ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آپ نے فرمایا: میں ایک دن اس دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر غمگین بیٹھا تھا کہ میں نے اچانک ایک خوبصورت وخوشحال ہستی جس کے کپڑے نہایت عمدہ اور نفیس تھے اپنے سامنے کھڑی دیکھی جو میری طرف دیکھ کر کہہ رہی تھی۔ اے علی بن حسین رضی اللہ عنہ! تم مجھے غمگین کیوں نظر آ رہے ہو؟ اگر دنیا کے باعث غمناک وغمگین ہو تو دنیا ایک روزی ہے جسے ہر نیک وبد کھاتا ہے۔ میں نے کہا: میرا دکھ درد دنیا کے لیے نہیں ہے کیونکہ دنیا کا معاملہ وہی ہے جو آپ نے بیان فرمایا ہے۔ پھر اس ہستی پاک نے فرمایا: اگر تمہارا غم واندوہ آخرت کے لیے ہے تو وہ ایک سچا وعدہ ہے جس میں ایک بادشاہ قاہر فیصلہ کرے گا۔ میں نے کہا: میرا غم اس وجہ سے بھی نہیں ہے آخرت تو ویسی ہی ہوگی جیسا آپ فرماتے ہیں پھر انہوں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! پھر تمہارا غم واندوہ کس وجہ سے ہے؟ میں نے کہا: میں فتنۂ ابنِ زبیر سے ترساں ہوں۔ وہ ہستی بولی: اے علی رضی اللہ عنہ! آیا تو نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جس نے خدا سے کوئی چیز مانگی ہو اور خدا نے اسے نہ دی ہو؟ میں نے کہا: نہیں پھر کہا: آیا تو نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو خدا سے ڈرتا ہو اور خدا نے اس کے لیے کفایت کارنہ کی ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ بعدازاں وہ ہستی غائب ہوگئی۔ پتہ چلا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے جو آپ سے حرف ہائے راز بیان کررہے تھے۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۱۲)

حیوانات کی شہادت

اسی راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا کہ ان کے اردگرد لوگ بہت سی چڑیاں ذبح کررہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے فلاں! تمہیں کچھ پتہ ہے کہ یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں؟

میں نے کہا: مجھے کچھ پتہ نہیں۔

آپ نے فرمایا: یہ پروردگار کی تقدیس بیان کرتی ہیں اور آج کی روزی طلب نہیں کرتیں۔

ایک رات ایک سائل یہ کہہ رہا تھا۔

"اَیْنَ الزَّاهِدُوْنَ فِی الدُّنْیَا الرَّاغِبُوْنَ فِی الْاٰخِرَةِ۔"

''وہ دنیا کے زاہد کہاں ہیں جو آخرت کی طرف راغب ہیں۔''

جنت البقیع کی طرف سے ایک غیر مرئی شخص کی آواز سنائی دی کہ وہ علی بن حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ (ایضاً)

ایک دن آپ اپنے غلاموں، بچوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ صحرا میں آگئے اور چاشت کے کھانے کے لیے دسترخوان بچھا دیا، وہیں ایک ہرن آکر ٹھہر گیا۔ آپ نے اس کی طرف منہ کر کے کہا: میں علی بن حسین بن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہم ہوں اور میری ماں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تم چلے آؤ اور ہمارے ساتھ چاشت کھاؤ۔ ہرن آیا اور آپ کے ساتھ جو کچھ چاہا کھایا۔ پھر ایک طرف چلا گیا۔ غلاموں میں سے ایک نے کہا: اسے ذرا پھر بلایئے۔

آپ نے فرمایا: ہم اسے پناہ دیں گے تم اس کی پناہ نہ ٹھکرانا۔

انہوں نے کہا: ہم ہرگز نہیں ٹھکرائیں گے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بولے: میں علی بن حسین بن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہم ہوں میری والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ وہ ہرن پھر آ گیا اور دسترخوان کے نزدیک ٹھہر گیا اور ان کے ساتھ کچھ کھانا شروع کردیا۔ ان لوگوں میں سے ایک نے ہرن کی پشت پر ہاتھ رکھا تو وہ بھاگ گیا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے میری پناہ کو ٹھکرادیا ہے اب میں تم سے کوئی بات نہ کروں گا۔

ایک دن آپ کی اونٹنی راہ میں سستی و کاہلی کرنے لگی۔ آپ نے اسے بٹھا دیا اور اسے تازیانہ وعصا دکھا کر کہا: تیز تیز چلو ورنہ اس تازیانے اور ڈنڈے سے تمہیں سزا دوں گا۔ اونٹنی نے تیز چلنا شروع کردیا اور اس کے بعد چلنے میں سستی سے کام نہ لیا۔ (ایضاً)

ایک دن آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحرا میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ ایک ہرنی آگئی اور آپ کے متصل کھڑی ہوگئی اور اپنا پاؤں زور سے زمین پر مار کر چیخنے لگی۔ حاضرین نے پوچھا اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ہرنی کیا کہتی ہے؟

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ فلاں قریشی کل میرا بچہ اٹھالایا ہے میں نے کل سے سے دودھ نہیں پلایا۔
یہ سن کر بعض حاضرین کے دل میں شک گزرا۔ آپ نے اس قریشی کو بلا بھیجا۔ وہ آ گیا تو آپ نے فرمایا! یہ ہرنی شکایت کرتی ہے کہ تم اس کا بچہ اٹھالائے ہو جسے اس نے ابھی تک دودھ نہیں پلایا تھا۔ اب وہ مجھ سے درخواست کر رہی ہے کہ میں تجھے اس کا بچہ واپس کرنے کے لیے کہوں تا کہ وہ اسے دودھ پلالے۔ دودھ پلانے کے بعد واپس کردے گی۔ اس قریشی نے بچہ لاکر حاضر کردیا۔ ہرنی نے دودھ پلایا تو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے قریشی سے کہا کہ وہ بچہ کو چھوڑ دے اس نے بچہ کو چھوڑ دیا اور حضرت سجاد رضی اللہ عنہ نے اس کو ماں سمیت آزاد کردیا۔ وہ چوکڑیاں بھرتی شور مچاتی چلی گئی۔ حاضرین مجلس نے پوچھا: یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا کہتی ہے؟ آپ نے فرمایا: بالفاظ ''جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا'' دعا دیتی ہے۔

جس رات آپ کی وفات ہوئی آپ نے اپنے بیٹے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بیٹا! میرے لیے وضوؒ کے لیے پانی لاؤ۔ وہ پانی لائے تو آپ نے مزید پانی منگایا کیونکہ پہلے پانی میں کوئی چیز مردہ تھی۔ رات اندھیری تھی۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے احتیاط سے دیکھا تو اس میں چوہا مرا ہوا تھا۔ آپ کے لیے اور پانی لایا گیا۔ جس سے آپ نے وضو کیا اور کہا: بیٹا آج میرا وقتِ رحیل ہے اس کے بعد اپنے بیٹے سے کچھ وصیتیں کیں۔

آپ کی ایک ناقہ تھی جو مکہ معظمہ جاتی تو آپ اس کے پالان کے آگے تازیانہ لٹکا دیتے بدیں وجہ تمام راستہ اسے مارنے کی ضرورت پیش نہ آتی یہاں تک کہ آتی دفعہ بھی اسے مارنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا تو وہ اونٹنی آپ کی قبر کے سرہانے آ کر اپنی چھاتی زمین پر رکھ کر آہ وزاری کرتی تھی۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے آ کر دیکھا تو فرمایا: اٹھ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ وہ نہ اٹھی تو انہوں نے فرمایا: اسے چھوڑ دو یہ وہیں جارہی ہے اس کے بعد وہ تین دن زندہ رہی اور پھر مرگئی۔ (ایضاً)

فیصلۂ حجر الاسود

جب امیر المومنین امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا میں تمہارا چچا ہوں اور تم سے عمر میں بھی بڑا ہوں اس لیے امامت کا زیادہ حقدار میں ہوں۔ آپ حضور علیہ السلام کا سلاح مجھے دے دیں۔ حضرت زین العابدین نے کہا: اے چچا! خدا سے ڈرو اور جس چیز کے تم سزاوار نہیں ہو اس کا دعویٰ نہ کرو۔ دوسری دفعہ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے مبالغہ سے کام کیا تو آپ نے فرمایا: اے چچا! آؤ حاکم کے پاس چلیں وہ جو بھی ہمارے مابین فیصلہ صادر کرے۔ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کون سا حاکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ حجر الاسود ہے۔ دونوں وہاں پہنچے تو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کہا: اے چچا! بات کرو انہوں نے بات کی تو کوئی جواب نہ ملا۔ بعد ازاں آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے صفاتی ناموں سے پکارا جس سے حجر الاسود باتیں کرنے لگا پھر آپ نے حجرِ اسود کی طرف اپنا چہرہ کر کے کہا: تجھے پروردگار عالم کی قسم ہے جس نے اپنے بندوں کے وعدے تجھ پر رکھے ہوئے ہیں۔ ہمیں اطلاع دو کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد امامت کا کسے حق ہے؟ حجر الاسود کانپ اٹھا قریب تھا کہ اپنی جگہ سے گر پڑے۔ لیکن پھر فصیح وبلیغ زبان میں کہا: اے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ! یہ چیز مسلمہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد امامت کا حق علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو ہے۔ (ایضا)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک دفعہ طواف کرتے ہوئے ایک عورت اور ایک مرد کے ہاتھ حجرالاسود سے چمٹ گئے ہر چند کوشش کی گئی لیکن وہ چمٹے ہی رہے۔ لوگوں نے رائے دی کہ ان کے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے۔ اسی اثناء میں حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ وہاں آ نکلے اور انہیں دیکھ کر آگے آگئے آپ نے اپنا دستِ مبارک ان کے ہاتھوں پر پھیرا تو ان کے ہاتھ چھوٹ گئے اور وہ وہاں سے چلے گئے۔

عبدالملک اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

عبدالملک بن مروان نے حجاج کو تحریری طور پر ہدایت کی کہ وہ بنی عبدالمطلب کے قتل سے باز آ جائے کیونکہ آلِ ابوسفیان اس بارے میں مبالغہ کرتی ہے ورنہ ان (بنوامیہ) کی سلطنت جلد ختم ہو جائے گی۔ عبدالملک نے یہ خط صیغۂ راز میں رکھ کر ارسال کیا جس سے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مطلع ہو گئے۔ آپ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ کیا تم نے فلاں دن اور فلاں وقت حجاج بن یوسف کو کوئی ایسا ویسا خط تحریر کیا ہے۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ خط اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا ہے جس کے باعث تیرے ملک کو اس نے ثبات و دوام بخشا ہے۔ آپ نے وہی عبارت لکھ کر خط ایک غلام کو دیا اور اسے اپنی اونٹنی پر سوار کر کے عبدالملک کی طرف بھیج دیا۔ عبدالملک نے خط کی تاریخ کو اپنے خط کے مطابق پایا تو اسے آپ کے حق پر ہونے کا اعتبار آ گیا۔ بہت خوش ہوا اور اسی اونٹنی پر اتنے درہم و دینار لاد کر آپ کو بھیج دیئے جن کی وہ متحمل ہو سکتی تھی۔ (ایضاً)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور خزیمہ

منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ حج کے دنوں میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ملنے گیا تو آپ نے مجھ سے خزیمہ بن کاہل الاسدی کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ وہ کوفہ میں موجود ہے۔ آپ نے اس کے لیے بدیں الفاظ بد دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اَوْقِدْهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ اَللّٰهُمَّ اَوْقِدْهُ حَرَّ النَّارِ۔

اے اللہ اسے لوہے کی حرارت سے جلا دے۔ اے اللہ اسے آگ کی حرارت سے جلا دے۔

جب یہ کوفہ میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مختار بن ابی عبید خروج کر چکا تھا۔ میں نے اس سے رشتۂ دوستی مضبوط کیا اور اس سے ملنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر گیا۔ اس کے ہاں گیا تو وہ بھی گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ میں اس کی معیت میں ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں اس نے ایک شخص کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ اچانک خزیمہ کو حاضر کیا گیا۔ مختار نے کہا: الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تم پر حاوی کیا ہے اس نے جلاد کو بلایا تا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے اس کے بعد اس نے آگ لانے کے لیے کہا جس میں خزیمہ کو پھینک دیا گیا اور وہ جل گیا۔ میں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تو کہا سبحان اللہ۔

مختار نے مجھے ''سبحان اللہ'' کہنے کی وجہ پوچھی تو میں نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی بد دعا کا قصہ سنا دیا اس نے مجھے قسم دے کر اس کی تصدیق چاہی۔ میں نے کہا: ہاں میں نے ان سے خود سنا ہے۔ مختار گھوڑے سے نیچے اترا دو رکعت نماز نفل ادا کی اور بعد ازاں دیر تک سجدے میں پڑا رہا۔ سر سجدے سے اٹھا کر وہاں سے چل دیا میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں میرا گھر تھا میں نے از راہِ اخلاق اسے گھر پر ٹھہرنے کے لیے کہا تا کہ کھانا حاضر کروں۔ مختار بولا اے منہال! جب تم نے مجھے خود بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا ہے تو اب مجھے اس خوشی سے کھانے کی حاجت نہیں رہی بلکہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں شکرانے کا روزہ رکھوں گا۔ (ایضاً)

شہادت

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ میں ہوا جب کہ آپ کی عمر شریف ۵۷ سال تھی۔ انتقال آپ کا بوجہ زہر ہوا۔ جو ولید بن عبدالملک نے دیا۔ یُقَالُ اِنَّهٗ مَاتَ مَسْمُوْمًا وَاَنَّ سَمَّهٗ وَلِيْدُ بْنِ عَبْدِالْمَلَكِ دَفَنَ الْبَقِيْعَ۔ اور آپ بھی مرتبہ شہادت کو پہنچے اور مدینہ الرسول جنت البقیع میں اپنے چچا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے قریب مدفون ہوئے۔ (سعادت الکونین، ص: ۱۹۳)

اولادِ امجاد

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد و امجاد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اکثر معتبر کتب میں آپ کی کل اولاد کی تعداد آٹھ بیان کی گئی ہے۔ ان کے مبارک اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ۔
۲۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ۔
۳۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔
۴۔ حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ۔
۵۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔
۶۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔
۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔
۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ (جلاء العیون)

واضح رہے کہ بعض کے نزدیک نو لڑکے اور ایک لڑکی سکینہ نام کی بھی بیان کی گئی ہے اور بعض کے نزدیک لڑکی کوئی نہ تھی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حضرت امام محمد باقر بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ امام پنجم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔ آپ باقر العلوم اور جلیل القدر تھے۔ آپ کی ولادتِ طیبہ یکم رجب المرجب ۵۷ھ کو مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام عبداللہ واقعۂ کربلا میں آپ اپنے باپ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور جد امجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ موجود تھے اس وقت امام باقر کی عمر چار سال تھی۔ (الیاقوت)

خصائلِ جلیلہ

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد امجاد گو علم و فضل و ورع و زہد، شجاعت و فصاحت میں بے عدیل تھی۔ لیکن سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو ان سب پر خصوصی امتیاز حاصل تھا اسی لیے آپ کے بہت سے القاب مبارکہ ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ مشہور لقب

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

''باقر'' ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ تُسَمّٰی بِذٰلِكَ مِنْ بَقَرَ الْاَرْضِ اَیْ شَقَّهَا .... بقر کے لغوی معنی شگافتہ کرنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بَقَرِ الْاَرْضَ اَیْ شَقَّهَا۔ اس نے زمین کو چیرا اور اس کے پوشیدہ اسرار کو واضح کیا۔ پس آپ کو اسی مناسبت کی بناء پر باقر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ نے خزائنِ علوم ومعارف کے اسرار ورموز اور احکام کے حقائق کو واضح کر دیا۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ ہی علم کے شگافتہ کرنے والے، اور اس کو جمع کرنے والے اور اس کے علمبردار ہیں۔ آپ کا یہ لقب مبارک خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا: یَا جَابِرُ یُوْشِكُ تَلْتَحِقُ بِوَلَدِیْ مِنْ وَلَدِیْ الْحُسَیْنِ اِسْمُهٗ كَاسْمِیْ یَبْقُرُ الْعِلْمِ بَقْرًا .... فَاِذَا رَاَیْتَهٗ فَاَقْرَأْهُ مِنِّیْ السَّلَامُ۔

اے جابر عنقریب تم حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں میرے ایک فرزند سے ملاقات کرو گے جو میرا ہم نام ہوگا۔ جو علم کو شگافتہ کرے گا یعنی علم کے چشمے جاری کرے گا۔ جب تم ان کو دیکھو تو ان کو میرا سلام کہہ دینا۔ (ایضاً)

علم وفضل

اسی لیے آپ کا علم وفضل بھی آئمہ عظام میں مشہور تھا۔ كَانَ اَشْهَرُهُمْ ذِكْرًا وَاَكْمَلُهُمْ فَضْلًا وَاَعْظَمُهُمْ نَبْلًا لَمْ يَظْهَرْ مِنْ اَحَدٍ وَلَدِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ مِنْ عِلْمِ الدِّيْنِ وَعِلْمِ الْقُرْآنِ وَفُنُوْنِ الْاَدَبِ مَا ظَهَرَ مِنْ اَبِيْ جَعْفَرَ الْبَاقِرِ۔ آپ آئمہ میں زیادہ مشہور اور صاحب فضل وجلالت تھے۔ اولادِ امام حسن رضی اللہ عنہ وامام حسین رضی اللہ عنہ میں سے کسی سے اس قدر علمِ دین اور علمِ قرآن اور فنونِ ادب ظاہر نہیں ہوئے۔ جس قدر امام محمد باقر سے ظاہر ہوئے۔ آپ سے جلیل القدر تابعین اور جید علماء نے علومِ دینیہ حاصل کیے۔ (ایضاً)

تقویٰ

آپ کی ذات علم وفضل وعبادت اور زہد وتقویٰ میں حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قائمقام تھی۔ آپ ہی علم (کے سینہ) کو چیرنے والے اس کے جامع اور اس کے علمبردار ہیں اور اس کے آبدار موتیوں کو پانے والے ہیں آپ پاکیزہ دل، نیک سیرت اور طاہر النفس اور اعلیٰ اخلاق تھے۔ جن کے اوقات اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے آباد رہتے تھے اور مقامِ تقویٰ وطہارت میں راسخ القدم تھے اور آپ اعلیٰ درجہ کے سخی بھی تھے۔ آپ کے بہت سے واقعاتِ سخاوت میں ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے اپنی تنگدستی کا ذکر کیا تو آپ نے اس کو سات سو درہم عطا فرمائے اور فرمایا فی الحال ان کو خرچ کرو جب یہ ختم ہو جائیں تو مجھے پتہ دینا۔

(شواہد النبوۃ، ص:۳۱۸)

کراماتِ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ہم محمد بن علی بن حسین کے ہمراہ ہشام بن عبدالملک کے گھر کے پاس سے اس وقت گزرے جب وہ اس کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ گھر خراب وخستہ ہو جائے گا اور لوگ اس کی مٹی تک کو اکھاڑ کر لے جائیں گے یہ پتھر جن سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے کھنڈرات میں تبدیل ہو جائیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے آپ کی اس بات سے تعجب ہوا کہ ہشام کے گھر کو کون تباہ وبرباد کر سکتا ہے جب ہشام کی وفات ہوئی تو ولید بن ہشام کے کہنے پر اس کو مسمار کر دیا گیا اور مٹی کو اس حد تک کھودا گیا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کہ مکان کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے میں نے خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شواہد ص ۳۱۸)

اسی راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ آپ کا بھائی زید بن علی ہمارے پاس سے گزرا۔ آپ نے فرمایا: بخدا یہ کوفہ میں خروج کرے گا اور لوگ اسے قتل کردیں گے اور اس کے سر کو گلی کوچوں سے پھیراتے ہوئے یہاں لے آئیں گے اور نیزے پر لٹکا دیں گے۔ ہمیں آپ کی ان باتوں سے تعجب ہوا کیونکہ مدینہ میں کبھی کسی کو نیزہ پر نہیں لٹکایا گیا تھا لہذا جب ان کے سر کو لایا گیا تو اس کے ساتھ سولی بھی لے آئے۔ (ایضا)

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے وصیت کی کہ جب میں مروں تو میری تغسیل وتدفین خود کرنا کیونکہ امام کے لیے یہ کام امام ہی سرانجام دیتا ہے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا کہ آپ کا بھائی عبداللہ جلد ہی دعویٰ امامت کرنے والا ہے کیونکہ وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑو اس کی عمر بہت کم ہوگی۔ جب میرے والد نے وفات پائی تو میں نے انہیں غسل دیا اور میرے بھائی عبداللہ نے دعویٰ امامت کیا اور اس مدت سے زیادہ زندہ نہ رہا جتنی کہ میرے والد نے بتائی تھی۔ (ایضا)

فیض بن مطر کہتے ہیں میں حضرت امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا تو میں نے چاہا کہ میں نمازِ رضی اللہ عنہ عشاء گزارنے کے لیے جگہ کے بارے میں سوال کروں۔ میں نے ابھی سوال بھی نہ کیا تھا کہ آپ نے حدیث بیان کردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی کشادہ زمین پر جہاں گھاس کثرت سے ہو نماز ادا کرلیا کرتے تھے۔ (ایضا)

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ لوگوں نے مجھے کہا: عجلت سے کام نہ لو کیونکہ ان کے پاس تمہارے بھائی بند بیٹھے ہیں۔ ابھی وہ باہر نہ آئے تھے کہ بارہ افراد تنگ قباؤں میں ملبوس اور ہاتھ پاؤں میں دستانے اور موزے پہنے ہوئے باہر آئے۔ انہوں نے السلام علیکم کہا اور چلے گئے۔ اس کے بعد میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا میں نے پوچھا: یہ کون تھے جو ابھی ابھی آپ کے پاس سے گئے ہیں مجھے تو کچھ پتہ نہیں چلا یہ کون تھے آپ نے فرمایا: یہ تمہارے بھائی جن ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ انہیں دیکھ لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں جس طرح تم حلال وحرام کے متعلق استفتاء کرتے ہو اسی طرح وہ بھی آ کے پوچھتے ہیں۔ (ایضا)

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میرے والد نے مجھ سے کہا میری عمر صرف پانچ سال رہ گئی ہے جب انہوں نے وفات پائی تو ہم نے ماہ وسال شمار کیے وہی مدت نکلی جو آپ نے بتائی تھی۔ (ایضا)

ایک اور راوی نے کہا ہے کہ ہم حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی درمیانی وادی میں سفر کررہے تھے اس وقت آپ ایک خچر پر سوار تھے، میں ایک گدھے پر سوار تھا اچانک میں نے دیکھا کہ کوئی شخص پہاڑی سے اتر کر ان کے نزدیک آیا۔ وہ آپ کے خچر کی نگہبانی کرتا رہا اور ایک بھیڑیا اپنے ہاتھوں کو خچر کی زین کے آگے رکھ کر بہت دیر تک ان سے گفتگو کرتا رہا اور وہ سنتے رہے۔ آخر آپ نے اس بھیڑیے سے کہا اب چلے جاؤ جس طرح تم چاہتے تھے میں نے کردیا ہے۔ بھیڑیا چلا گیا۔ آپ نے مجھ سے کہا: تجھے پتہ ہے یہ کیا کہتا تھا۔ میں نے کہا اللہ اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کا بیٹا زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ کہہ رہا تھا میری جفت اس وقت دردِ زہ میں مبتلا ہے دعا کیجیے تاکہ خدا تعالیٰ اسے خلاصی دے اور میری نسل سے کسی کو بھی آپ کے ارادت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کیشوں پر مسلط نہ کرے۔ چنانچہ میں نے دعا کی۔ (ایضاً)

بزرگانِ سلف میں سے ایک کا بیان ہے کہ مکہ میں مجھ پر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم کا شوقِ دید غالب آیا تو میں بالخصوص ان کے لیے مدینہ گیا جس رات میں مدینہ منورہ پہنچا، سخت بارش ہوئی جس کے باعث سردی بڑھ گئی۔ نصف شب گزر چکی تھی تو میں آپ کے گھر پہنچا۔ میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ آپ کا دروازہ اسی وقت کھٹکھٹاؤں یا صبر سے کام لوں کہ صبح کو وہ خود ہی باہر تشریف لے آئیں اچانک آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے کہا اے لونڈی! فلاں شخص کے لیے دروازہ کھولو کیونکہ آج رات اسے سخت سردی لگی ہے۔ لونڈی آئی اور دروازہ کھولا اور میں اندر چلا گیا۔ (ایضاً)

ایک دوسرے شخص کا بیان ہے کہ میں آپ کے در دولت پر گیا تو آپ نے میرے سوا ہر ایک کو ملنے کی اجازت دے دی میں بہت غمگین واندوہگیں گھر واپس آیا۔ مجھے اس رات نیند بھی نہ آئی۔ مجھے بہت تشویش ہوئی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ واپس مکہ مکرمہ چلا جاؤں اگر مرجیہ لوگوں کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہتے ہیں اگر قدریہ کی جماعت کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہیں گے۔ اگر حروریہ کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہتے ہیں۔ اگر یزیدیہ کے ساتھ جاؤں تو وہ اس طرح کہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی باتیں تخریب وفساد سے خالی نہیں۔ میں اسی ذہنی کشمکش میں تھا کہ صبح کی نماز کی اذان ہوگئی۔ اچانک کسی کے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی میں نے کہا کون ہے؟ وہ بولا: میں محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم کا قاصد ہوں۔ میں باہر آیا تو اس نے کہا: آپ تجھے یاد فرما رہے ہیں۔ میں کپڑے پہن کر وہاں گیا اور جب آپ سے ملا تو آپ نے کہا: اے فلاں! تم نہ مرجیہ کے ساتھ لوٹو، نہ قدریہ کے ساتھ، نہ یزیدیہ کے ساتھ، نہ حروریہ کے ساتھ، بلکہ تم ہماری طرف لوٹو۔ (ایضاً)

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں مدینے میں تھا کہ اچانک دور سے تاریکی ظاہر ہوئی۔ یہ تاریکی کبھی گہری ہوجاتی اور کبھی غائب ہوجاتی۔ جونہی میرے قریب آئی تو میں نے دیکھا کہ ایک سات آٹھ سالہ بچہ مجھے السلام علیکم کہہ رہا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ بعد ازاں میں نے اس سے پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟

اس نے جواب دیا: میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔

میں نے پوچھا: تمہارا زادِ راہ کیا ہے؟

اس نے کہا: میرا زادِ راہ تقویٰ ہے۔

میں نے پوچھا تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں ایک عربی انسان ہوں۔

میں نے پوچھا: تمہارا کس خاندان سے تعلق ہے؟

اس نے کہا: میں قریشی ہوں۔

میں نے پوچھا: آپ کا خاص کر کس قبیلے سے تعلق ہے؟

اس نے کہا: میں ہاشمی ہوں۔

میں نے پوچھا: آپ کس کے بیٹے ہیں؟

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس نے کہا: میں علوی ہوں۔
اس کے بعد اس نے گیت پڑھنا شروع کر دیا۔ (ایضاً)

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ جل جلالہ، پر بندے کا کیا حق ہے؟ آپ نے اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیا۔ میں نے تین بار اپنا سوال دہرایا۔ تیسری دفعہ آپ نے فرمایا خدا پر میرا حق یہ ہے کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ کو کہے کہ ادھر آؤ تو وہ آ جائے آپ نے جونہی اس جھنڈ کو اشارہ کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ حرکت میں آ گیا تا کہ آپ کی طرف آ جائے۔ لیکن آپ نے اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ پر قائم رہے کیونکہ آپ نے اسے اس طرح آنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ (ایضاً)

ایک اور بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک کنیز باہر آئی، وہ جوانی میں قدم رکھ رہی تھی مجھے بہت اچھی لگی۔ میں نے اس کے پستان کو چھوتے ہوئے کہا: اپنے آقا سے کہو فلاں شخص دروازے پر حاضر ہے۔ اندر سے آواز آئی کہ اندر آ جاؤ ہم تمہارے انتظار میں ہیں۔ میں اندر گیا تو عرض کی: حضور! میرا بدی کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو لیکن یہ کبھی تصور نہ کرنا کہ یہ در و دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے ویسے ہی بحیثیت حجاب ہوتے ہیں جیسے تمہاری آنکھوں کے سامنے! اگر ایسا ہوا تو تمہارے ہمارے درمیان فرق کیا رہا۔ اب کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔ (ایضاً)

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ دو عورتیں بنام جبابہ اور ابلیہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملنے آئیں آپ نے فرمایا: تم ہمارے پاس دیر سے کیوں آئی ہو؟

جبابہ بولی: کہ میرے بال سفید ہو گئے ہیں میں انہیں ٹھیک کرنے میں مشغول رہتی ہوں۔
حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ۔ اس نے دکھائے تو آپ نے اپنا دستِ مقدس ان پر پھیرا جس سے وہ سیاہ ہو گئے۔
پھر فرمایا: اسے آئینہ دکھاؤ۔ اس نے آئینہ دیکھا تو اس کے بال سیاہ ہو چکے تھے۔ (ایضاً)

ایک راوی کہتا ہے کہ میں حضرت باقر کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا تھا اور ان دنوں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا تھا اچانک داؤد بن سلیمن اور منصور دوانقی آ گئے۔ داؤد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن دوانقی کسی اور جگہ بیٹھا رہا۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: دوانقی میرے پاس کیوں نہیں آیا؟ داؤد نے معذرت پیش کی۔ آپ نے فرمایا: کچھ دنوں بعد دوانقی مخلوق خدا کا حاکم ہوگا اور مشرق و مغرب اس کی ملک ہوں گے۔ اس کی عمر بھی بہت طویل ہوگی اور اتنے خزانے جمع کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے بھی جمع نہ کیے ہوں گے۔ داؤد اٹھے اور سارا واقعہ دوانقی کو سنایا۔ دوانقی حاضرِ خدمت ہوا اور کہا: آپ کے ہاں آنے پر بجز آپ کے اجلال و اکرام کے کوئی چیز مانع نہ تھی۔ پھر پوچھا: داؤد کیا کہتا ہے؟ فرمایا: سچ کہتا ہے ایسا ہی ہوگا۔ پھر پوچھا: ہماری سلطنت آپ کی سلطنت سے پہلے ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے پھر پوچھا: ہماری سلطنت زیادہ دیر چلے گی یا بنو امیہ کی؟ آپ نے فرمایا: تمہاری سلطنت زیادہ دیر رہے گی۔ لیکن بچوں کے ہاتھوں میں رہے گی جس سے کھیلتے رہیں گے جیسے گیند سے۔ بس یہی ہے جو میں نے اپنے والدِ محترم سے سنا ہے۔ چنانچہ جب دوانقی والی ملک ہوا تو اسے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی باتوں پر سخت تعجب ہوا۔ (کیونکر وہ حرف بحرف سچی نکلیں)

حضرت ابو بصیر جو آنکھوں کی روشنی سے محروم ہو گئے تھے کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

محافظ دینِ پیغمبر ﷺ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا کہ پیغمبر ﷺ تو تمام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ آپ نے کہا: ہاں آپ ان کے علوم کے وارث ہیں۔ میں نے کہا: کیا تمہیں بھی وہ علوم میراث میں ملے ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: آپ کو یہ طاقت ہے کہ مردوں کو زندہ کر دیں، مادر زاد اندھوں کو بینا کر دیں اور کوڑھوں کو چنگا بھلا کر دیں۔ نیز یہ بتائیں کہ لوگ اپنے گھروں میں کیا کھاتے ہیں۔ اور کیا بچا کر رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں اللہ کے حکم سے بتا سکتا ہوں۔ پھر فرمایا: میرے سامنے آ کر بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے چہرے پر پھیرا۔ میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔ چنانچہ میں نے کوہ و بیابان اور زمین و آسمان کی وسعتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ نے پھر اپنا ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا تو میں پہلی حالت پر آ گیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: ان دو حالتوں میں سے کس حالت کو پسند کرتے ہو یہ کہ تمہاری آنکھیں درست ہو جائیں اور تمہارا حساب خدا کے سپرد ہو یا تمہاری آنکھیں ایسی ہی رہیں اور تم بغیر حساب کے جنت الفردوس میں جاؤ۔ میں نے کہا: میں تو اس چیز کو پسند کرتا ہوں کہ میں نابینا ہی رہوں اور جنت میں بغیر حساب و کتاب جاؤں۔ (ایضاً)

ایک اور راوی کہتے ہیں کہ ہم تقریباً پچاس افراد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اچانک ایک اور شخص بھی حاضر ہوا جس کا کاروبار خرما فروشی تھا۔ اس نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ کوفہ میں ایک شخص یہ گمان کرتا ہے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ ہے جو کافر کو مؤمن سے اور دوست کو دشمن سے ممیز کر کے آپ کو مطلع کر دیتا ہے۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا: میں کبھی کبھی جو بھی بیچ لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ بھی غلط ہے تم تو کھجوریں بیچتے ہو۔ اس شخص نے کہا یہ آپ کو کیسے پتا چلا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے فرشتہ ربانی مطلع کر دیتا ہے کہ فلاں تمہارا دوست ہے یا دشمن! ہاں دیکھو تم فلاں بیماری کے سوا کسی اور بیماری سے نہ مرو گے۔ راوی کہتا ہے کہ جب میں کوفہ واپس آیا اور اس شخص کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے کہا وہ اسی بیماری سے مر گیا ہے جو حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمائی تھی۔ (ایضاً)

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امامِ باقر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے کہ دو آدمیوں سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ چور ہیں انہیں پکڑ لو اور مضبوطی سے باندھ دو۔ آپ کے غلاموں نے انہیں اچھی طرح باندھ دیا۔ آپ نے اپنے ایک معتمد سے فرمایا: اس پہاڑ پر جاؤ وہاں ایک غار سے اس میں سے جو بھی ملے وہ لے آؤ۔ وہ گیا اور وہاں سے دو صندوق سامان کے بھر کر لے آیا۔ ایک صندوق میں کسی اور جگہ سے سامان بھر لایا۔ آپ نے فرمایا ان کے مالکوں میں سے ایک یہاں موجود ہے اور دوسرا موجود نہیں۔ جونہی ہم مدینہ واپس پہنچے تو ان میں سے ایک نے دوسرے پر استحقاق کا دعویٰ کر رکھا تھا اور مدینے کے گورنر اسے سرزنش کر رہے تھے۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو سرزنش نہ کیجیے۔ پھر آپ نے دونوں صندوق ان کے مالکوں کو دے کر فرمایا کہ چوروں کے ہاتھ کاٹ دو۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ ان چوروں میں سے ایک چور نے کہا: اللہ کا شکر ہے میرا ہاتھ فرزندِ رسول ﷺ کی موجودگی میں کاٹا گیا اور ان کے دستِ حق پر ہی میری توبہ قبول ہوئی۔ آپ نے فرمایا ہاں توبہ کا عہد کرو کیونکہ ایک سال کے بعد تم اس دارِ فانی سے چلے جاؤ گے۔ اس شخص نے توبہ کر لی اور توبہ کے بعد پورا ایک سال جیا۔ اس کے تین روز بعد اس صندوق کا ایک اور مالک آ موجود ہوا۔ آپ نے اس سے کہا: تمہارے صندوق میں ایک ہزار دینار ہے جو تمہارا ہے اور ایک ہزار دینار کسی اور کا ہے اور کچھ اس طرح کے کپڑے بھی ہیں۔ اس

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نے کہا: اگر جناب کو پتہ ہے تو اس کا نام بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اس کا نام محمد بن عبدالرحمن ہے جو بہت صالح اور نیک بخت آدمی ہے۔ وہ بہت زیادہ صدقہ وخیرات کرتا ہے اور پابندی سے نماز ادا کرتا ہے۔ اب دروازے پر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ جس شخص سے آپ یہ باتیں کر رہے تھے وہ نصرانی تھا۔ اس نے یہ سچی باتیں سنیں تو کہا: لاریب۔ اللہ ہی ایک ایسی ہستی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا۔ (ایضا)

جناب ابوبصیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسے شخص کا حال معلوم ہے جو اگر دریا کے کنارے کھڑا ہو جائے تو دریا کے تمام جانوروں، ان کی ماؤں، چچیوں اور خالاؤں کے نام جان لیتا ہے۔ (ایضا)

ایک راوی کہتا ہے ہم ایک گروہ کی شکل میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے آستانے پر حاضر ہوئے تو ہمیں ایک شخص کی خوش الحانی سے کچھ سریانی زبان میں پڑھنے کی آواز سنائی دی۔ ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کوئی اہلِ کتاب کچھ پڑھ رہا ہے ہم اندر گئے تو آپ کے سوا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ ہم نے عرض کی کہ ہمیں ابھی ابھی ایک شخص سریانی میں کچھ پڑھتا ہوا سنائی دیا تھا وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے فلاں نبی علیہ السلام کی مناجات یاد ہیں جب میں اسے پڑھتا ہوں۔ تو وہ مجھے رلا دیتی ہے۔ (ایضا)

ایک دن ابنِ عکاشہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس کھڑے تھے ابنِ عکاشہ نے کہا: اب تو ماشاء اللہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جوان ہو گئے ہیں ان کی شادی ہونی چاہیے۔ آپ ان کی شادی کیوں نہیں کرتے؟ اس وقت حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے پاس سربمہر سونے کی ایک تھیلی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ تھیلی لے جاؤ اور ایک لونڈی خرید لاؤ۔ ہم بردہ فروش کے پاس گئے تو اس نے کہا میرے پاس جو تھی وہ بیچ چکا ہوں۔ ہاں البتہ ایک دو لونڈیاں ہیں جو ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ہم نے کہا: انہیں باہر لاؤ تاکہ دیکھ لیں۔ دونوں باہر آئیں تو ایک کو ہم نے پسند کر لیا۔ میں نے کہا: اس کی کیا قیمت لے گا؟ اس نے کہا: ستر ہزار دینار۔ ہم نے کہا: کچھ کم کیجئے۔ کہنے لگا: ایک کوڑی کم نہ ہوگی۔ آخر ہم نے اس سے کہا: ہم اس لونڈی کو اس تھیلی میں جو بھی ہے اس کے عوض خریدنا چاہتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ اس میں کتنے دینار ہیں۔ بردہ فروش کے پاس ایک سفید سر اور سفید ریش شخص تھا جس نے تھیلی کھولنے کے لیے کہا۔ بردہ فروش بولا: اسے مت کھولیے اگر ستر ہزار سے ایک کوڑی بھی کم نکلی تو میں ہرگز فروخت نہیں کروں گا۔ اس پر اس بزرگ نے تھیلی کھول کر جو بھی اس میں تھا اس کا وزن کرنے کے لیے کہا۔ ہم نے تھیلی کو کھول کر وزن کیا تو سونا بے کم وکاست ستر ہزار دینار مالیت کا نکلا۔ چنانچہ ہم نے لونڈی خریدی اور حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس وقت بھی حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ پاس کھڑے تھے۔ ہم نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کو تمام ماجرا سنایا۔ آپ کی زبان پر فوراً الحمد للہ کے الفاظ آئے۔ پھر میں نے اس لونڈی سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا نام حمیدہ ہے۔ آپ نے فرمایا: تو دنیا میں حمیدہ ہے اور آخرت میں محمودہ۔ آپ نے اس سے پھر پوچھا: کیا تم کنواری ہو یا باکرہ؟ اس نے کہا: میں کنواری ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی لونڈی بردہ فروشوں کے ہاتھوں سلامت رہ سکتی ہے اس نے کہا جب یہ بردہ فروش میرے نزدیک آ کر کسی برائی کا ارادہ کرتے تو یہ سفید سر اور سفید ریش بزرگ آگے آ کر اس کے منہ پر طمانچہ مارتے اور انہیں مجھ سے دور کر دیتے اور ایسا کئی بار ہوا۔ یہ سن کر حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے لونڈی کو حضرت امام جعفر کے حوالے کر دیا جس کے شکم سے بہترین خلائق حضرت موسیٰ بن جعفر پیدا ہوئے۔ (ایضا)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک دن آپ مدینہ میں چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ نے اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ تمہاری حالت یہ ہوگی کہ کسی وقت کوئی شخص مدینہ میں چار ہزار افراد کے ساتھ آ کر تین روز تک قتلِ عام کرے گا۔ پھر تمہارے مقاتلوں کو قتل کرے گا۔ وہ تمہارے لیے بہت سے مصائب پیدا کر دے گا جن کو تم دور نہ کر سکو گے۔ یہ واقعہ آئندہ سال ہوگا تمہیں اس سے بچنا چاہیے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ کہتا ہوں۔ اسے یقینِ محکم سے مانو۔ لیکن اہلِ مدینہ نے آپ کی ان حقیقت افروز باتوں کی طرف توجہ نہ دی اور چند آدمیوں کے سوا سب کہنے لگے: ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ بنی ہاشم کو معلوم تھا کہ آپ جو بھی کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ آئندہ سال حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ تمام بنو ہاشم کے ساتھ مدینہ سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد نافع الارزق مدینہ میں آیا اور اس نے وہی کچھ کیا جو آپ نے فرمایا تھا: اس واقعہ کے بعد اہل مدینہ نے کہا اب حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ جو بھی فرمائیں گے ہم اس سے سرمو تجاوز نہیں کریں گے کیونکہ یہ اہلِ بیتِ نبوت سے ہیں اور جو بھی کہتے ہیں حق و صداقت پر مبنی ہوتا ہے۔ (ایضا)

شہادت

سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھاون برس کی عمر ۱۱۴ھ میں شہید ہوئے آپ کو ہشام بن عبدالملک نے زہر دے کر شہید کروا دیا اور مدینہ طیبہ جنت البقیع میں اپنے والدِ گرامی سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور عمِ محترم کے قریب مدفون ہوئے۔ (ایضا)

اولادِ امجاد

سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد میں تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔ ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴۔ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ (سعادت الکونین، ص: ۱۹۸)

واضح رہے کہ بعض نے اس سے زائد اولاد بھی بیان کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ امامِ ششم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور بعض کے نزدیک ابو اسماعیل ہے۔ آپ صادق کے اشہر ترین لقب سے معروف ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام ام فروہ بنتِ قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق ہے۔ ام فروہ کی ماں حضرت اسماء بنتِ عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق ہیں۔ اسی باعث حضرت جعفر نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق نے دو بارہ جنم دیا۔ (ایضا)

آپ کی ولادت بمقام مدینہ منورہ ۸۲ھ بروز سوموار ماہ ربیع الاول کے آخری عشرہ میں ہوئی اور وفات بروز سوموار نصف رجب المرجب ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ آپ عظمائے اہلِ بیت سے ہیں اور ان میں سے تمام سے اعلم ہیں اور اس قدر کہ کثرتِ علوم مفیضہ جوان کے قلب پر نازل ہوئے ان کا احاطہ فہم و ادراک نہیں کر سکتے اور بھی علوم آپ سے روایت کئے جاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ کتاب جفر جو عبدالمؤمن کے توسط سے مغرب میں رائج ہے آپ کا ہی کلام ہے۔ یہ کتاب جفر کے نام سے مشہور ہے۔ جو آپ کے اسرار علوم پر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مشتمل ہے اور اس کا تذکرہ حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ کے ملفوظات میں صریحاً پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جس وقت مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو آپ نے فرمایا: جفر و جامعہ دونوں ایک دوسرے کا خلاف ہیں۔ آپ اس دعویٰ میں سچے تھے کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے علوم غابر و مزبور ہیں جنہیں ہم سینوں میں چھپائے رکھتے تھے اور کانوں تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر ہمارے پاس جفر احمر، جفر ابیض اور مصحف فاطمہ بھی ہے۔ لیکن علم جامعہ میں وہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں جن سے لوگوں کو واسطہ رہتا ہے ان کی تفسیر و تشریح بھی لوگ ہم سے پوچھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: غابر وہ علم ہے جس کی روشنی میں مستقبل کے تمام حالات سے آگاہی ہوتی ہے اور مزبور وہ علم ہے جس کی روشنی سے گزشتہ واقعات کا علم ہوتا ہے اور وہ علم جو دل میں پوشیدہ ہوتا ہے اس سے مراد الہام ہے اور وہ جو لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ ملائکہ کی باتیں ہیں۔ جن کو ہمارے کان ہی سن سکتے ہیں اور کوئی ان کی شخصیتوں کو نہیں دیکھ سکتا، لیکن جفر احمر حضور علیہ السلام کا ایک قسم کا اسلحہ ہے اور ہم اہل بیت اس کو کبھی بھی ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ اہل بیت سے یمن و برکت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ لیکن جفر ابیض سے مراد یہ ہے کہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک کے تمام علوم حاصل کیے جائیں، لیکن مصحف فاطمہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں وہ تمام واقعات و اسماء جو قیامت تک ظاہر ہونے والے ہیں موجود ہیں، اور جامعہ ایک ایسی کتاب ہے جو ستر گز لمبی ہے اس کی عبارت حضور نے ترتیب دی ہے، اس کو حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور قیامت تک انسانوں کی ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود ہے حتیٰ کہ ریت سے لے کر کوڑے اور آدھے کوڑے تک کی سزا بھی ہے۔

آپ کی زبانِ گوہر فشاں سے جو بھی حقائق و معارف اور دقائق و حکم صادر ہوئے وہ زبانِ زدِ خاص و عام ہیں اور اہلِ اسلام نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ذیل میں ان کی خرقِ عادات اور کرامات کا بالاختصار ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کی کرامات

خلیفہ منصور عباسی نے ربیع کو حکم دیا کہ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو میرے دربار میں پیش کرو۔ جب ربیع ان کو لے کر آئے تو منصور نے کہا:

(اللہ مجھے مار ڈالے اگر میں کسی حیلے یا کسی گروہ کے ذریعے کوئی فتنہ اٹھاؤں)

مگر تم فتنہ انگیزی کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی ہو، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ایسی کسی بات کی خواہش کی ہے نہ عملی طور پر کچھ کیا ہے اگر تمہارے پاس کوئی ایسی بات پہنچی ہے تو محض کسی جھوٹ بکنے والے کی وساطت سے پہنچی ہے اگر عیاذاً باللہ تمہارے بیان کے مطابق کوئی فتنہ انگیزی کی ہے تو اس کی مثال یوں ہے:

جناب یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے ظلم کیا تو انہوں نے معاف فرما دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو کچھ عطا ہوا تو انہوں نے شکر ادا کیا۔

یہ سب پیغمبر تھے اور تمہارا نسب ان سے ملتا ہے۔

منصور کہنے لگا آپ سچ کہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے آپ کو بلا کر تخت پر اپنے پاس بٹھالیا پھر کہا: آپ کی یہ بات فلاں شخص نے مجھے بتائی تھی۔ خلیفہ نے اسے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ حاضر ہوا تو اس سے پوچھا آیا تم نے یہ باتیں حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے سنی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! خلیفہ نے کہا: کیا تم اس کی قسم کھا سکتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر اس نے یوں قسم کھانا شروع کی۔ باللّٰہ لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ عالم غیب وشہادت ہے) حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خلیفہ! میں اسے قسم دیتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا: ہاں آپ اسے قسم دیں۔ آپ نے اس شخص سے کہا: کہو: بَرِئْتُ مِنْ حَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِهٖ وَالْتَجَاتُ اِلٰی حَوْلِیْ وَقُوَّتِیْ لَقَدْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا جَعْفَرُ وَقَالَ كَذَا وَكَذَا جَعْفَرُ۔

وہ اس طرح قسم کھانے سے احتراز کرنے لگا، آخر قسم کھالی اور قسم کھاتے ہی حاضرین کے سامنے پھڑک کر مر گیا۔ منصور نے کہا: اس ملعون کو گھسیٹ کر باہر لے جاؤ۔ ربیع کہتے ہیں جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ منصور کو ملنے آئے تو آپ نے زیرِ لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ اپنے لبوں کو جنبش دیتے رہے اور منصور کا غصہ فرو ہوتا رہا۔ اس نے آپ کو بڑی دیر تک اپنے پاس بٹھایا اور آپ سے خوشنودی کا اظہار کیا۔

جب آپ خلیفہ کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تو میں نے ربیع سے کہا یہ شخص (خلیفہ) تو آپ پر سخت ناراض تھا جب آپ تشریف لائے تو آپ نے زیرِ لب کیا پڑھا تھا جو خلیفہ کا غصہ یکدم فرو ہو گیا۔ آپ نے فرمایا میں اپنے دادا حسین رضی اللہ عنہ کی تلقین کردہ یہ دعا پڑھ رہا تھا:

يَا عِدَّتِيْ عِنْدَ شِدَّتِيْ وَيَا غَوْثِيْ عِنْدَ كُرْبَتِيْ اُحْرُسْنِيْ بِعَيْنِكَ الَّتِيْ لَا تَنَامُ وَاكْنِفْنِيْ بِرُكْنِكَ الَّذِيْ لَا يُرَامُ۔ (شواهد)

ربیع کہتے ہیں کہ میں نے یہ دعا یاد کر لی اور جب کبھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی میں نے اسے پڑھا اور وہ مشکل آسان ہو گئی اور مجھے راحت نصیب ہوئی۔ اسی طرح ربیع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے اس شخص کو قسم پوری کرنے سے پہلے دوسری قسم کیوں دی؟ آپ نے فرمایا: بندہ خدا تعالیٰ کی یکسوئی سے عظمت بیان کرتا ہے تو اسے علم کی دولت نصیب ہوتی ہے جس سے وہ اپنی سزا سے مطلع ہو جاتا ہے، چنانچہ میں نے اسے قسم دی تو اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے کانوں نے سنا ہے کے سبب اس کا جلد ہی مؤاخذہ کر لیا۔" (ایضاً)

۲...... ایک دن منصور نے اپنے دربان کو ہدایت کی حضرت جعفر کو میرے پاس پہنچنے سے پہلے شہید کر دینا۔ اسی دن حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور منصور کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ منصور نے دربان کو بلایا، اس نے دیکھا کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ جب آپ واپس تشریف لے گئے تو منصور نے دربان کو بلا کر کہا میں نے تجھے کس بات کا حکم دیا تھا؟ دربان بولا خدا کی قسم میں نے حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کو آپ کے پاس آتے دیکھا ہے نہ جاتے، بس اتنا نظر آیا کہ وہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ (ایضاً)

۳...... منصور کے ایک درباری کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز اسے غمگین و پریشان دیکھا تو کہا: اے خلیفہ! آپ متفکر کیوں ہیں؟ بولا: میں نے علویوں کے ایک بڑے گروہ کو مروا دیا ہے لیکن ان کے سردار کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہے؟ کہنے لگا: وہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما ہے میں نے کہا: وہ تو ایسی ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں محو رہتی ہے اسے دنیا کا کوئی لالچ نہیں۔

خلیفہ بولا: مجھے معلوم ہے تم اس سے کچھ ارادت وعقیدت رکھتے ہو حالانکہ پورے ملک کو اس سے کوئی دلچسپی اور امید وابستہ نہیں۔ میں نے قسم کھالی ہے کہ جب تک میں اس کا کام تمام نہ کر دوں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔

چنانچہ اس نے جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ جونہی امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما آئے، میں اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لوں گا تم اسے شہید کر دینا۔ پھر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ ہولیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زیرِ لب کچھ پڑھ رہے تھے جس کا مجھے پتہ نہ تھا لیکن میں نے اس چیز کا مشاہدہ ضرور کیا کہ منصور کے محلوں میں ارتعاش پیدا ہو گیا وہ ان سے اس طرح باہر نکلا۔ جیسے ایک کشتی سمندر کی تند و تیز لہروں سے باہر آتی ہے۔ اس کا عجیب حلیہ تھا، وہ لرزہ براندام اور برہنہ پا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے آیا اور آپ کے بازو کو پکڑ کر اپنے ساتھ تکیہ پر بٹھایا اور کہنے لگا: اے ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تو نے بلایا اور میں آ گیا۔ پھر کہنے لگا: کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے بجز اس کے کسی چیز کی ضرورت نہیں کہ تم مجھے یہاں بلایا نہ کرو میں جس وقت خود چاہوں آ جایا کروں گا آپ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔ تو منصور نے اسی وقت جامہائے خواب طلب کیے اور رات گئے تک سوتا رہا یہاں تک کہ اس کی نماز قضا ہو گئی، بیدار ہوا تو نماز ادا کر کے مجھے بلایا اور کہا جس وقت میں نے جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کو بلایا تو میں نے ایک اژدہا دیکھا جس کے منہ کا ایک حصہ زمین پر تھا اور دوسرا حصہ میرے محل پر۔ وہ مجھے فصیح و بلیغ زبان میں کہہ رہا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اگر تم سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کوئی گزند پہنچی تو تجھے تیرے محل سمیت فنا کر دوں گا۔ اس پر میری طبیعت غیر ہو گئی۔ جو تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ میں نے کہا یہ جادو یا سحر نہیں ہے یہ تو اسمِ اعظم (قرآن کریم) کی خاصیت ہے جو حضور علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے جو چاہا وہی ہوتا رہا۔ (ایضاً)

۴...... ابنِ جوزی نے کتاب ''صِفَةُ الصَّفْوَة'' میں لیث بن سعد سے باسناد خود روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں موسمِ حج میں مکہ معظمہ میں نمازِ عصر ادا کر رہا تھا، فراغت کے بعد میں کوہِ ابو قبیس کی چوٹی پر چڑھ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور دعا مانگ رہا ہے یارب یارب کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا، پھر کہا یار باہ، یار باہ۔ اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا اللہ یا اللہ کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا حی یا حی پڑھنے لگا، اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر اس نے یا رحیم یا رحیم پڑھا تو بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا ارحم الراحمین پڑھنے لگا اس دفعہ بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا اس نے سات بار اس طرح کیا، پھر اس نے دعا کی۔

ابھی اس کی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ میں نے وہاں ایک گچھا انگوروں کا اور دو نئی چادریں پڑے ہوئی دیکھیں اس وقت انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے۔ جب وہ ان انگوروں سے کچھ کھانے لگا تو میں نے بھی شرکت کی، اس نے کہا تم کیوں شریک ہوتے ہو۔ میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ نے دعا فرمائی اور میں نے آمین کہا۔

اس نے کہا میرے پاس آؤ، کھاتے جاؤ اور کوئی دانہ بچا کر نہ رکھنا۔ یہ ایسے انگور تھے جن کا بدل ملنا محال تھا، میں نے ایسے انگور نہ کبھی کھائے تھے، میں کھا کر سیر ہو گیا، لیکن ان میں سے ایک بھی کم نہ ہوا۔ پھر کہنے لگا: ان دو چادروں میں سے جو چاہو اٹھا لو۔ میں نے کہا: مجھے ضرورت نہیں۔ اس نے کہا ذرا ادھر ادھر ہو جاؤ میں ان چادروں کو چھپانا چاہتا ہوں۔ میں ایک طرف اوجھل ہو گیا تو اس نے ایک سے ازار بنالی اور دوسری سے اوڑھنی بنالی اور دونوں پرانی چادروں کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور چل دیا، میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا، جب صفاء و مروہ پر پہنچے تو اسے ایک شخص ملا جس نے کہا اے ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرا تن ڈھانپیے اللہ تعالیٰ تمہارا تن ڈھانپے گا۔ آپ نے وہ دونوں چادریں اسے دے دیں۔ میں اس شخص کے پیچھے پیچھے چلتا گیا، میں نے پوچھا: یہ چادریں دینے والے کون ہیں؟ تو اس نے کہا: یہ جعفر بن محمد ہیں۔ بعد ازاں میں نے ان سے حدیث سننے کے لیے بہت خواہش کی لیکن وہ نہ مل سکے۔ (شواہد)

۵...... کہتے ہیں داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کسی غلام کو قتل کر دیا اور اس کا مال و منال ضبط

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کرلیا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے وہ اس وقت اپنی چادر کو زمین پر بچھا رہا تھا، آپ نے فرمایا: تونے میرے غلام کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا ہے میں تمہارے لیے بخدا بدعا کروں گا۔ داؤد نے بر سبیلِ مذاق کہا: کیا تم مجھے ڈارتے دھمکاتے ہو۔ حضرت امامِ جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے گھر چلے گئے اور تمام رات قیام وقعود میں گزار دی۔ صبح ہوئی تو آپ نے داؤد کے لیے بددعا کی، ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ لوگوں میں سے کسی نے داؤد کو قتل کر دیا۔ (ایضاً)

۶...... جناب ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میرے ساتھ ایک کنیز بھی تھی، میں نے اس سے جماع کیا، بعدازاں حمام میں جانے کے لیے باہر آیا میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے ان کے مکان پر جارہے ہیں۔ میں بھی ان کے ہمراہ ہولیا، جب حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو آپ کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ نے فرمایا: اے ابوبصیر! تمہیں شائد پتہ نہیں کہ پیغمبروں اور ان کی آل واولاد کی قیام گاہوں پر جنابت کی حالت میں نہیں آتے۔ میں نے کہا: اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے احباب کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید آپ کی زیارت کی دولت پھر ہاتھ نہ آئے۔ اس لیے میں آ گیا۔ یہ کہہ کر میں نے توبہ کی کہ میں آئندہ ایسا نہ کروں گا اور پھر باہر آ گیا۔ (ایضاً)

۷...... ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست تھا جسے منصور نے محبوس کر دیا، میری ملاقات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حج کے موسم میں میدانِ عرفات میں ہوئی آپ نے مجھ سے میرے دوست کے متعلق پوچھا۔ میں نے کہا: حضور! وہ ویسے ہی قید میں ہے آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ایک گھنٹہ کے بعد فرمایا: خدا کی قسم تمہارے دوست کو بری کر دیا گیا ہے۔ راوی کہتا ہے جب میں حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو میں نے اپنے دوست سے پوچھا: تمہاری کس دن رہائی ہوئی؟ کہنے لگا: مجھے یومِ عرفہ کو بعد از نماز عصر چھوڑ دیا گیا تھا۔ (ایضاً)

۸...... ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک چادر خریدی اور مصمم ارادہ کرلیا کہ کسی دوست کو نہ دوں گا تا کہ میری وفات کے بعد مجھے کفن کا کام دے۔ میں عرفات سے مزدلفہ میں واپس آیا تو چادر گم ہوگئی۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ جب میں علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ میں آیا تو میں مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس سے آیا تھا آکر کہنے لگا کہ تجھے آپ بلاتے ہیں۔ میں جلدی سے آپ کے پاس گیا اور السلام علیکم کہہ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری چادر مل جائے جو تمہاری وفات کے بعد کفن کا کام دے۔ میں نے عرض کی: ہاں حضور دے دیجیے لیکن وہ تو گم ہوگئی ہوئی ہے۔ آپ نے اپنے غلام کو آواز دی جو ایک چادر لے کر آ گیا میں نے دیکھا تو یہ وہی چادر تھی۔ آپ نے فرمایا: اسے لے لو اور خدا کا شکر ادا کرو۔ (ایضاً)

۹...... ایک راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں مکہ معظمہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جارہا تھا کہ ہمیں ایک ایسی عورت کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ جس کے سامنے ایک مردہ گائے پڑی ہوئی تھی اور وہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ گریہ وزاری میں مصروف تھی۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ خدا تعالیٰ گائے کو زندہ کر دے۔ وہ بولی آپ مذاق کیوں کرتے ہیں، میں تو پہلے ہی مصیبت زدہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں مذاق نہیں کرتا۔

بعدازاں آپ نے دعا فرمائی، گائے کے سر اور پاؤں کو چھوا، پھر اسے بلایا تو وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بعدازاں حضرت امام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جعفر صادق رضی اللہ عنہ لوگوں میں گھل مل گئے اور وہ عورت آپ کو پہچان نہ سکی۔

۱۰......ایک راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لیے جا رہے تھے کہ رستے میں ہمیں کھجور کے سوکھے درختوں کے پاس ٹھہرنا پڑا۔ حضرت امام جعفر صادق نے زیرِ لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ جس کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ اچانک آپ نے ان سوکھے درختوں کی طرف منہ کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم میں ہمارے لیے جو رزق ودیعت کیا ہے اس سے ہماری ضیافت کرو۔ میں نے دیکھا کہ وہ کھجوریں آپ کی طرف جھک رہی تھی جن پر تر خوشے لٹک رہے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا: میرے پاس آؤ اور بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کھجوریں کھائیں۔ ایسی شیریں کھجوریں ہم نے پہلے کبھی نہ کھائی تھیں، اس جگہ ایک اعرابی بھی موجود تھا اس نے کہا آج جیسا جادو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم پیغمبروں کے وارث ہیں۔ ہم ساحر و کاہن نہیں ہوتے، ہم تو دعا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ عزَّ اجل، قبول فرمالیتا ہے۔ اگر تم چاہو تو ہماری دعا سے تمہاری شکل بدل جائے اور تم ایک کتے میں متشکل ہو جاؤ۔ اعرابی چونکہ جاہل تھا اس لیے کہنے لگا: ہاں ابھی دعا کیجیے۔ آپ نے دعا کی تو وہ کتا بن گیا اور اپنے گھر کی طرف بھاگ گیا۔ حضرتِ جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا۔ اس کا تعاقب کرو۔ میں اس کے پیچھے گیا تو وہ اپنے گھر میں جا کر بال بچوں اور گھر والوں کے سامنے اپنی دم ہلانے لگا۔ انہوں نے اسے ڈنڈا مار کر بھگا دیا میں واپس آیا تو تمام حال کہہ سنایا اتنے میں وہ بھی آ گیا اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے زمین پر لیٹنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے پانی ٹپکنے لگا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس پر رحم فرما کر دعا فرمائی تو وہ شکلِ انسانی میں آ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے اعرابی! میں نے جو کہا تھا اس پر یقین ہے یا نہیں؟ کہنے لگا: ہاں جناب ایک بار نہیں اس پر ہزار بار ایمان و یقین رکھتا ہوں۔

۱۱......ایک راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں بہت سے آدمیوں کے ساتھ حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا: جب خداوند قدوس نے حضرت ابراہیم کو "خُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ" کا حکم فرمایا تھا تو کیا وہ پرندے ہم جنس تھے یا ایک دوسرے سے مختلف؟ پھر فرمایا: اگر تم چاہو تو تمہیں ویسا ہی کر کے دکھاؤں؟ ہم نے کہا "ہاں۔"

آپ نے فرمایا: "اے مور! ادھر آ جاؤ۔" اسی وقت ایک مور حاضر ہو گیا۔

پھر کہا: اے کوے ادھر آؤ۔ فوراً ایک کوا آ گیا۔

پھر کہا: اے باز ادھر آؤ۔ اسی وقت ایک باز حاضر ہو گیا۔

پھر فرمایا: اے کبوتر ادھر آؤ۔ فوراً ایک کبوتر آ گیا۔

چاروں پرندے آ گئے تو آپ نے فرمایا: ان کو ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، اور ہر ایک کا گوشت دوسرے میں ملا دو لیکن ہر ایک کے سر کو بحفاظت رکھو۔"

اس کے بعد آپ نے مور کے سر کو پکڑ کر کہا: اے مور!

ہم نے دیکھا کہ اس کی ہڈیاں، پر اور گوشت اس کے سر کے ساتھ مل گئے اور وہ ایک صحیح و سالم مور بن گیا۔ اسی طرح دوسرے تین پرندوں سے معاملہ کیا، وہ بھی زندہ ہو گئے۔ (ایضاً)

۱۲......ایک آدمی آپ کے پاس دس ہزار دینار لے کر آیا اور کہا: میں حج سے واپسی پر اپنے اہل و عیال سمیت اس میں متوطن ہو جاؤں،

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حج سے واپسی پر وہ حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے جنت میں سرائے خرید لی ہے جس کی پہلی حد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر، دوسری حضرت علی رضی اللہ عنہ پر، تیسری حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر اور چوتھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتی ہے،اور یہ لو میں نے پروانہ لکھ دیا ہے،اسنے یہ بات سنی تو کہا میں اس پر خوش ہوں۔چنانچہ وہ پروانہ لے کر اپنے گھر چلا گیا گھر جاتے ہی بیمار ہو گیا اور وصیت کی کہ اس پروانے کو میری وفات کے بعد قبر میں رکھ دینا۔لواحقین نے تدفین کے وقت اس پروانے کو بھی قبر میں رکھ دیا۔دوسرے دن دیکھا تو وہی پروانہ قبر پر پڑا ہوا تھا اور اس کی پشت پر یہ مرقوم تھا۔کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ ایفاء ہو گیا۔(ایضاً)

۱۳..... ایک شخص نے آپ سے دعا کی التماس کی خدا تعالیٰ مجھے اتنا کچھ عطا کرے کہ میں بہت سے حج کروں۔آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! اسے اتنا دے کہ یہ پچاس حج کرلے۔چنانچہ اس نے پورے پچاس حج کیے۔لیکن جب اکاونواں حج کرنے کے لیے مقام جحفہ پہنچا تو غسل کرنے کی خواہش کی۔جونہی پانی کو ہاتھ لگایا تو پانی کی تند و تیز موجیں اسے بہا لے گئیں اور وہ انہیں میں ڈوب گیا۔(ایضاً)

انتقال

آپ کا وصال بروز سوموار نصف رجب المرجب ۱۴۸ھ میں ہوا۔آپ کی قبر شریف جنت البقیع مدینہ طیبہ میں اپنے والدِ معظم سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ اور جدامجد حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور تایا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔

اولادو امجاد

آپ کی اولادِ امجاد میں چھ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔

۱۔اسمٰعیل رضی اللہ عنہ	۲۔عبداللہ رضی اللہ عنہ
۳۔اسحٰق رضی اللہ عنہ	۴۔محمد رضی اللہ عنہ
۵۔علی رضی اللہ عنہ	۶۔موسیٰ رضی اللہ عنہ
۷۔ام فروہ رضی اللہ عنہا۔	

واضح رہے کہ حضرت مخدوم سید علاؤالدین علی احمد صابر کلیری علیہ الرحمہ کی شاخ ان سے ہے۔

حضرت امام موسیٰ بن جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ ساتویں امام ہیں۔آپ کی کنیت کاظم ہے۔یہ حقیقت ہے کہ کاظم کے لقب نے آپ کے حلم کو بڑھایا اور آپ نے حد سے بڑھنے والوں سے درگزر کیا۔آپ کی والدہ ام حمیدہ رضی اللہ عنہا بربریہ تھیں۔حضرت امام کی ولادت مقامِ ابوا میں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے ہوئی۔یہ اتوار کا دن تھا،صفر المظفر کی نو راتیں گزر چکی تھیں اور سن ۱۲۸ھ تھا۔آپ کو پہلی بار مہدی بن منصور کے حکم سے بغداد لا کر محبوس کیا گیا۔ایک رات مہدی نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ،کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے تھے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوا اَرْحَامَكُمْ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ربیع کہتے ہیں کہ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ اس نے مجھے بلایا۔ میں گیا تو سنا کہ وہ مذکورہ بالا آیت کو خوش الحانی سے پڑھ رہا تھا پھر مجھ سے کہنے لگا: ابھی جا کر موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو لے آؤ۔ میں نے تعمیل حکم کی اور آپ کو لے آیا۔ خلیفہ مہدی نے ان سے معانقہ کیا اور اپنے پاس بٹھا کر اپنی خواب سنائی، پھر کہا کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ آپ میرے اور میرے بچوں کے خلاف بغاوت نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: بخدا میرا تو کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی یہ بات مجھے زیب دیتی ہے کہ میں ایسا کروں۔ مہدی بولا: بالکل درست ہے۔ پھر اس نے ربیع سے کہا کہ ان کو دس ہزار دینار دے دو اور سامانِ سفر بھی تیار کر دو تا کہ آپ مدینہ چلے جائیں۔ ربیع کہتے ہیں کہ ہم نے راتوں رات تمام بندوبست کر دیا اور انہیں الوداع کہنے کے لیے ساتھ گئے تا کہ کوئی شخص آپ کی مزاحمت نہ کرے، چنانچہ آپ بخیر وعافیت مدینہ پہنچ گئے۔

خلیفہ نے دوسری بار آپ کو مدینہ منورہ سے بغداد بلایا اور محبوس کر دیا۔ آپ بروز جمعۃ المبارک مطابق ۲۵ رجب المرجب ۱۸۶ھ میں ہارون الرشید کی قید میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر بغداد میں ہے۔ کہتے ہیں آپ کو یحییٰ بن خالد برمکی نے ہارون الرشید کے حکم سے کھجوروں میں زہر ملا کر کھلائی تھی۔ (شواہد)

آپ سے مروی ہے کہ جب انہیں زہر دی گئی تو فرمایا مجھے آج زہر دے دی گئی ہے اور کل میرا بدن زرد ہو جائے گا، پھر نصف بدن سرخ ہو جائے گا، پھر سیاہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں فوت ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے کہا تھا۔ کتابیں آپ کے فضائل ومناقب سے بھری پڑی ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے عبادت گزار، فقیہہ، سخی اور کریم تھے۔ آپ کی بہت سی کرامتیں ہیں جن میں سے چند بلا اختصار یہاں رقم کی جاتی ہیں۔

۱...... معتبر کتابوں میں حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت موجود ہے وہ فرماتے ہیں کہ حج کے سفر کے دوران میں سرزمین قادسیہ میں جا نکلا، وہاں میں نے ایک خوبصورت اور بلند قامت نوجوان کو دیکھا جس نے پشمینہ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، کندھے پر ایک شملہ ڈالا ہوا تھا اور پاؤں میں نعلین تھے۔ وہ بہت سے انسانوں میں سے نکل کر ایک جگہ اکیلا آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نوجوان طبقۂ صوفیاء سے معلوم ہوتا ہے اور شاید چاہتا ہے کہ اس سفر میں مسلمانوں پر بار بن جائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ میں اسے جا کر سرزنش کروں تا کہ وہ اس کام سے باز آ جائے۔ جونہی میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے کہا: اے شقیق! اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں نے دل ہی دل میں خیال کیا کہ یہ عجیب بات ہوئی ہے اس نے تو میرا نام اور مافی الضمیر کہہ دیا ہے یہ کوئی بے ارتیاب نیک آدمی ہے۔ مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیے۔ میں نے ہر چند تیز چلنے کی کوشش کی لیکن اسے نہ پا سکا۔ دوسری منزل پر پہنچے تو میں نے اسے مشغولِ نماز دیکھا اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے پھر چاہا کہ اس سے معافی مانگوں۔ چند منٹ توقف کے بعد میں اس کی طرف چل دیا۔ اس نے کہا: اے شقیق! وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى۔ (القرآن) یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں سمجھا کہ یہ نوجوان ابدالوں میں سے ہے جس نے دوبارہ میرے دل کی بات بتا دی ہے۔

جب ایک اور جگہ پہنچے تو میں نے اسے ایک کنویں پر کھڑا دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک چرمی ڈول تھا جس سے وہ پانی نکالنا چاہتا تھا لیکن وہ ڈول ہاتھ سے کنویں میں جا پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف چہرہ کر کے دعا کی بخدا میں نے پانی کو اوپر آتے ہوئے دیکھا اس

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ڈول کو سطحِ آب سے اٹھالیا اور اس سے وضو کر کے چار رکعت نماز ادا کی، پھر وہ ریت کے ایک ٹیلے کی طرف چل دیا اور اپنی مٹھی میں تھوڑی سی ریت پکڑ کر اس ڈول میں ڈال دی پھر اسے خوب ہلایا اور پی گیا۔ یہ دیکھا تو میں اس کے پاس گیا اور السلام علیکم کہا۔ آپ نے وعلیکم السلام کہا۔ میں نے کہا: مجھے کھانا کھلایئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اس نوجوان نے کہا: اے شفیق! ہمیشہ خداوند تعالیٰ کی ظاہر و باطن کی نعمتیں مجھے ملتی رہتی ہیں اس لیے تو خدا تعالیٰ کے بارے میں نیک گمان رکھ۔ پھر اس نے مجھے وہی ڈول دیا جس میں سے میں نے پانی پیا۔ اس میں ستو اور شکر ہے۔ مجھے خدا کی قسم ان سے شیریں اور لذیذ چیز میں نے کبھی نہیں پی تھی۔ میں سیراب ہو گیا۔ یہاں تک کہ مجھے چند دن تک اکل و شرب کی حاجت نہ رہی۔ اس کے بعد وہ مجھے نظر نہ آیا۔

جب مکہ مکرمہ پہنچے تو میں نے اسے تہجد پڑھتے ہوئے دیکھا وہ نہایت خشوع وخضوع سے نماز ادا کر رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہ سلسلہ تمام رات جاری رہا۔ صبح ہوئی تو نمازِ فجر کے بعد طواف کرنے لگ گیا۔ طواف کر کے باہر چلا گیا، میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ اب اس کے پاس کئی غلام اور خدام تھے اور لوگوں نے اس کو گھیر رکھا تھا اور کہہ رہے تھے: السلام علیک یا ابن رسول اللہ ﷺ۔ میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ میرے منہ سے برجستہ نکلا کہ اس سید سے اس قسم کی عجیب وغریب باتوں کا صدور کوئی تعجب کی بات نہیں۔ (شواہد)

۲...... ہارون الرشید نے علی بن یقطین کو نہایت عمدہ کپڑے جن میں ایک گدڑی بھی تھی جو نہایت عمدہ ریشمی کپڑے سے بنی ہوئی تھی عطا کی۔ علی بن یقطین نے اس کمالِ محبت کے سبب جو اسے حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے تھی ان کپڑوں کے علاوہ بہت سی اور چیزیں ان کی خدمت میں بھیج دیں۔ آپ نے تمام چیزیں قبول کر لیں لیکن وہ گدڑی واپس کر دی اور فرمایا اسے سنبھال کر رکھنا تمہارے کام آئے گی۔ چند روز کے بعد علی بن یقطین اپنے کسی غلام پر سخت ناراض ہو گیا اور وہ اس سے بھاگ کر ہارون الرشید کے ہاں پہنچ گیا وہاں جا کر کہنے لگا: میرے آقا نے موسیٰ بن کاظم رضی اللہ عنہ کے اپنا امام تسلیم کر لیا ہے اور اس کے لیے بہت سا مال و دولت بھیجا ہے اس میں ایک گدڑی بھی ہے جو آں جناب نے از راہِ اعزاز و اکرام بھیجی تھی۔ ہارون الرشید نے سنا تو بہت آگ بگولا ہوا۔ اسی وقت ایک گماشتہ بھیج کر علی بن یقطین کو بلایا۔ وہ دربار میں حاضر ہوا تو خلیفہ نے پوچھا کہ وہ گدڑی جو میں نے تجھے پہنائی تھی اس کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: اے خلیفہ! وہ تو میرے پاس ہی ہے۔ خلیفہ نے کہا: اُسے حاضر کرو۔ اس نے غلام طلب کیا اور اسے کہا: فلاں گھر چلے جاؤ وہاں ایک صندوق ہے، فلاں کنیز سے اس کی چابی لے کر اس کا منہ کھولنا اس میں سے ایک سر مہر برتن نکلے گا اسے لے آؤ۔ غلام نے چند منٹ بعد وہ برتن حاضر کر دیا۔ ہارون الرشید نے اس کی مہر توڑنے کو کہا۔ جب ڈھکنا اٹھا تو اسے وہی گدڑی نظر آ گئی جسے اس نے خوب عطر وگلاب میں بسا کر رکھا ہوا تھا خلیفہ کی تسلی ہوئی تو اس کا غصہ بھی فرو ہو گیا۔ پھر کہا اسے وہیں پہنچا دو اور خوش وخرم رہو آئندہ میں کبھی تمہارے بارے میں کسی کے کہنے میں نہ آؤں گا۔ (ایضاً)

۳...... ایک شخص کی روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ کاظم کو مہدی نے پہلی بار بغداد میں طلب کیا تو آپ نے مجھے ضروریاتِ زندگی بازار سے خرید لانے کو کہا۔ جونہی آپ کی نظرِ انتخاب مجھ پر پڑی تو آپ نے مغموم و پریشان دیکھا۔ فرمایا: اے فلاں کیا بات ہے تم

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پریشان نظر آتے ہو؟ میں نے کہا: مغموم ومحزون کیوں نہ ہوں آپ ایک ایسے ظالم کے پاس جارہے ہیں جس کے پاس جانے کا انجام معلوم نہیں کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: کوئی ڈر نہیں میں فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو واپس آجاؤں گا لہٰذا تم اول شب میرا انتظار کرنا۔ میں نے اس دن سے روز وشب شمار کرنا شروع کر دیے روزِ مرعود آیا تو میری انتظار کشی کوئی رنگ نہ لائی۔ آفتاب غروب ہو گیا لیکن مجھے کوئی شخص آتا ہوا دکھائی نہ دیا۔ میرے دل میں شیطان لعین نے وسوسے ڈالے۔ میں ان وسوسوں سے بہت ڈرا اور مجھ پر ایک عظیم اضطراب غالب آ گیا۔ ناگاہ مجھے عراق کی طرف سے ایک تاریکی نظر آئی اور جناب موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اس تاریکی کے آگے آگے ایک خچر پر سوار یہ آواز دے رہے ہیں: اے فلاں! اے فلاں۔ میں نے کہا: اے ابن رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا قریب تھا کہ تم وہم وگمان میں پڑ جاتے۔ میں نے عرض کی: بالکل حضور یہی بات تھی۔ پھر میں نے کہا الحمدللہ کہ آپ کو اس ظلم سے خلاصی حاصل ہوئی۔ آپ نے فرمایا: وہ ایک بار مجھے اور بلائے گا لیکن اس دفعہ مجھے خلاصی حاصل نہ ہوگی۔ (ایضاً)

۴...... ایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں مجاور تھا میں نے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اور زیادہ میں حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہی رہتا ایک دن سخت بارش ہوئی میں نے خدمت میں حاضر ہونے کا لباس پہنا۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو السلام علیکم کہا۔ آپ نے وعلیکم السلام کہا، پھر فرمایا اے فلاں! ابھی اپنے گھر چلے جاؤ کیونکہ تمہارے گھر کی چھت تمہارے مال واسباب پر گر پڑی ہے۔ میں واپس آیا تو دیکھا کہ میرے گھر کی چھت بہہ گئی تھی، میں نے چند آدمیوں کو کرایہ پر لیا جنہوں نے میرا سامان نیچے سے نکالا۔ میری کوئی چیز سوائے ایک طشتری کے گم نہ ہوئی اس سے میں وضو کرتا تھا، آپ کو پتہ چلا تو آپ نے چند لمحوں کے لیے مراقبہ کیا پھر فرمایا: میرا خیال ہے تم اسے کسی جگہ بھول گئے ہو، جاؤ اپنی سرائے کے مالک کی کنیز سے پوچھو کہ میری طشتری تم نے تو نہیں اٹھائی، اگر اٹھائی ہے تو مجھے واپس دے دو، وہ تمہیں دے دے گی۔ میں نے واپس جا کر کنیز سے کہا میں فلاں جگہ اپنی طشتری بھول گیا تھا تم آئی تھیں اور اٹھا کر لے گئی تھیں وہ مجھے واپس کر دو تا کہ میں وضو کرلوں۔ وہ اسی حالت میں گئی اور لا کر پیش کر دی۔ (ایضاً)

۵...... اسی راوی کا بیان ہے کہ جب آپ کو بصرہ لے گئے تو میں مدائن کے نزدیک آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا۔ ہمارے عقب میں بھی ایک کشتی تھی جس میں ایک عورت تھی، جس نے اپنے خاوند سے سہاگ رات منائی تھی، اچانک اس کشتی سے شور وغوغا سنائی دی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیسا شور ہے؟ میں نے عرض کی کشتی میں دلہن جارہی ہے۔ ایک گھنٹہ گزرا تو پھر شور وشیون سنائی دیا۔ آپ نے پوچھا: یہ آہ وفغاں کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ کشتی میں بیٹھی ہوئی دلہن نے دریا سے تھوڑا سا پانی لینا چاہا تو اس کا طلائی کنگن پانی میں گر گیا ہے۔ اور وہ رورہی ہے۔ آپ نے فرمایا کشتی کا خیال رکھنا۔ لوگوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ نیز آپ نے کہا کہ اس کشتی کے ملاح سے بھی کہہ دو کہ کشتی کو بحفاظت رکھے۔ کشتی کنارے پر لگی تو آپ نے زیر لب کچھ پڑھنا شروع کیا پھر ملاح سے فرمایا کہ وہ لنگوٹا باندھ کر پانی میں کود ے اور کنگن کو پکڑ لے۔ ہم نے دیکھا کہ کنگن سطح آب پر آ گیا اور ملاح نے پانی میں کود کر کنگن کو پکڑ لیا۔ (ایضاً)

۶...... ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کے پاس ایک سو دینار تھے جو اس نے مجھے دے دیے تا کہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کروں۔ میرے پاس بھی ایک چیز تھی، جب میں مدینے پہنچا تو نہانے دھونے کے بعد اپنی چیزوں کو صاف کیا اور ایک شخص سے مشک وغیرہ لے کر ان پر چھڑکا۔ پھر جب میں نے اس شخص کے مال کو گنا تو ننانوے دینار

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نکلے، دوبارہ گنا تو اتنے ہی تھے لہذا ایک دینار میں نے اپنے پاس سے ان میں ملا دیا، رات ہوئی تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی میری جان آپ پر قربان ہو میرے پاس کچھ رقم ہے جس سے قربِ خدائے قدوس حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا لے آؤ۔ میں اپنے دیناروں کو آپ کی خدمتؒ میں لے گیا اور عرض کی: آپ کے پاس غلام نے بھی مجھے ایک چیز دی ہے۔ آپ نے فرمایا: لے آؤ۔ میں نے تھیلی پیش کی تو آپ نے فرمایا زمین پر رکھ دو۔ میں نے رکھ دی۔ جونہی آپ نے اپنا دستِ مبارک اس پر پھیرا تو میرا دینار علیحدہ ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے وزن پر اعتبار ہے عدد پر نہیں۔

۷......ایک راوی کا بیان ہے کہ علی بن یقطین اور ایک اور صاحب نے مجھے کہا کہ فلاں آدمی کے ساتھ کوفہ جاؤ اور وہاں سے دو سواریاں خرید کر یہ خط اور یہ مال حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا دو۔ میں کوفہ میں گیا اور اس شخص کے ہمراہ دو سواریاں خریدیں۔ مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ قیام کر کے کچھ کھانا شروع کر دیا اچانک ہماری نظر حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ پر پڑی جو ایک خچر پر سوار آ رہے تھے ہم ادبا کھڑے ہو گئے اور آپ کی خدمت اقدس میں سلام کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے لے آؤ۔ ہم نے سب کچھ پیش کر دیا اور پھر وہ خط بھی آپ کو دے دیا۔ آپ نے کچھ خط اپنی آستین سے نکالے اور فرمایا: یہ تمہارے خطوط کے جواب ہیں بہ امانِ خدا واپس چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ ہمارا زادِراہ ختم ہو چکا ہے اگر آپ اجازت دیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرنے کے لیے زادِ راہ بھی لے لیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس توشہ میں سے کچھ باقی ہے؟ ہم نے عرض کی: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ ہم نے حاضر کر دیا۔ آپ نے اسے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ زادِ راہ تمہارے لیے کوفہ تک کافی ہے، تم بہ امانِ خدا واپس چلے جاؤ۔ آپ کے ارشاد کے مطابق ہم واپس لوٹ آئے اور وہ زادِ راہ کوفہ میں آ کر بھی باقی رہا۔ (ایضاً)

شہادت

۲۱ رجب ۱۸۳ھ میں انتقال فرما گئے۔ کاظمین (عراق) میں مدفون ہوئے۔

اولادِ امجاد

آپ کی اولادِ امجاد کثرت سے تھی۔ جس میں بیس صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ علی رضا رضی اللہ عنہ	۲۔ عقیل رضی اللہ عنہ
۳۔ ہارون رضی اللہ عنہ	۴۔ حسن رضی اللہ عنہ
۵۔ حسین رضی اللہ عنہ	۶۔ زید رضی اللہ عنہ
۷۔ عبید اللہ رضی اللہ عنہ	۸۔ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ
۹۔ اسماعیل رضی اللہ عنہ	۱۰۔ اسحٰق رضی اللہ عنہ
۱۱۔ یحییٰ رضی اللہ عنہ	۱۲۔ احمد رضی اللہ عنہ
۱۳۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ	۱۴۔ عمر رضی اللہ عنہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۵۔جعفر اکبر رضی اللہ عنہ | ۱۶۔جعفر اصغر رضی اللہ عنہ
۱۷۔حمزہ رضی اللہ عنہ | ۱۸۔قاسم رضی اللہ عنہ
۱۹۔عباس رضی اللہ عنہ | ۲۰۔عبد اللہ رضی اللہ عنہ

صاحبزادیوں کے اسماء یہ ہیں:

۱۔خدیجہ رضی اللہ عنہا | ۲۔علیہ رضی اللہ عنہا
۳۔اسماء صغریٰ رضی اللہ عنہا | ۴۔اسماء کبریٰ رضی اللہ عنہا
۵۔فاطمہ کبریٰ رضی اللہ عنہا | ۶۔فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا
۷۔زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا | ۸۔زینب صغریٰ رضی اللہ عنہا۔
۹۔ام کلثوم کبریٰ رضی اللہ عنہا | ۱۰۔ام کلثوم صغریٰ رضی اللہ عنہا۔
۱۱۔ام فروہ رضی اللہ عنہا | ۱۲۔ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا
۱۳۔ام القاسم رضی اللہ عنہا | ۱۴۔آمنہ رضی اللہ عنہا
۱۵۔حلیمہ رضی اللہ عنہا | ۱۶۔محمودہ رضی اللہ عنہا
۱۷۔امامہ رضی اللہ عنہا | ۱۸۔میمونہ رضی اللہ عنہا

(سعادت الکونین)

یاد رہے کہ کچھ ان میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔لیکن تعداد کی کمی میں اختلاف نہیں ہے۔جیسا کہ بعض اس سے زیادہ اولاد کے قائل ہیں۔

واضح رہے کہ سلطان الاولیاء قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ المتوفی ۶ رجب المرجب ۶۳۲ھ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل مبارک سے ہیں۔

حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ آٹھویں امام ہیں۔آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔حضرت امام موسیٰ کاظم سے روایت ہے کہ میں نے اپنی کنیت ان کو دے دی۔'' آپ کا لقب رضا ہے۔ابی جعفر محمد بن علی رضا رضی اللہ عنہم سے کہا گیا کہ ان کا نام ان کے والدِ محترم نے مامون الرضا رکھا تھا اور انہیں عہدہ ولایت کی بھی وصیت فرمائی تھی تو آپ نے کہا اللہ سبحانہ، نے ان کا نام الرضا رکھا کیونکہ وہ آسمانوں میں اللہ کی رضا تھا اور زمین میں اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا تھے۔آپ کو گذشتہ آئمہ میں اس بنا پر خصوصیت حاصل ہے کہ آپ اپنے موافقوں کی طرح مخالفوں سے بھی راضی رہے۔آپ کے والد موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے میرے بیٹے کو رضا کہہ کر پکارو، اور جب وہ ان کو مخاطب فرماتے تو کہتے اے ابوالحسن۔آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں بروز پنج شنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ میں ہوئی۔یعنی اپنے دادا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات کے ۲۵ سال بعد ہوئی۔آپ کی والدہ امِ ولد ہیں جن کے بہت سے نام ہیں مثلاً اروی، نجمہ، شمانہ اور ام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

البنین ۔ کہتے ہیں کہ حضرت حمیدہ رضی اللہ عنہا حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی والدہ کی کنیز تھیں۔ ایک رات حضرت حمیدہ رضی اللہ عنہا نے جناب حضور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ نجمہ کی شادی اپنے بیٹے موسیٰ سے کر دو کیونکہ ان سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تمام اہلِ زمین سے بہتر ہوگا۔ حضرت رضا رضی اللہ عنہ کی والدہ سے روایت ہے کہ جب میں حاملہ ہوئی تو مجھے کسی قسم کا بوجھ محسوس نہ ہوا اور سوتے وقت مجھے اپنے پیٹ سے سبحان اللہ اور اللہ اللہ کے آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ مجھ پر ایک ہیبت غالب آجاتی اور میں بیدار ہو جاتی لیکن پھر کوئی آواز نہ آتی۔ پیدائش کے وقت آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دیے اور چہرہ آسمان کی طرف، لبوں کو جنبش دینے لگے ایسے ہی جیسے کوئی باتیں کرتا ہے اور دعا مانگتا ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ایک خاص آدمی نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ مغرب کے تاجروں میں سے کوئی آیا ہے یا نہیں؟'' میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔'' اس نے کہا: ''آیا ہے۔'' میں اس کے ساتھ سوار ہو کر چلا آیا یہاں تک کہ ہم اس تاجر کے پاس پہنچ گئے اس نے ہمارے سامنے سات کنیزیں پیش کیں لیکن انہوں نے کسی کو قبول نہ کیا اور فرمایا: کوئی اور دکھاؤ۔ وہ کہنے لگا اور تو کوئی نہیں، مگر ایک کنیز ہے جو بیمار رہتی ہے۔ آپ واپس چلے گئے۔ آپ نے دوسرے دن مجھے بھیجا اور فرمایا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ قیمت پوچھو، جو بھی کہے وہ قیمت اسے دے کر خرید لو۔ میں نے اس کے پاس جا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ میں اس قیمت سے ایک کوڑی بھی کم نہ لوں گا۔ میں نے کہا: جتنی قیمت چاہے لے لو میں خریدنے کو تیار ہوں۔ کہنے لگا: جا میں نے فروخت کر دی لیکن یہ بتا کہ اس کا شوہر کون ہوگا؟ میں نے کہا قبل از وقت میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اس نے کہا: تجھے ایک بات بتاتا ہوں، جب میں نے اس کنیز کو مغرب کے ایک دور دراز شہر سے خریدا تو ایک اہلِ کتاب عورت کی مجھ پر نظر پڑ گئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا یہ کنیز کس کے لیے ہے؟ میں نے کہا میں نے اپنے لیے خریدی ہے۔ وہ بولی: یہ کنیز ایسی کنیز نہیں جو تیرے لیے ہو یہ تو کسی ایسے شخص کے لیے ہے جو اہلِ دنیا میں سے بہترین انسان ہو کیونکہ اس کے بطن سے تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک فرزندِ عظیم پیدا ہونے والا ہے جس کا مشرق و مغرب میں مثیل نہیں ملے گا۔ روای کہتے ہیں جب میں اس کنیز کو لایا تو کچھ عرصہ حضرت کاظم کے پاس رہی اور حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ متولد ہوئے۔ حضرتِ موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: تیرا بیٹا علی اللہ جل جلالہ، کے نور سے ہے جو اس کی حکمتیں بیان کرے گا، اس کی رائے صائب ہوگی جس میں خطا نہ ہوگی، وہ جاہل نہیں عالم ہوگا اور اس کی مجلس میں حکماء اور علماء ہوں گے۔ (شواہد)

کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے اور زبانوں پر جو کچھ بھی مذکور ہے حضرت رضا رضی اللہ عنہ کے بہت سے فضائل و مناقب میں سے ایک تھوڑا سا حصہ ہے یا یوں کہئے کہ بحرِ ذخار میں سے ایک قطرہ ہے جو اپنے اختصار کے باعث بھی کہیں سما نہیں سکتا۔ اسی باعث آپ کے خوارقِ عادات و کرامات کو بالاختصار پیش کیا جاتا ہے۔

۱...... جب خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو جب بھی آپ اسے ملنے کے تشریف لے جاتے خدام و حجاب آپ کا استقبال کرتے اور مامون کے دروازے پر جو پردہ آویزاں ہوتا اسے اٹھا دیتے تا کہ آپ اندر چلے جائیں۔ آخر کار اس بارے میں مخلص و باصفا افراد کے ساتھ چند بندگانِ ہوا الجھ گئے اور جب حضرت رضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو وہ بیٹھے ہوئے تھے آپ کو دیکھ کر بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے اور استقبال کر کے پردہ کو اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو ایک دوسرے کو کہنے لگے: ہم

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نے ایسا کیوں کیا؟ دوسری بار پھر اس بات پر متفق ہوئے کہ اب ایسا نہ کریں گے۔ جب آپ بار دیگر تشریف لائے تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو السلام علیکم کہا لیکن پردہ اٹھانے میں کچھ لیت ولعل کی اللہ تعالیٰ نے پیشتر اس کے کہ وہ پردہ اٹھاتے ایسی ہوا چلا دی جس نے پردہ اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو ہوا بند ہوگئی اور جب واپس آنے کا ارادہ کیا تو ہوا پھر چلنے لگی اور پردہ اٹھ گیا ان (حاسدوں) نے دیکھا تو کہنے لگے جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ، عزیز رکھے اس کی کوئی بھی سبکی نہیں کرسکتا۔ بعدازاں وہ اسی طرح خدمت سرانجام دینے لگے۔ (ایضا)

۲......حضرت دعبل بن علی الخزاعی جو اپنے زمانے کے افصح ترین شعراء میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب میں نے **مَدَارِسُ آیَاتٍ خَلَتْ مِنْ تِلَاوَةٍ** '' قصیدہ لکھا اور حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تو اس وقت خراسان میں مامون الرشید کا ولی عہد بھی موجود تھا۔ میں نے اسے بھی سنایا تو اس نے پسند کیا اور مجھے کہنے لگا اس قصیدہ کو کسی کے پاس مت پڑھنا سوائے اس شخص کے جسے میں چاہوں۔ یہ خبر مامون الرشید کو پہنچی تو اس نے مجھے دربار میں طلب کیا اور تمام احوال پوچھنے کے بعد کہا: قصیدہ ''مدراس آیات سناؤ۔ میں نے لیت ولعل کیا۔ پھر اس نے حضرت علی رضاہ کو بلایا، وہ تشریف لائے تو کہا: اے ابوالحسن! میں نے دعبل سے قصیدہ مدراس آیات کے متعلق کہا تھا لیکن اس نے نہیں سنایا۔ حضرت علی رضا نے فرمایا تو میں نے پڑھ دیا۔ آپ نے پسند فرمایا۔ مامون نے پچاس ہزار دینار عطا کیے اور اتنے ہی دینار حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے۔ میں نے عرض کی۔ یا سیدی: میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا عطا کریں جس سے میں اپنا کفن بناؤں۔ آپ نے مجھے ایک کرتہ اور ایک تولیہ دیا۔ یہ دونوں چیزیں نہایت عمدہ تھیں، پھر فرمایا: انہیں سنبھال کر رکھنا کیونکہ ان سے تمہیں تمام آفات سے تحفظ ملے گا۔ اس کے بعد میں عازم عراق ہوا۔ راستے میں ہمیں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا میرے پاس صرف ایک پرانا کرتہ بچا اور مجھے اس کرتے اور تولیے کا بہت افسوس تھا جو آپ نے مجھے دیئے۔ آپ کے اس ارشاد پر کہ انہیں سنبھال کر رکھنا یہ تمہاری حفاظت کریں گے'' بہت متفکر تھا کہ اچانک میں نے چوروں میں سے ایک چور کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھا اس نے میرا جامۂ بارانی پہنا ہوا تھا وہ میرے سامنے آ کر کھڑا ہوگیا اور اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا وہ سب آ گئے تو اس نے ''مدراُس آیات خلت من تلاوۃ'' پڑھنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ روتا بھی رہا۔ میں نے دل میں کہا: یہ عجب ماجرا ہے کہ یہ ڈاکو بھی طریقِ محبتِ اہلِ بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کیے ہوئے ہیں۔ لہٰذا مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت رضا رضی اللہ عنہ کی دونوں چیزیں مجھے واپس مل جائیں۔ میں نے کہا: اے سردار! یہ قصیدہ کس نے کہا ہے؟ کہنے لگا: تجھے اس سے کیا؟ میں نے کہا: میں اس کے متعلق کچھ راز رکھتا ہوں جو بتاؤں گا۔ اس نے کہا اس کا مصنف اس سے بھی مشہور ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے؟ تو اس نے کہا: وہ دعبل بن علی شاعر آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ میں نے کہا: اے سردار! دعبل میں ہی ہوں اور یہ قصیدہ میں نے ہی کہا ہے اس نے بہت سی باتیں پوچھیں اور اہلِ قافلہ کو تمام احوال پوچھے۔ تمام لوگوں نے گواہی دی کہ دعبل یہی ہے۔ اس پر اس ڈاکو نے قافلہ والوں سے جو بھی چھینا تھا سب واپس کر دیا اور کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھی اور ہمارا محافظ بن کر ہمیں خطرے کے تمام مقامات سے گزارا۔ اس طرح میں اور تمام اہلِ قافلہ نے اس کرتے اور تولیے کی برکت سے محن وبلا سے مخلصی پائی اور ہمارا تحفظ ہوا۔

ذکرت محل الربع من عرفات　　فاسبکیت دفع العین بالعبرات
مدراُس آیات خلت من تلاوۃ　　ومنزل وحی مقفر العرضات

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لآل رسول اللہ بالخنیف من منی   وبالبیت والتعریف والحجرات
دیار علی والحسین وجعفر   وحمزت والسجاد ذی الثفنات
دیار عفاھا جود کل معاند   ولم تعت بالایام والتنوات
دیار عبداللہ والفضل صفوۃ   سلیل رسول اللہ ذی الدعوات
منازل کانت الصلوٰۃ والمتقی   المعصوم والطھیر والحسنات
منازل جبریل الامین یحلھا   من اللہ بالتسلیم والزکوٰۃ
منازل وحی اللہ معدن علمہ   سبیل الرشاد واضح الطرقات
منازل وحی اللہ ینزل حولھا   علی احمد الروحات والغدوات
فاین الاولی شطت بھم غربۃ الری   افانین فی الاقطار مختلفات
ھم آل میراث النبی اذانتموا   وھم خیرسادات وخیرحمات
مطاعیم فی الاعسار کل مشھد   فقد شرفوابالفضل والبرکات
اذالم شاخ اللہ فی صلواتنا   بذکرلم یقبل الصلوٰۃ
ائمۃ عدل یھتدی بفعالھم   ولومن منھم ذلۃ العثرات
فیارب زدقلبی وبصیرۃ   وزوجھم یارب فی الحسنات
دیاریارسول اللہ اصبحن مبلقعا   ودارزیاد اصبحت حمرات
وآل رسول اللہ ھلب رقاب ھم   وآل زیاد غلظ القصرات
وآل رسول اللہ تدفی نحورھم   وآل زیاد زینوالحجلات
وآل زیاد فی القصور مصونۃ   وآل رسول اللہ فی الفلوات
فیاوارثی علم النبی وآلہ   علیکم السلام دائم النفحات
لقد امنت نفسی بکم فی حیوتنا   وانی ارجوالا من عند ممات

بعض روایتوں کے مطابق جب دعبل علیہ الرحمۃ پڑھتے پڑھتے اس شعر پر پہنچا

وقبر لبغداد النفس زکیہ
تضمنھا الرحمن العرفات

ترجمہ: اگرچہ اس پاکیزہ جسم کو بغداد میں دفن کیا گیا تھا مگر خدائے رحمان نے آپ کو میدان عرفات تک وسعت دے دی۔
تو حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے دعبل! اس جگہ ایک شعر کا الحاق میری طرف سے کرلو تاکہ تمہارا قصیدہ مکمل ہوجائے۔
دعبل نے کہا: اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درست ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ نے کہا:

وقبر بطوس يالها من مصعة الخت

علی الاحشار بالزفرات

دعبل نے پوچھا: اے ابن رسول اللہ رضی اللہ عنہ! یہ قبر کس کی ہوگی؟

آپ نے فرمایا: میری اور بہت جلد طوس اہلِ بیت کے محبوں اور دوستوں کے آنے جانے کی جگہ ہوگی۔ جو بھی میری زیارت کو آئے گا اس غربت میں میرے ساتھ ہوگا اور عرصۂ محشر میں اس کی مغفرت ہوگی۔ (شواہد)

۳...... اہلِ کوفہ میں سے ایک کا بیان ہے کہ جب میں خراسان جانے کے لیے کوفہ سے باہر نکلا تو میری لڑکی نے مجھے ایک بہت اچھا کپڑا دیا اور کہا: اسے بیچ کر میرے لیے فیروزہ خرید لانا۔ جب میں مرو پہنچا تو غلامان علی رضا رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: ہمارا ایک ساتھی فوت ہوگیا ہے اس کے کفن کے لیے یہ کپڑا ہمارے پاس بیچ دو۔ میں نے کہا: میرے پاس کوئی کپڑا نہیں۔ یہ سن کر وہ چلے گئے۔ لیکن دوسری دفعہ پھر آ گئے اور کہا: ہمارے آقا نے تجھے سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ تمہارے پاس ایک کپڑا ہے جو تمہاری لڑکی نے تمہیں دیا تھا تا کہ تم اسے بیچ دو، اور اس کے لیے فیروزہ خرید سکو۔ ہم اس کی قیمت لائے ہیں۔ میں نے کپڑا انہیں دے دیا اور بعد ازاں دل میں کہا کہ چند مسئلے آپ سے پوچھتا ہوں دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے چند مسئلے ایک کاغذ پر لکھ لیے اور علی الصبح آپ کے در دولت پر حاضر ہوگیا۔ وہاں لوگوں کا ایک ہجوم تھا کسی کو مجال نہ تھی کہ وہ اس بھیڑ میں آپ کو بآسانی مل سکے۔ میں حیرت و استعجاب کے عالم میں کھڑا تھا کہ آپ کا ایک غلام باہر آیا اور میرا نام لے کر ایک تحریر شدہ کاغذ مجھے دیا اور کہا اے فلاں! یہ تیرے سوالوں کے جواب ہیں میں نے دیکھا تو یہ میرے سوالوں کے جواب تھے۔ (ایضا)

۴...... اہلِ نباح میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ا کو خواب میں دیکھا کہ نباح میں تشریف لائے ہیں اور جس مسجد میں حاجی ٹھہرتے ہیں وہاں قیام فرما ہیں۔ میں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر السلام علیکم عرض کیا۔ آپ کے سامنے ایک طباق تھا جس میں صیحانی کھجوریں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے مٹھی بھر مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے گنیں تو سترہ کھجوریں تھیں۔ میں نے ان سے یہ تعبیر لی کہ میری عمر سترہ سال باقی ہے۔ اس واقعہ کے بیس روز بعد میں نے سنا کہ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ اس مسجد میں تشریف لائے ہیں تو میں فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ میں نے آپ کو اسی جگہ تشریف فرما دیکھا جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ فرما تھے۔ آپ کے پاس بھی اسی طرح ایک طبق کھجوروں کا پڑا ہوا تھا، میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا آپ نے جواب دیا اور مجھے اپنے نزدیک بلا کر مٹھی بھر کھجوریں دیں میں نے گنیں تو سترہ تھیں۔ میں نے کہا: اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے تو اس سے زیادہ کھجوریں چاہئیں۔ آپ نے فرمایا: اگر حضور علیہ السلام تجھے ان سے زیادہ دیتے تو میں بھی دے دیتا۔ (ایضا)

۵...... ایک راوی کا بیان ہے کہ ریان بن صلت نے مجھ سے کہا میری خواہش ہے تم میرے لیے حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ سے حکمِ باریابی حاصل کرو تا کہ میں آپ کی خدمت میں اس امید سے حاضری دوں کہ آپ مجھے اپنے کپڑوں میں سے ایک کپڑا پہنائیں اور اپنے نام چند درہم بھی عطا فرمائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا اور ابھی میں نے کچھ بھی نہ کہا تھا کہ آپ فرمانے لگے: ریان بن صلت چاہتا ہے کہ یہاں اس امید سے حاضر ہو کہ میں اسے کپڑے پہناؤں اور وہ دراہم جو میرے نام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سے جاری ہوئے ہیں ان میں سے چند اسے دوں۔ ریان بن صلت کو یہاں لے آؤ۔ ریان اندر گئے تو آپ نے انہیں دو کپڑے عطا کیے اور تیس درہم دیئے۔

۶......ایک قزاق نے کسی تاجر کو کرمان کے رستہ میں موسمِ سرما میں پکڑ لیا، اور اس کے منہ کو برف کی طرف کر کے لٹا دیا، یہاں تک کہ اس کی زبان بے کار ہوگئی اور وہ بآسانی بات کرنے سے محروم ہوگیا۔ جب وہ خراسان پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ نیشاپور تشریف لے گئے ہیں۔ اس نے اپنے آپ سے کہا وہ اہل بیت میں سے ہیں ان کی خدمت میں حاضری سے شاید کوئی علاج ہو سکے۔ اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہے اور طلبِ شفا کر رہا ہے آپ نے فرمایا: کمونی، پودینہ صحرائی اور نمک لے کر انہیں پانی میں بھگو لو اور دو تین بار منہ میں رکھو تو شفا پاؤ گے۔ خواب سے بیدار ہوا تو اسے اس پر اعتبار نہ آیا۔ جب نیشاپور پہنچا تو پتہ چلا کہ آپ باہر تشریف لے گئے ہیں اور کسی رباط میں مقیم ہیں وہ تاجر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا ماجرا سنایا لیکن خواب کا ذکر نہ کیا۔ جناب امامِ رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ تمہاری دوا وہی ہے جو میں نے تمہیں خواب میں بتائی تھی۔ اس نے کہا: اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتا ہوں کہ دوبارہ سنوں۔ آپ نے فرمایا: تھوڑی سی کمونی، پودینہ صحرائی اور نمک لے کر پانی میں تر کر لو اور دو تین بار منہ میں رکھو گے تو شفا پاؤ گے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور شفایاب ہوگیا۔

۷......ایک دن آپ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا: اے بندۂ خدا! جو چاہتا ہے اس کی وصیت کر اور جس چیز سے گریز نہیں اس کے لیے تیار ہو جا۔ اس بات کو تین دن گزرے تھے کہ وہ شخص مر گیا۔

۸......ابو اسماعیل سندھی کہتے ہیں کہ میں حضرت رضا رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے گیا تو مجھے عربی کی الف، با بھی نہیں آتی تھی میں نے انہیں سندھی میں سلام کیا تو آپ نے اسی زبان میں جواب دیا۔ بعدازاں میں نے اپنی زبان میں کئی سوال کیے آپ نے تمام کا اسی زبان میں جواب دیا پھر میں نے آتے وقت عرض کی: مجھے عربی نہیں آتی آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اس سے ملہم فرما دے۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے ہونٹوں پر پھیرا تو اسی وقت میں نے عربی بولنا شروع کر دی۔

۹......ایک راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حج کا ارادہ کیا تو میری لونڈی کو ایک نہایت عمدہ ریشمی کپڑے کے احرام کی حلت و حرمت کا اندیشہ پیدا ہوا میں نے ریشمی لباس ترک کر دیا اور کپڑا پہن لیا جب میں مکہ پہنچا تو حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط کے ساتھ وہ کپڑا بھی بھیج دیا لیکن اس میں یہ لکھنا بھول گیا کہ ریشمی کپڑے سے احرام باندھنا جائز ہے یا ناجائز۔ حالانکہ میں نے خط اسی نسبت سے ارسال کیا تھا یہاں تک کہ قاصد خط کا جواب لے کر آ گیا۔ خط کے آخر میں لکھا تھا کہ اگر محرم ریشمی احرام باندھ لے تو کوئی حرج نہیں۔

۱۰......ایک راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت رضا رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک باغ میں باتیں کر رہا تھا کہ اچانک ایک چڑیا آ کر زمین پر گر پڑی اور اضطراب کی حالت میں آہ و فغاں کرنے لگی۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے معلوم ہے یہ کیا کہتی ہے؟ میں نے عرض کی اللہ جل شانہ، اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابنِ رسول اللہ رضی اللہ عنہ خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ اس گھر میں ایک سانپ ظاہر ہوا ہے جو چاہتا ہے کہ میرے بچوں کو چٹ کر جائے۔ آپ نے مجھے فرمایا: اٹھو اور اس گھر میں جا کر سانپ کو مار دو۔ میں اٹھا اور اس گھر میں جا کر دیکھا تو سانپ چکر کاٹ رہا تھا۔ میں نے اسے ہلاک کر دیا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۱......ایک راوی کا بیان ہے کہ میری بیوی حاملہ تھی جسے میں حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کی: حضور دعا فرمادیں رب العزت اسے فرزند عطا فرمادے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری بیوی دو بچوں سے حاملہ ہے۔ واپسی پر میں نے خیال کیا کہ ایک کا نام محمد رکھوں گا اور ایک نام علی۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: ایک کا نام علی رکھنا اور ایک کا نام ام عمر۔ جب دونوں بچے دنیا میں آئے تو ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی۔ علی اور ام عمر بالترتیب نام رکھے گئے۔ ایک دن میں نے اپنی ماں سے پوچھا ام عمر کیا نام ہے؟ میری ماں نے جواب دیا کہ میری ماں کا نام ام عمر تھا۔

۱۲......ایک راوی سے روایت ہے کہ میں نے خراسان میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے جب مجھے مدینہ منورہ طلب کیا گیا تو میں نے اپنے تمام عمال کو جمع کر کے کہا مجھ پر گریہ کروتا کہ میں تمہاری گریہ وزاری کو سنوں۔ بعدازاں میں نے بارہ ہزار درہم ان میں تقسیم کیے اور کہا کہ اب میں تمہارے پاس دوبارہ نہیں آؤں گا۔

۱۳......جب مامون الرشید نے آپ کو عہدۂ خلافت پیش کیا تو آپ نے قبول نہ کیا۔ اس کی یہ استدعاء اور آپ کا انکار دو ماہ تک چلتا رہا۔ آخر جب بات حد سے بڑھ گئی تو وعید وتہدید تک پہنچی تو آپ نے قبول کرلیا۔ آپ نے اس معاملہ میں بہت کچھ لکھا جس کے آخر میں یہ الفاظ ثبت تھے:۔

وَالْجَفْرُ وَالْجَامِعَةُ يَدُلَّانِ عَلٰى ضِدِّ ذٰلِكَ وَمَا اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَلَا بِكُمْ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ لٰكِنِّىْ اِمْتَثَلْتُ اَمْرَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاٰثَرْتُ رِضَاهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُنِىْ وَاِيَّاهُ۔ (شواھد)

۱۴......ابو الصلت بروی کے قصہ سے بھی آپ کی کرامات کا ظہور ہوتا ہے وہ قصہ یوں ہے، وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا تھا تو آپ نے مجھ سے کہا اس قبر میں جاؤ یہ قبر ہارون الرشید کی ہے اس کی چاروں طرف سے مٹی اٹھالاؤ۔ میں آپ کے حکم کے مطابق مٹی اٹھالایا۔ آپ نے سونگھی اور پھر پھینک دی، اور پھر کہا: جلدی ہی یہاں میرے لیے ایک گڑھا کھودیں گے جس میں سے ایک پتھر ظاہر ہوگا۔ جسے خراسان کے تمام گورکن بھی نہیں ہلا سکتے۔ پھر آپ نے فرمایا: فلاں جگہ سے مٹی لے آؤ میں لے آیا تو فرمایا: وہاں میرے لیے ایک گڑھا کھودیں گے جو سات ہاتھ گہرا ہوگا، پھر اس کے درمیان قبر شق کریں گے اور اگر فرمان شاہی پورا نہ ہوا تو پھر لحد ہی بنائیں گے، جو دو ہاتھ ہوگی، اسے خداوند کریم جس قدر چاہے فراخ وکشادہ کردے گا۔ یہ گڑھا کھودتے وقت میرے سرہانے کی طرف سے ایک قسم کی تری پیدا ہوگی۔ میں نے جس بات کی تمہیں تعلیم دی ہے۔ وہی کرنا۔ پانی جوش کھائے گا اور لحد اس سے بھر جائے گی۔ اس میں تجھے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی۔ یہ روٹی میں تجھے دیتا ہوں چھوٹی چھوٹی کر کے پانی میں ڈال دینا تا کہ وہ کھالیں۔ جب کچھ نہ بچے گا تو ایک بڑی مچھلی آئے گی جو چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی۔ جب ان مچھلیوں میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے گی تو بڑی مچھلی غائب ہوجائے گی جب غائب ہوجائے تو تم اپنا ہاتھ پانی پر رکھ دینا اور جو میں نے تمہیں کہا ہے وہی کہہ دینا یہاں تک کہ پانی کی سطح نیچی ہوجائے اور کچھ نہ بچے۔ یہ سب کچھ مامون الرشید کی موجودگی میں کرنا۔ پھر کہا: اے ابو الصلت کل میں مامون کو ملنے آؤں گا۔ اگر میں اپنے سر پر کوئی چیز پہن کر نہ آؤں تو مجھ سے بات کرلینا اور اگر میرے سر پر کوئی چیز ہوئی تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔ ابو الصلت کہتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے کپڑے پہنے اور مامون الرشید کے غلام کا انتظار کرنے لگے۔ آپ مامون کے پاس گئے اس کے ہاں میووں کے طباق رکھے ہوئے تھے اور وہ ہاتھ میں انگور کے خوشے پکڑے ہوئے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تھا، مامون الرشید آپ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے کودا اور آپ سے معانقہ کر کے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کو بٹھایا، پھر وہ انگور کے خوشے آپ کو دیئے اور کہا: اے ابن رسول اللہ! کیا آپ نے ان انگوروں سے بہتر کبھی انگور دیکھے ہیں؟ آپ نے کہا اچھے انگور تو بہشت میں دیکھے ہوں گے۔ پھر مامون نے کہا: کھایئے حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معذور سمجھو۔ مامون نے بات کو ذرا بڑھا کر کہا: آخر کون سی چیز مانع ہے۔ شاید آپ مجھے متہم سمجھتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے آپ سے وہ خوشہ لے لیا اور چند دانے کھا کر دوسری دفعہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ آپ نے اس میں سے دو تین دانے کھائے اور باقی کو رکھ دیا۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے کہا آپ کہاں جارہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: جہاں تم نے بھیجا۔ پھر اپنے سر مبارک پر کوئی چیز باندھ کر باہر تشریف لے آئے۔ میں نے آپ سے کلام نہ کی۔ آپ اپنی سرائے میں آئے اور فرمایا: سرائے کا دروازہ بند کر دو تعمیلِ حکم پر آپ اپنے بستر پر سو گئے۔ اور میں سرائے میں حیران و غمگین کھڑا رہا۔ اچانک میں نے ایک خوب صورت نوجوان کو دیکھا جس کے بال مشکبو اور عطر رسا تھے اس کی شکل حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے بہت ملتی جلتی تھی میں بھاگ کر اس کے پاس گیا اور عرض کی: آپ کہاں سے تشریف لے آئے دروازہ تو بند تھا؟ اس نوجوان نے کہا: مجھے وہ شخص لایا ہے جو ایک لحہ میں مدینہ سے لے آتا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو کہا: میں حجۃ اللہ محمد بن علی ہوں اور اپنے باپ کے پاس آیا ہوں۔ اور مجھے کہا کہ چلے آؤ۔ جب حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور معانقہ کر کے اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے بستر پر لے گئے وہ نوجوان اپنا چہرہ اپنے والد کی طرف کر کے بیٹھ گیا اور کچھ راز کی باتیں کیں جن کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ بعد ازاں میں نے حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کے دونوں لبوں پر برف کی طرح کچھ سفید کچھ جھاگ دیکھی جسے محمد بن علی نے چاٹ لیا۔ پھر اس نوجوان نے اپنے والد کے کپڑوں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو چڑیا کی طرح ان کے سینہ سے کوئی چیز باہر نکل آئی اور نیچے گر گئی اسی وقت امام رضا کا انتقال ہو گیا۔ جناب محمد بن علی نے فرمایا: اے ابو الصلت! اٹھو اور بیت المال سے پانی اور تختہ لاؤ۔ میں نے عرض کی: بیت المال میں پانی ہے نہ تختہ۔ آپ نے فرمایا: میں جو کہتا ہوں اس کی تعمیل کرو۔ میں بیت المال میں گیا تو وہاں پانی اور تختہ موجود پایا جسے میں لے آیا میں نے چاہا کہ آپ کی مدد کروں لیکن آپ نے فرمایا: اے ابو الصلت! میری کوئی اور مدد کرنے کو حاضر ہے۔ آپ نے امام علی رضا رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور پھر کہا: بیت المال میں ایک کپڑوں کا صندوق ہے اس میں کفن اور سامانِ حنوط موجود ہے وہ لے آؤ میں گیا اور دیکھا کہ وہاں وہ صندوق موجود تھا جسے میں نے قبل ازیں کبھی نہیں دیکھا۔ اس صندوق کو لا کر رکھا تو آپ نے حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کو کفن دے کر نماز جنازہ ادا کی، پھر کہا: تابوت لے آؤ، میں نے عرض کی: میں جاتا ہوں تاکہ بڑھئی کو تابوت بنانے کے لیے کہوں۔ آپ نے کہا: بیت المال میں جاؤ۔ میں گیا تو وہاں ایک تابوت دیکھا جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں وہ تابوت لے آیا جس میں آپ نے امام علی رضاء کو لٹا دیا پھر دو رکعت نماز پڑھنا شروع کی ابھی نماز ختم نہ ہوئی تھی کہ تابوت اپنی جگہ سے اٹھنا شروع ہوا مکان کی چھت پھٹ گئی اور تابوت اس سے نکل کر فضا میں چلا گیا۔ میں نے عرض کی: اے ابن رسول اللہ! مامون کو بھی بلا لینا چاہئے۔ آپ نے فرمایا: خاموشی سے کام لو تابوت ابھی واپس آجائے گا۔ پھر فرمایا: اے ابو الصلت: کوئی ایسا پیغمبر نہیں جس کا انتقال مشرق میں ہو اور اس کا وصی مغرب میں واصلِ بحق ہو بجز اس کے کہ ان کے روحیں اور جسم آپس میں مل جائیں یہ بات ابھی تمام کو نہ پہنچی تھی کہ گھر کی چھت پھٹی اور وہ تابوت نیچے آگیا آپ نے حضرت امام کو تابوت سے باہر نکالا اور بستر پر اس طرح لٹا دیا گویا وہ بیٹھے ہوئے ہوں اور ان پر کوئی کفن وغیرہ نہیں پھر کہا اٹھو اور دروازہ کھولو۔ میں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نے دروازہ کھولا تو مامون مع اپنے غلاموں کے گریہ وزاری کرتا ہوا، گریبان چاک کرتا ہوا، اور سر پر طمانچے مارتا ہوا اندر آیا اور کہا: سیداہ فجعت بك یاسیداہ۔ اس کے بعد ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔ تو حضرت امام محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ آپ کی قبر کھود دو۔ میں اس جگہ گیا تو جو کچھ حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی مشاہدہ کیا۔ مامون الرشید نے پانی اور مچھلیوں کو دیکھا تو کہا حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے جس طرح زندگی میں عجیب باتوں کا ظہور ہوتا تھا زندگی کے بعد بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ مامون کے ایک درباری نے سنا تو کہا: اے خلیفہ! تجھے پتہ ہے کہ اس کا اشارہ کس طرف ہے؟ یہ اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ تمہاری حکومت کثرت اور اطاعت میں ان مچھلیوں کی طرح ہے جب تمہارے مرنے کا وقت آئے گا اور تمہاری زبان کے بند ہونے کے آثار پیدا ہوں گے تو خداوند تعالیٰ تم پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو تمہیں فنا کر دے گا۔" مامون نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں۔ ابوا لصلت سے دوسری روایت ہے کہ جب مامون حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کے دفن سے فارغ ہوا تو کہا: آپ نے جو باتیں تم سے کہی تھیں وہ مجھے بتاؤ۔ میں نے کہا: وہ تو میں اسی وقت بھول گیا تھا چونکہ میں نے سچ بولا تھا اس لیے اس نے مجھے قید میں ڈال دیا میں ایک سال قید میں رہا اور میری روزی سخت تنگ ہوگئی۔ میں نے کہا: بارِ خدایا! محمد وآلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میری روزی میں کشائش پیدا کر دے۔ ابھی میری دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ میں حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کے دیدار سے مشرف ہوا آپ فرما رہے تھے کہ اے ابوا لصلت! پریشان ہو گئے ہو۔ میں نے عرض کی ہاں حضور! آپ نے فرمایا: اٹھو اور باہر جاؤ۔ آپ نے میرے ہاتھوں کے بندھنوں کو چھوا تو وہ کھل گئے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور سرائے سے باہر تشریف لے آئے نگہبان اور غلام دیکھتے رہے لیکن کسی کو مجھ سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اب اللہ تعالیٰ کی امان و تحفظ میں چلے جاؤ۔ اب تم مامون کو ملو گے نہ وہ تمہیں ملے گا۔ ابوا لصلت کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت سے مامون کو نہیں دیکھا۔ (شواہد)

شہادت

آپ کا وصال بروز جمعۃ المبارک رمضان ۲۰۲ھ میں مقامِ طوس سناباد کے گاؤں میں ہوا اور ان کا روضہ ہارون الرشید کی قبر کے مغرب کی طرف ہے جسے سرائے حمید بن قحطبۃ الطائی کہتے ہیں۔

اولادِ امجاد

آپ کی اولادِ امجاد میں پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ محمد تقی رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ حسین رضی اللہ عنہ۔ ۳۔ حسن رضی اللہ عنہ۔

۴۔ جعفر رضی اللہ عنہ۔ ۵۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ۔

اور صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ان کی تعداد میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضرت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ نویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔ آپ کا نام اور کنیت حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے۔ اسی لیے آپ کو ابو جعفر ثانی بھی کہتے ہیں۔ آپ کا لقب تقی اور جواد ہے۔ آپ کی والدہ اِم ولد تھیں جن کا نام خیزران تھا۔ بعض نے ریحانہ بھی لکھا ہے۔ کہتے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہیں یہ حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بمطابق رجب المرجب ۱۹۵ھ میں ہوئی۔مامون الرشید آپ کے ادب اور فضل وکمال کا جو آپ کو بچپن میں ہی حاصل تھے معترف تھا اس لیے اس نے اپنی بیٹی امِ فضل کا نکاح آپ سے کر دیا۔اور اسے آپ کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیج دیا اور ہر سال ہزار ہزار درہم بھیجتا رہا۔

کہتے ہیں کہ اپنے والد حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جناب امام تقی رضی اللہ عنہ بارہ سال کی عمر میں بغداد کے کوچے میں لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ اتفاق سے مامون الرشید جو شکار کی غرض سے باہر جارہا تھا وہاں سے گزرا تمام لڑکے ایک طرف بھاگ گئے لیکن حضرت جواد ایک جگہ کھڑے رہے مامون نے نزدیک آ کر آپ کو دیکھا آپ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں حسنِ قبولیت بخشا تھا۔مامون نے پوچھا: اے لڑکے: تو دوسرے بچوں کے ساتھ ایک طرف کیوں نہیں گیا؟ حضرت امام تقی رضی اللہ عنہ نے فی الفور جواب دیا: اے امیر المؤمنین! راہ تنگ تو نہیں جسے میں تمہارے چلنے کے لیے کشادہ کروں اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا جس سے ڈر کر میں بھاگ جاتا اور میں یہ حسنِ ظن رکھتا ہوں کہ آپ کسی کو بلا جرم سزا نہیں دیتے مامون الرشید کو آپ کا یہ طرزِ تکلم بہت پسند آیا اور آپ سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے کہا: میرا نام محمد رضی اللہ عنہ ہے۔مامون نے پوچھا: آپ کس کے بیٹے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں امام رضا رضی اللہ عنہ کا لڑکا ہوں۔مامون آپ کے والد کے نام پر بہت خوش ہوا اور جدھر جانا تھا چلتا بنا۔اس کے پاس بہت سے شکاری باز تھے جب شہر سے باہر نکلا تو ایک چکور کے پیچھے چھوڑا۔وہ باز غائب ہو گیا اور دیر تک غائب ہی رہا۔کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کی چونچ میں نیم زندہ چھوٹی سی مچھلی تھی۔مامون کو اس سے سخت تعجب ہوا اور اسے اپنے ہاتھ میں لیے واپس آ گیا۔جب اس جگہ پہنچا جہاں حضرت امام تقی رضی اللہ عنہ لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے تو لڑکے حسب دستور ایک طرف ہو گئے لیکن حضرت امام تقی رضی اللہ عنہ کھڑے رہے۔خلیفہ مامون نزدیک پہنچا تو کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے کہا: لبیک یا امیر المؤمنین! خلیفہ نے آپ سے پوچھا: بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بلحاظ مشیت اپنی قدرت کے سمندر میں ایک چھوٹی سی مچھلی پیدا کی ہے جو خلفاء اور بادشاہوں کے ہاتھوں میں جانے سے روک لی جاتی ہے اور اہلِ نبوت اس سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔مامون الرشید یہ بات سن کر ششدر رہ گیا اور آپ کی طرف بہت دیر تک دیکھتا رہا۔پھر کہا: آپ حقیقۃً ابنِ رضا ہیں۔بعد ازاں اس نے وہ انعام جو آپ کو دیا کرتا تھا دوگنا کر دیا۔(شواہد)

اور اسی طرح روایت ہے کہ امِ فضل نے اپنے باپ مامون کو مدینہ منورہ سے شکایت لکھ بھیجی کہ حضرت جواد مجھ سے لڑتے جھگڑتے ہیں اور دوسری بیوی کے خواہشمند ہیں۔مامون نے اسے جواب میں لکھا کہ میں نے تیرا نکاح اس سے اس لیے نہیں کیا تھا کہ میں حلال چیز کو اس پر حرام کر دوں آیندہ خبردار مجھے اس قسم کی باتیں نہ لکھنا۔

آپ کے کلماتِ قدسیہ

۱۔ العامل بالظلم والمعين له الراضي به شركاء۔

۲۔ العلماء يوم العدل على الظالم اشد من يوم جور على المظلوم۔

۳۔ العلماء غربا كثرة الجهال بينهم۔

۴۔ المصير على المصيبة على الشامة بها۔

۵۔ من امل فاجراً كان ادنى عقوبة الحرمان۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۶۔ الثعان علیلان ابداً صحیح کمی وعلیل مخلط۔

آپ کی کرامات

جب مامون الرشید نے اپنی بیٹی ام فضل کا نکاح کر کے مدینہ منورہ روانہ کیا تو آپ راستے میں چند روز کے لیے کوفہ میں ٹھہرے۔ آخری دن آپ ایک مسجد میں تشریف لے گئے جس میں بیری کا درخت تھا جو کبھی بھی بار آور نہیں ہوا تھا، آپ نے کوزہ طلب فرمایا، اس درخت کی جڑ میں بیٹھ کر وضو فرمایا۔ بعد ازاں نماز مغرب ادا کرنے کے لیے چلے گئے۔ نماز ادا کر کے درخت کی جڑ کے پاس پہنچے، دیکھا تو اس پر بغیر گٹھلی کے میٹھا پھل لگا ہوا تھا جسے لوگ بطور تبرک لیتے اور کھاتے۔

۲...... اسلاف میں سے کسی نے روایت کی کہ جب میں عراق میں تھا تو سنا کہ کسی نے ملکِ شام میں دعویٰ پیغمبری کر دیا ہے اور اسے ایک جگہ پابجولاں لا کر قید کر دیا گیا ہے میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں دربانوں کو کچھ دے کر اس کے پاس چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بقائمی ہوش وحواس ہے۔ میں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میں شام میں خدا تعالیٰ کی عبادت میں اس مسجد میں جس میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نیزے پر نصب تھا، مشغول تھا۔ ایک رات میں روبقبلہ ہو کر بیٹھا ہوا تھا ذکر الٰہی میں مشغول تھا کہ ناگاہ ایک شخص سامنے سے ظاہر ہوا جس نے مجھ کو کھڑا ہونے کو کہا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو مسجد کوفہ میں پایا۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا: تمہیں پتہ ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ میں نے عرض کی: یہ مسجدِ کوفہ ہے۔ وہ نماز کے لیے کھڑا ہو گیا میں نے بھی اس کی اقتداء کی۔ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر آ گیا میں اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ وہ تھوڑی دیر چلا۔ میں بھی ساتھ چلتا گیا میں نے دیکھا کہ میں مسجدِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہوں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر صلوٰۃ وسلام پڑھا لیکن وہ نماز میں مشغول ہو گیا میں بھی نماز پڑھنے لگا۔ وہ باہر آیا تو میں بھی باہر آ گیا۔ ابھی تھوڑی دور چلے تھے۔ کہ میں نے اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں پایا۔ اس نے طواف کعبہ کیا میں بھی طواف کعبہ سے مشرف ہوا۔ وہ باہر آ گیا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر آ گیا۔ وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور میں نے اپنے آپ کو ملکِ شام کی اسی مسجد میں پایا جہاں میں عبادت میں مشغول تھا۔ ان حالات میں مجھے بہت تعجب ہوا اور کچھ سمجھ نہ آئی کہ ایسا کیسے ہوا؟ آئندہ سال پھر یہی موقع آیا۔ وہ شخص پھر ظاہر ہوا اور مجھے ساتھ لے کر پچھلے سال کی طرح بعینہٖ پھرتا رہا۔ جب میں اپنی جگہ پر واپس آیا اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کا وقت آیا تو میں نے اس سے کہا: تجھے قسم ہے اس خدائے مقتدر کی جس نے تجھے وہ چیز بخشی ہے جس کا میں نے مشاہدہ کیا ہے، بتا تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہم ہوں۔ صبح ہوئی تو میں نے ان لوگوں کو یہ واقعہ سنایا جنہیں میرے متعلق کچھ تردد تھا۔ یہ خبر والیٔ شام کو بھی پہنچ گئی۔ اس نے مجھ پر دعویٰ نبوت کا الزام لگا کر مجھے قید وبند میں ڈال دیا۔ اور اپنے ساتھ لے آیا۔ میں نے اندریں حالات بادشاہ کو رقعہ لکھا اور اس سے متعلق گزارشات کیں۔ بادشاہ نے اسی رقعہ کی پشت پر لکھ دیا۔ کہ جو شخص تجھے ایک ہی رات میں شام سے کوفہ، کوفہ سے مدینہ منورہ اور مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اور پھر وہاں سے واپس لے آیا ہے اس سے کہو کہ وہ تمہیں قید وبند سے بھی نجات وخلاصی دلائے۔ مجھے اس کا جواب بہت گراں گزرا اور میں بہت مغموم ومحزون ہو گیا۔ صبح اٹھ کر جیل خانہ کی طرف چل دیا تا کہ اسے صورتِ حال سے آگاہ کروں۔ میں نے دیکھا کہ تمام لشکری اور محافظ اضطرابی حالت میں تھے۔ میں نے پوچھا: تمہیں کیا ہے۔ یہ اضطراب کیسا؟ کہنے لگے: جس شخص نے دعوٰی نبوت کیا تھا کل سے قید وبند سے غائب ہو گیا ہے ہمیں کچھ پتا نہیں چلتا کہ اسے زمین نگل گئی ہے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یا آسمانی پرندے لے اڑے ہیں۔(شواہد)

۳..... مامون الرشید کا انتقال ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: میری موت آج سے تیس مہینے بعد ہوگی۔ جب مامون الرشید کی وفات کو تیس مہینے گزر گئے تو آپ نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

۴..... ایک شخص کا بیان ہے کہ میں حضرت جواد کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ فلاں صالح نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور وہ آپ سے کفن کے لیے کسی کپڑے کا ملتجی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ان باتوں سے مستغنی ہو چکا ہے۔ یہ سن کر میں باہر آ گیا لیکن مجھے آپ کے ارشاد کی کچھ سمجھ نہ آئی۔ آخر پتہ چلا کہ وہ اس سے تیرہ چودہ روز پہلے ہی مر چکا تھا۔

۵..... ایک اور شخص بیان کرتا ہے کہ ہم آپ کے اصحاب میں سے ایک کے ساتھ سفر پر جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سفر اختیار کرنے سے بیشتر ہم حضرت جواد کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ الوداع کہیں۔ آپ نے فرمایا: آج باہر مت جاؤ کل تک رکے رہو۔ باہر آئے تو میرا ساتھی کہنے لگا: میں تو جا رہا ہوں کیونکہ میرا دوست تو باہر جا چکا ہے۔ یہ سن کر میں حیران و پریشان کھڑا رہ گیا اور وہ چلتا بنا۔ رات کو جس وادی میں ٹھہرا تھا سخت سیلاب آیا اور وہ ڈوب کر مر گیا۔

شہادت

آپ کا انتقال ۲۶ ذوالحجہ ۲۲۱ھ بروز بدھ ہوا۔ آپ کی قبر مبارک اپنے جدِ امجد حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر کی پچھلی طرف بغداد شریف میں ہے۔

اولادِ امجاد

آپ کی اولادِ امجاد میں دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں جن کے اسمائے مبارک یہ ہیں۔

۱۔علی۔ ۲۔موسیٰ۔

۳۔فاطمہ۔ ۴۔امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔(شواہد)

حضرت سیدنا علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ دسویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کو ابوالحسن ثالث بھی کہتے ہیں۔ آپ ہادی عسکری کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں جن کا نام شمانہ ہے۔ کہتے ہیں یہ امِ فضل مامون کی لونڈی تھیں۔ آپ کی ولادت بمطابق ۱۳ رجب المرجب ۲۱۴ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔(شواہد)

حضرت علی ہادی رضی اللہ عنہ کے مناقب

ایک دن آپ سر من رائی کے کسی گاؤں میں تشریف لے گئے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی آپ کی تلاش میں آ گیا۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ آپ فلاں گاؤں میں گئے ہوئے ہیں۔ وہ اعرابی آپ کے پیچھے چلا گیا۔ آپ سے ملا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیسے آئے ہو؟ اعرابی کہنے لگا: میں ان لوگوں سے ہوں جن کا قلبی لگاؤ آپ کے جدِ امجد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تھا۔ اب میں ایک ایسے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قرضِ خطیر کے زیرِ بار ہوں۔ جسے ادا نہیں کر سکتا اور آپ کے سوا کوئی اور میری گردن سے یہ بار اتار نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا: کبیدہ خاطر نہ ہو۔ آپ نے اسے وہیں ٹھہرا لیا۔ صبح ہوئی تو آپ نے اعرابی سے کہا: دیکھو میں تم سے کچھ باتیں کہوں گا لیکن تمہارا فرض ہے کہ میری کسی بات کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی نے عرض کی: حضرت میں آپ کی کسی بات کی مخالفت نہیں کروں گا۔ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اعرابی کو اتنے پیسے دے دو جو اس کے قرض سے زیادہ ہوں کیوں کہ اس کے ذمے قرض ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ خط لے جاؤ۔ جب میں سر من رائی سے واپس آؤں تو میرے پاس آ جانا اور مجلس میں بیٹھے ہوئے مجھ سے ادائیگی قرض کا مطالبہ کرنا اور بے شک دو چار سنا بھی دینا۔ ہاں البتہ میری نصیحت کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی نے اس بات کا وعدہ کیا اور خط ہاتھوں میں تھام لیا۔ جب حضرت ہادی رضی اللہ عنہ سر من رائی سے واپس آئے تو آپ کی خدمت میں بہت سے احباب و محبین وغیرہ حاضر ہوئے۔ وہ اعرابی بھی حاضر ہو گیا اور خط باہر نکال کر حضرت کی نصیحت کے مطابق مطالبہ پیش کر دیا۔ آپ اس سے نرم نرم باتیں کرتے جاتے اور اظہار معذوری کر کے ادائیگی قرض کا وعدہ بھی کرتے جاتے۔ اس واقعہ کی خبر خلیفہ متوکل کو پہنچی تو کہنے لگا: آپ کے پاس تیس ہزار دراہم لے جاؤ۔ دراہم پہنچے تو آپ نے انہیں اعرابی کے آنے تک سنبھال کر رکھ چھوڑا۔ اعرابی آیا تو آپ نے فرمایا: لے جاؤ اور اپنا قرض ادا کرو اور جو باقی بچے اسے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا۔ اور مجھے معذور ہی خیال کرنا۔ اعرابی یہ بات سن کر کہنے لگا: یا ابنِ رسول اللہ ﷺ! بخدا جو آپ نے مجھے مرحمت فرمایا ہے مجھے تو اس سے تیسرے حصے سے بھی کم رقم کی امید تھی۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ فلاں چیز کو کہاں بھیجنا ہے۔ (شواہد)

آپ کی کرامات

ایک بار خلیفہ متوکل بیمار ہو گیا، اس کے جسم پر پھوڑا نکل آیا جس کے علاج و معالجہ سے اطباء عاجز آ گئے۔ خلیفہ کو موت نظر آنے لگی۔ ایک دن فتح بن خاقان جو خلیفہ کے مقربین میں سے تھا کہنے لگا: کسی کو حضرت ہادی کے پاس بھیجو شاید وہ کوئی ایسی چیز جانتے ہوں جو منفعت بخش ثابت ہو، چنانچہ ایک شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجا گیا، آپ نے فرمایا: فلاں چیز کو اس کے پھوڑے پر رکھو دوان شاء اللہ تعالیٰ نفع آور ثابت ہوگی۔ مجوزہ چیز کو متوکل کے پاس لایا گیا تو حاضرین ٹھٹھا مخول کرنے لگے۔ فتح بن خاقان کہنے لگا: تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے۔ لاؤ وہ چیز۔ خادموں نے حضرت کی فرمودہ دوائی حاضر کی جسے پھوڑے پر رکھ دیا گیا بس رکھنے کی دیر تھی کہ پھوڑا پھٹنے لگا اور تمام گندا مادہ خارج ہو گیا۔ متوکل کی صحت یابی کی خبر اس کی ماں کے گوش گزار کر دی گئی۔ جس نے دس ہزار دینار ایک ہمیانی میں بند کیے اس پر مہر لگائی اور حضرت سیدنا ہادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دی۔ متوکل کو صحتِ کاملہ مل گئی۔ اس واقعہ سے چند روز بعد متوکل نے کسی سے شکایت کی کہ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سامال و دولت اور اسلحہ ہے۔ متوکل نے اپنے دربان سعید سے کہا کہ تمہیں حضرت ہادی رضی اللہ عنہ کے گھر آدھی رات گھس جانا چاہیے اور جو مال و دولت اور اسلحہ ہاتھ لگے قبضہ میں لے کر یہاں لے آنا چاہیے۔ سعید حاجب کا بیان ہے کہ میں سیڑھی اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ جب آدھی رات کے وقت میں نیچے اترا تو گھر بالکل تاریک تھا اور مجھے پتہ نہیں چلتا تھا کہ میں کہاں جاؤں اچانک اندر سے آواز آئی۔ اے سعید! اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ میں دیا لاتا ہوں۔ کچھ وقفہ بعد دیا لایا گیا تو میں نیچے اتر کر آپ کے پاس چلا گیا دیکھا کہ آپ پشم کے کپڑے میں ملبوس ہیں، سر پر اون کا کلاہ ہے اور ٹاٹ کے مصلے پر قبلہ رو بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارے سامنے سب کچھ ہے۔ میں گھر میں ادھر ادھر پھرتا رہا لیکن جن چیزوں کی مخبری ہوئی تھی ان

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں سے کوئی چیز نہ مل سکی اور صرف متوکل کی والدہ کی بھیجی ہوئی ہمیانی موجود تھی اس پر اسی طرح مہر موجود تھی اور ایک دوسرے کیسے پر بھی مہر کے نشان تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ مصلی بھی حاضر ہے۔ میں نے مصلیٰ اٹھایا تو اس کے نیچے ایک تلوار دیکھی جو میان میں بند تھی میں یہ چیزیں پکڑ کر متوکل کے پاس لے آیا۔ جب متوکل نے ہمیانی پر اپنی ماں کی مہر لگی ہوئی دیکھی تو تمام کوائف دریافت کیے۔ حاضرین کہنے لگے کہ تمہاری بیماری کے دوران میں تمہاری ماں نے منت مانی تھی۔ متوکل کہنے لگا: اسی طرح کی ایک ہمیانی اور لو اور کیسہ وشمشیر کے ساتھ آپ کو دے کر آؤ۔ سعید حاجب بیان کرتا ہے۔ کہ جب میں یہ چیزیں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ پر شرمندگی اور انفعالیت طاری تھی۔ میں نے عرض کی: میرے آقا: میری لیے بہت مشکل تھا کہ آپ کے دولت سرا میں بغیر اجازت آگھسوں لیکن مجبور تھا مجھے حکم ہی ایسا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

۲...... جب متوکل نے آپ کو مدینہ منورہ سے عراق میں طلب کیا تو آپ سر من رائی میں ایک ایسی جگہ قیام پذیر ہوئے جسے خان الصعالیک کہتے تھے۔ یہ قیام گاہ کچھ اچھی نہ تھی۔ آپ کے متوسلین میں سے صالح بن سعید نامی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے ابن رسول اللہ! آپ کے قربان جاؤں، یہ گروہ تو آپ کی قدر ومنزلت پردۂ اخفاء میں رکھنے اور آپ کی آب وتاب کو مٹانے کے درپے ہے، اسی لیے آپ کو اس مکان میں قیام کے لیے ٹھہرایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے سعید! تو بھی تو اسی جگہ ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کیا تو نہایت عمدہ قسم کے باغات، بہتی ہوئی ندیاں اور ایسے محلات جن میں باعفت حسین وجمیل عورتیں اور چمکتے دمکتے موتیوں کی طرح چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے، ظاہر ہو گئے۔ صالح بن سعید کہتا ہے کہ میں مغلوب حیرت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابنِ سعید! ہم جہاں بھی ہوں یہ چیزیں ہمارے ساتھ ہوتی ہیں۔ یاد رکھو ہم خان الصعالیک میں نہیں ہیں۔ (ایضا)

۳...... ایک شخص کا بیان ہے کہ میرے ساتھ سفر میں میرا بچہ تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں دعا کی غرض سے عرض کی کہ میرے بچے کے ہاں بھی بچہ پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا: جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام "محمد" رکھنا۔ بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام محمد رکھا گیا۔ (شواہد)

...... اسی طرح ایک اور شخص نے اپنے بچے کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کے لیے التجاء کی۔ آپ نے فرمایا: لڑکی کئی لڑکوں سے اچھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ (ایضا)

۵...... متوکل کے گھر بہت سے پرندے تھے جن کی چہچہاہٹ سے کسی کو کسی بات کی سمجھ نہ آتی تھی لیکن حضرت ہادی رضی اللہ عنہ جس وقت بھی ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو پرندے خاموش ہو جاتے اور جب گھر سے باہر آتے تو بولنا شروع کر دیتے۔ (ایضا)

۶...... ایک ہندوستانی شعبدہ باز متوکل کے ہاں آیا ہوا تھا جو عجیب وغریب شعبدے دکھاتا تھا۔ ایک دن متوکل نے اسے کہا کہ اگر تم محمد بن علی رضی اللہ عنہ کو شرمندہ وخجل کر دو تو تمہیں ایک ہزار دینار دوں گا۔ شعبدہ باز نے کہا: اچھا چند پتلی پتلی روٹیاں دسترخوان پر رکھ دو اور مجھے ان کے پہلو میں بٹھا دو۔ خلیفہ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ نے روٹی پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے تو شعبدہ باز نے ایک ایسا عمل کیا جس کے اثر سے روٹی اٹھ کر حضرت ہادی رضی اللہ عنہ سے دور چلی جاتی۔ اس نے اس طرح تین بار عمل کیا جس سے اہلِ مجلس ہنسنے لگے اسی مسجد میں ایک قالین تھا جس پر شیر کی شکل کھینچی ہوئی تھی۔ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ نے اس شیر کو اشارہ کیا کہ اسے پکڑ لو۔ وہ شکل سچ مچ کا شیر بن گیا۔ پھر اس شعبدہ باز پر جست لگائی اور اسے زمین میں گاڑ دیا اور پھر اسی قالین پر واپس چلا گیا۔ متوکل نے ہر چند عرض کی کہ آپ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شعبدہ باز کوزمین سے نکالیں مگر آپ نے عرض قبول نہ کی۔ اور فرمایا: خدا کی قسم تم اب اس شعبدہ کو پھر نہ دیکھو گے۔ لہٰذا وہ مسجد سے باہر آ گیا اور اس کے بعد اسے کسی نے نہ دیکھا۔ (ایضاً)

۷...... ایک دن دعوتِ ولیمہ تھی جس میں شرکت کے لیے حلیفوں کی اولاد آئی ہوئی تھی بہت سے لوگ ان کی تعظیم کے لیے جمع تھے اس مجلس میں ایک ایسا نوجوان بھی موجود تھا۔ جو طریقۂ ادب و آداب سے بالکل محروم تھا، ٹیں ٹیں باتیں کرتا اور ہنستا۔ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ نے اپنے چہرۂ انور کو اس کی طرف کر کے فرمایا: تم ہنسی کے گول گپے کیوں بنے جاتے ہو۔ تمہیں اللہ کا ذکر بھول گیا ہے۔ یاد رکھو تم تین دن کے بعد اہل قبور میں سے ہو گے۔ یہ سن کر وہ نوجوان بے ادبی سے باز آ گیا۔ لیکن جب کھانا کھایا تو بیمار ہو گیا اور تیسرے دن فوت ہو گیا۔ (ایضاً)

۸...... کسی اور دن اہلِ سامرہ کے ہاں دعوتِ ولیمہ تھی ان میں سے بھی ایک لڑکا ایسا تھا جو بے ادب تھا اور مجلس میں بیہودہ گوئی کرتا تھا اور آپ کی عزت کرنے سے بھی عاری تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ شخص اس کھانے سے کچھ نہ کھا سکے گا۔ اس کے کپڑوں سے یہ پتہ چل جائے گا کہ زندگی اس پر تلخ ہو چکی ہے۔ کھانا آیا تو اس شخص نے کچھ کھانے کے لیے ہاتھ دھوئے لیکن اس کا غلام روتا ہوا اندر آ کر کہنے لگا: تمہاری ماں کوٹھے سے گر کر مر گئی ہے جلدی کیجئے وہاں چلئے تا کہ اسے زندہ دیکھ سکو۔ وہ شخص بغیر کھانا کھائے اٹھ کر چل دیا۔ (ایضاً)

اولادِ امجاد

آپ کی اولادِ امجاد میں تین صاحبزادے (۱) حسن رضی اللہ عنہ (۲) حسین رضی اللہ عنہ۔ (۳) جعفر رضی اللہ عنہ اور ایک صاحبزادی عالیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

انتقال

آپ کا انتقال مستنصر کے زمانے میں بغداد کے مضافات قصبہ سرمن رائی میں بروز دوشنبہ جمادی الاخری کے آخری ایام ۲۵۴ھ میں ہوا۔ آپ کی قبر انور سرمن رائی کی اس سرائے میں ہی ہے جو آپ کی ذاتی ملکیت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا مشہد قم میں ہے لیکن درست نہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ فاطمہ بنتِ موسیٰ بن جعفر بن محمد رضی اللہ عنہم کا مشہد قم میں ہے۔ اور حضرت رضا علی محمد موسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس نے ان کے مشہد کی زیارت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (سعادت الدارین)

واضح رہے کہ سرتاج الاولیاء خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ المتوفی چودہ ربیع الاول ۶۳۵ھ اسی شاخ سے ہیں۔

حضرت سیدنا حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ عنہم

آپ گیارھویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب زکی ہے۔ دیگر القاب ''خالص'' و ''سراج'' ہیں۔ آپ اپنے والد محترم کی طرح عسکری کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں۔ ان کا نام سوسن تھا لیکن اور نام سے بھی پکاری جاتی تھیں۔ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کا نام حدیث رکھا تھا۔ حضرت کی ولادت مدینہ منورہ میں ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۲۳۲ھ بھی کہا ہے۔ آپ سے بہت کرامات کا صدور اور بیشمار خوارق عادات کا ظہور ہوا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ کی کرامات

محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر کا بیان ہے کہ مجھ پر روزی بہت تنگ ہوگئی۔ میرے والد نے مجھے حضرت کی خدمت میں حاضری کے لیے کہا کیونکہ آپؒ جود وسخا میں مشہور ہیں۔ میں نے والد سے پوچھا: کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا اور میں نے آپ کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ چنانچہ ہم مقصد برآری کے لیے عازم سفر ہوئے۔ میرے والد نے راستے میں مجھے کہا ہم حاجت مند ہیں، اگر وہ ہمیں پانصد روپے دے دیں تو دوسو کے ہم کپڑے بنالیں گے دوسو کا آٹا دانہ خرید لیں گے اور باقی ایک سو روپے دوسری اشیائے خوردنی وضروریات پر خرچ کر دیں گے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ہوسکتا ہے آپ مجھے تین سو روپے دیں، میں سو روپے کے کپڑے، سو روپے کے دیگر اخراجات اور سو روپے کا گدھا خرید کر کوہستان چلا جاؤں گا۔ جب ہم آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے اور کوئی بات نہ کی۔ آپ کا غلام باہر آیا اور کہنے لگا: علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا محمد اندر آ جائیں۔ ہم اندر گئے اور السلام علیکم عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اے علی تمہیں اس وقت یہاں آنے میں کون سی بات مانع رہی۔ میرے باپ نے عرض کی: میرے آقا مجھے شرم آتی تھی کہ اس حال میں آپ کے پاس آؤں۔ جب ہم باہر آئے تو آپ کا غلام ہمارے پیچھے پیچھے آیا۔ اس نے ایک ہمیانی جس میں پانصد درہم تھے میرے والد کو دی اور کہا اس میں پانصد درہم ہیں، دوسو کپڑوں کے لیے، دوسو آٹے دانے کے لیے اور بقایا دیگر خرچ کے لیے۔ پھر ایک اور ہمیانی مجھے دی اور کہا اس میں تین سو درہم ہیں۔ سو کپڑوں کے لیے، سو دیگر اخراجات کے لیے اور سو گدھا خریدنے کے لیے، لیکن یہ ضروری ہے کہ بجانب کوہستان نہ جاؤ، کسی اور جگہ چلے جاؤ۔ اس جگہ کی طرف آپ نے اشارہ بھی کر دیا۔ میں نے وہاں جا کر شادی کر لی اور اسی روز مجھے دو ہزار درہم ہاتھ آئے۔ (شواہد)

۲......ایک شخص کہتا ہے کہ میرا والد سلوتری تھا اور وہ حضرت زکی کے حیوانات کا علاج کیا کرتا تھا۔ خلیفہ مستعین کے پاس ایک خچر تھا جسے کوئی شخص بھی رام نہ کر سکا یعنی اسے زین و لگام دے کر سواری نہ کر سکا۔ مستعین کے مصاحبوں سے ایک نے خلیفہ سے کہا: آپ اپنے خدام سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ حسین بن رضا کو تکلیف میں مبتلا کر دیں، یعنی یہ خچر انہیں دے دیں، یا تو وہ اس پر سوار ہو کر اسے رام کر لیں گے یا پھر یہ خچر انہیں ہلاک کر دے گا۔ مستعین نے آپ کو بلایا، آپ تشریف لائے۔ اس وقت خچر سرائے کے صحن میں کھڑا تھا۔ آپ اس کے قریب گئے اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ اسے پسینہ آنے لگا۔ پھر آپ مستعین کے پاس گئے اور بہت عزت واحترام سے پیش آئے۔ اس نے آپ کو اپنے ساتھ بٹھایا پھر کہا: اے محمد! اس خچر کو لگام دے دو۔ حضرت زکی نے میرے والد (سلوتری) کو لگام دینے کے لیے کہا۔ مستعین بولا: حضرت آپ خود لگام دیں۔ حضرت زکی نے اس پر طیلساں ڈالی اور اسے لگام دی اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ مستعین نے دوبارہ کہا: زین بھی آپ ہی کس دیں۔ آپ دوسری بار اٹھے خچر پر زین کسی اور اپنی جگہ پر واپس چلے گئے مستعین نے عرض کی: کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اس پر سواری فرمائیں تو۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور سرائے کے صحن میں ہی دوڑانے لگے دریں اثناء خچر نے کوئی سرکشی نہ کی۔ آپ نیچے اترے تو مستعین نے پوچھا: حضرت! یہ خچر کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس سے اچھا خچر نہیں دیکھا۔ مستعین نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے میرے والد سے کہا کہ اسے پکڑ و اور لے جاؤ۔ میرا والد اس خچر کو بڑے آرام سے لے گیا۔ خچر نے کسی قسم کی سرکشی نہ کی۔ (ایضاً)

۳......ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سید ناز کی سے اپنی غربت کی شکایت کی۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں تازیانہ موجود تھا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ نے اس سے زمین کھودی۔ اور اسی سبب سے پانچسو درہم کا سونا نکل آیا۔ آپ نے سارے کا سارا مجھے عطا کر دیا۔
۴...... ایک شخص کا بیان ہے کہ میں قید خانے میں تھا۔ میں نے قید کی تنگی اور جیل کی گرانی کی شکایت حضرت زکی کو لکھ بھیجی میں چاہتا تھا کہ اپنی تنگ دستی کے متعلق کچھ لکھ بھیجوں لیکن شرم مانع تھی اس لیے اس ضمن میں کچھ نہ لکھ سکا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: آج ظہر کی نماز اپنے گھر میں ہی پڑھنا۔ (اللہ کے فضل وکرم سے) میں قید سے رہا ہو گیا اور میں نے نماز ظہر گھر جا کر پڑھی اچانک مجھے آپ کا قاصد آتا ہوا دکھائی دیا جو میرے لیے سو دینار لا رہا تھا اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں مرقوم تھا کہ جس وقت بھی تجھے پیسوں کی ضرورت ہو بغیر شرم و عار مانگ لیا کرو کیونکہ تم جس چیز کی بھی طلب کرو گے تمہیں وہی ملے گی۔
۵...... ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے ایک عریضہ لکھا اور میں چاہتا تھا کہ چوتھے روز کے بخار کے متعلق بھی آپ سے پوچھ لوں لیکن مجھے یہ بات لکھنا یاد نہ رہی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ تمہارے مسئلے کا جواب یہ ہے: تم یہ بھی چاہتے تھے کہ چوتھے روز کے بخار کے متعلق بھی پوچھوں لیکن تم بھول گئے۔ دیکھو آیت شریف ''**یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ**۔'' کاغذ پر لکھ کر محموم (جسے بخار چڑھا ہوا ہو) کے گلے میں آویزاں کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور محموم کو آرام آ گیا۔
۶...... ایک شخص کہتا ہے کہ میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خوبصورت نوجوان اندر آ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا بھلا یہ کون ہو سکتا ہے؟ حضرت زکی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ میری بیوی کا چچازاد بھائی ہے۔ اس کے پاس پتھر کا ایک ٹکڑا ہے جس پر میرے آبائے کرام نے اپنی اپنی انگشتریاں رکھی ہیں اور اس پر مہریں کندہ ہو گئی ہیں۔ یہ میرے پاس بھی اسی غرض سے آیا ہے تاکہ میں بھی اپنی انگشتری اس پر رکھوں۔ چنانچہ آپ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اپنا سنگِ پارہ لاؤ وہ اٹھا کر آپ کے پاس لے آیا آپ نے ایک جگہ اپنی انگشتری رکھی۔ یہ انگشتری سادہ تھی اس پر کوئی نقش نہ تھا لیکن مہر نکل آئی اس پر الحسن بن علی کے الفاظ نقش ہو گئے جسے میں پڑھ رہا ہوں۔ بعد ازاں جب وہ نوجوان باہر آیا تو اس نے اس سے پوچھا: کیا تو نے کبھی آپ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم میری مدت سے خواہش تھی کہ آپ کا دیدار کروں۔ اسی وقت ایک نوجوان آیا ہے جسے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا: اٹھو اور اندر آؤ، تو میں اندر گیا۔
۷...... ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے آپ کو خط لکھا تاکہ مشکوٰۃ کے معنی پوچھوں۔ میری بیوی بھی حاملہ تھی اس لیے میں نے چاہا کہ اس کے لیے بھی دعائے خیر کراؤں اور بچے کا نام بھی آپ ہی رکھیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ ''مشکوٰۃ'' قلب محمد ﷺ ہے۔ لیکن فرزند خاتون کے بارے میں کچھ رقم نہ کیا۔ ہاں خط کے آخر میں یہ تحریر فرمادیا: **عَظَّمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَاَخْلَفَ عَلَيْكَ**۔ میری بیوی کے ہاں مردہ بچی پیدا ہوئی لیکن دوسرے حمل میں بچہ پیدا ہوا۔ (شواہد)

اولاد

آپ کی اولادِ امجاد میں سوائے محمد المنتظر کے اور کوئی باقی نہ رہے۔

شہادت

آپ کا وصال بروز جمعہ ربیع الاول سرمن رائی میں ۲۶۰ھ میں ہوا۔ اور اپنے والد معظم کے پہلو میں مدفون ہوئے آپ کی عمر شریف اس وقت ۲۸ سال تھی۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت سیدنا محمد بن حسین بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ بارہویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور آپ الامام بالحجہ، القائم المہدی، المنتظر اور صاحب زماں کے القاب سے بھی ملقب ہیں۔ آپ خاتمِ دروازہ ائمہ ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ سر من رائی میں ایک غار میں داخل ہو گئے آپ کے پیرو ابھی تک آپ کے منتظر ہی ہیں آپ ان کی طرف نکل کر نہیں آتے۔ یہ واقعہ ۲۶۵ھ کا ہے، بعض کہتے ہیں ۲۷۰ ہجری کا ہے یہی درست ہے۔ لیکن جو چیز لوگ خیال کرتے ہیں وہ ابھی تک مخفی ہی ہے۔ (شواہد)

آپ کی والدہ امِ ولد تھیں۔ ان کا نام صقیل یا سوسن تھا اور نرجس بھی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے اور بھی نام ہیں۔ حضرت کی ولادت رمضان المبارک کی تئیس تاریخ کو ۲۵۸ھ میں سر من رائی میں ہوئی۔ حکیمہ عمہ ابوزکی (آپ کی پھوپھی) کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابومحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے فرمایا: اے عمہ! آج رات ہمارے ہاں قیام کرو کیونکہ آج رات اللہ تعالیٰ ہمیں کچھ عطا کرے گا یعنی ہمارے ہاں کچھ پیدا ہوگا۔ میں نے کہا: حضرت! یہ بچہ کس سے پیدا ہوگا جبکہ بی بی نرجس سے تو حمل کے کوئی آثار ہی نظر نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا: اے عمہ! نرجس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سلام اللہ علیہا جیسی ہے اس لیے ان کا حمل ولادت سے پہلے ظاہر نہیں ہوگا حضرت عمہ کہتی ہیں: میں نے یہ رات وہیں کاٹی۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں نے اٹھ کر نمازِ تہجد ادا کی اور بی بی نرجس نے نوافلِ تہجد پڑھے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا صبح ہونے کو ہے مگر جو حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اس کے آثار نظر نہیں آتے۔ حضرت ابومحمد رضی اللہ عنہ نے مجھے آواز دی: اے عمہ! جلدی مت کرو۔ میں اسی کمرہ میں جس میں بی بی نرجس تھی واپس چلی گئی۔ آپ مجھے راہ میں ملیں۔ آپ پر لرزہ طاری تھا، میں نے انہیں پکڑ کر سینے سے لگایا اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اِنَّآ اَنْزَلْنَا اور آیۃ الکرسی۔ پڑھ کر آپ پر دم کیا آپ کے شکم سے آواز آئی جو کچھ میں نے پڑھا تھا آپ کے بچے نے بھی وہی پڑھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ تمام گھر نور علیٰ نور ہو گیا ہے اور بی بی نرجس کا بچہ زمین پر سجدہ ریز ہے۔ میں نے بچے کو اٹھا لیا۔ حضرت ابومحمد رضی اللہ عنہ نے اندر سے آواز دی: اے عمہ! میرے بچے کو میرے پاس لاؤ۔ میں ان کے پاس لے گئی۔ آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھایا اور اپنی زبان اس کے منہ میں ڈال دی۔ پھر فرمایا: اے میرے بچے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بات کر۔ پس بچے نے کہا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ. اس کے بعد میں نے دیکھا کہ سبز پرندوں نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ حضرت ابومحمد نے ایک سبز پرندے سے فرمایا: اسے پکڑ لو اس کی حفاظت کرو یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ ہمیں اس بارے میں حکم دے اللہ تعالیٰ ہی اپنے امر کو پہنچانے والا ہے۔ میں نے حضرت محمد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ دوسرے پرندے کیا ہیں؟ حضرت نے فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام ہیں اور باقی ملائکہ رحمت ہیں۔ پھر فرمایا: اے عمہ! اسے اس کی والدہ کے ہاں واپس لے جاؤ۔ بفحوائے مضمون "تو آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کر اور محزون نہ ہو اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگوں کو علم نہیں ہے۔" حضرت عمہ آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے گئیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو ناف بریدہ اور مختون تھے آپ کے دائیں جانب بالشت بھر لمبائی میں جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا' کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ وہی روایت کرتی ہیں کہ پیدائش کے وقت زمین پر دو زانو حالت میں تھے اور انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے آپ کو

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

چھینک آئی آپ نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں ابو محمد زکی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے ابن رسول اللہ ﷺ! آپ کے بعد خلیفہ اور امام کون ہوگا؟ آپ اندر گئے پھر کندھے پر ایک بچہ جو چودھویں رات کے چاند ایسا حسین تھا، اٹھا کر باہر آ گئے۔ بچے کی عمر تین سال تھی۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا: دیکھو! اگر تم خدا کے ہاں معزز نہ ہوتے تو میں تجھے اپنا یہ بچہ ہرگز نہ دکھاتا، اس کا نام رسول اللہ ﷺ کا نام ہے اور اس کی کنیت یہ ہے: ''هُوَ الَّذِیْ یَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا لَمَّا مُلِئَتْ جَوْراً وَظُلْمًا۔''

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کی دائیں جانب ایک گھر دیکھا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا، میں نے کہا: اے آقا: آپ کے بعد صاحب امر کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ذرا پردہ اٹھاؤ میں نے پردہ اٹھایا تو ایک چھوٹا سا بچہ نہایت پاکیزہ و مطہر جس کے دائیں رخسار پر تل تھا، گیسو کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے، باہر آیا اور حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ کی گود میں بیٹھ گیا۔ حضرت ابو محمد نے فرمایا: یہ تمہارا صاحب امر ہے۔ اس کے بعد وہ بچہ آپ کے زانو سے اٹھا حضرت ابو محمد نے اس بچے سے کہا: یَا بُنَیَّ اُدْخُلُوْا اِلَی الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ وہ بچہ گھر چلا گیا۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اٹھو اور دیکھو کہ گھر میں کون ہے؟ میں نے دیکھا تو گھر میں کوئی بھی نہ تھا۔ (شواہد)

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ خلیفہ معتضد نے مجھے دو اور اشخاص کے ساتھ طلب کیا اور کہا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سر من رائی میں فوت ہو گئے ہیں جلدی جاؤ اور ان کے گھر میں جس شخص کو بھی دیکھو اس کا سر میرے پاس لے آؤ۔ ہم آپ کے مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مکان نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا گویا اس کی تعمیر سے ابھی ابھی فارغ ہوئے تھے۔ ہم نے اس مکان پر پردہ پڑا ہوا دیکھا۔ پردہ اٹھایا تو ایک گڑھا نظر آیا وہاں آئے تو یہ گڑھا ہمیں دریا نظر آیا جس کے اوپر بوریا بچھا ہوا تھا اور ایک خوبصورت شخص اس پر قیام کی صورت میں نماز پڑھ رہا تھا اس نے ہماری طرف کوئی توجہ نہ دی۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک آگے بڑھا تاکہ آپ تک رسائی حاصل کرے لیکن وہ پانی میں پھڑکتا رہا آخر میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور وہ ڈوبنے سے بچ گیا اس کے بعد ایک اور شخص نے آپ تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن اس کا بھی یہی حال ہوا اور میں نے اسے خلاصی دلائی۔ میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ میں نے صاحب خانہ سے معذرت کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم مجھے اس صورتحال سے آگاہی نہ تھی اور نہ ہی یہ پتہ تھا کہ ہم کہاں آ رہے ہیں میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے خداوندِ قدوس کی طرف رجوع کر کے معافی مانگتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا اس نے اس کی پرواہ نہ کی۔ ہم معتضد کے ہاں واپس چلے گئے اور تمام قصہ سنا دیا۔ معتضد کہنے لگا۔ اس راز کو پوشیدہ ہی رہنے دو۔ اگر لوگوں کو پتہ چل گیا تو تمہاری گردن ماردیں گے۔ ان حالات و واقعات سے قارئین کو ان کی جلالتِ شان کا پتہ چل گیا ہوگا۔

بعض حضرات آپ کی دو بار غیبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایک غیبتِ قصری یعنے چند عرصہ کے لیے غیبت یعنی آپ کے زمانۂ ولادت سے لے کر انقطاعِ سفارت تک۔ دوسری غیبتِ طولیٰ یعنی زمانۂ انقطاعِ سفارت سے لے کر اس زمانے تک جب خداوندِ قدوس نے آپ کے ظہور کا وقت مقرر کیا ہے۔ غیبتِ قصری میں آپ کے لیے سفیروں کا اثبات بھی کیا جاتا ہے جو یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ یہ سفیر آپ اور تمام مخلوق کے درمیان ایک واسطہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان سے لوگوں کی حاجات و سوالات پورے ہوتے ہیں۔ یہ سفارت ایک شخص علی بن محمد نامی پر ختم ہو چکی ہے جس کی وفات ۳۲۶ھ میں ہوئی اس سے روایت ہے کہ اس نے اپنی وفات سے چھ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

روز قبل ایک سرکاری دستاویز نکالی جسے حضرت محمد بن العسکری ﷺ نے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا اس کی نقل مندرجہ ذیل ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم !ياعلی بن محمد اعظم الله اجر اخوتك فيك فانك ميت ما بينك وبين ست ايام فاجمع امرك ولا ترض الى احد يقوم مقامك بعد وفاتك فقد وقعت الغيبة التامه فلا ظهور الابعد اذن الله تعالىٰ وذالك بعد طول الامد وقسوة القلب وامتلاء الارض وسياتی من شيعتی من يدعی المشاهده الافمن المشاهده قبل خروج السفيانی والصحة وهو كذاب مفتر ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم۔

چنانچہ چھٹے روز تک کسی سے وصیت سفارت نہ کی گئی بعد ازاں غیبتِ طولی کا زمانہ آ گیا جو اللہ تعالیٰ کی مشیت تک چلے گا۔ آپ کی غیبتِ قصریٰ کے دوران میں طائفہ سفارت سے متعلقہ لوگوں نے آپ سے بہت سی حکایات بیان کی ہیں۔ (ایضاً)

حکایت نمبر ۱

ایک دفعہ اہلِ حلہ میں سے ایک شخص جس کا نام اسماعیل تھا، کو زخم آ گیا جس کے علاج و معالجہ سے حلہ اور بغداد کے حکماء عاجز آ گئے اور کہنے لگے اس کا علاج سوائے قطع و برید کے کوئی نہیں لیکن یہ حصہ کاٹنے میں بہت زیادہ خطرہ ہے کیونکہ وہ نس جس پر زندگی کا دارومدار ہے اس کے پاس ہی ہے۔ اسماعیل کہتا ہے جب تمام اطباء مایوس ہو گئے تو میں مشہد شریف چلا گیا۔ اماموں کی زیارت کے بعد میں ایک حوض میں کود گیا اور خدا سے استمداد و استعانت کرنے لگا۔ بعض راتوں میں قیام بھی کرتا رہا اور زیادہ وقت گزارا۔ ایک روز میں نے دجلہ کے کنارے غسل کیا، پاک و صاف کپڑے پہنے اور مشہد شریف کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس طرف سے چار سوار آ رہے ہیں دو تلوار بستہ تھے۔ ایک کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور چوتھے کے کندھے پر اتری ہوئی کمان تھی۔ یہ سب شرفائے مشہد میں سے معلوم ہوتے تھے۔ جب میرے پاس آئے تو انہوں نے السلام علیکم کہا میں نے وعلیکم السلام کہا۔ نیزہ بردار کمان والے کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرے اس سے ذرا دور کھڑے ہو گئے۔ جس شخص کے پاس کمان تھی مجھ سے کہنے لگا: کیا تو اپنے اعزہ و اقارب کے ہاں اکیلا ہی جائے گا۔ میں نے کہا ہاں جناب۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے زخم کا معائنہ کروں میں ان کے پاس گیا آپ نے میرے زخم کو اچھی طرح نچوڑ دیا جس سے مجھے سخت درد محسوس ہوا۔ نیزہ بردار کہنے لگا: اے اسماعیل! کیا تجھے فلاح حاصل ہوئی میں حیران تھا۔ کہ وہ میرے نام سے کیسے آگاہ ہو گئے۔ میں نے کہا: ہم فلاح پا گئے آپ بھی انشاء اللہ فلاح پائیں گے۔ نیزہ بردار کہنے لگا: یہ امام ہیں۔ میں دوڑ کر ان کے پاس گیا، آپ سے بغلگیر ہوا پھر آپ کے زانو کو بوسہ دیا۔ آپ چل دیے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا آپ نے مجھ سے چلا جانے کو کہا۔ میں نے عرض کی: میں آپ سے ہرگز جدا نہیں ہوں گا۔ آپ نے بار دیگر فرمایا: مصلحت اسی میں ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے وہی جواب دیا۔ نیزہ بردار نے کہا: تجھے شرم نہیں آتی تجھے امام نے دوبارہ واپس جانے کو کہا ہے اور تو خلاف امر کر رہا ہے۔ یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا۔ آپ چند قدم چلے پھر مجھ سے کہا: دیکھو تم جب بغداد جاؤ گے تو مستنصر تمہیں دربار میں طلب کرے گا اس کی کوئی بات نہ ماننا۔ میں اسی حالت میں تھا کہ آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد میں مشہد شریف آ گیا اور ان سواروں کے حالات معلوم کئے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ اس شہر کے آس پاس کے گاؤں کے شریف لوگ تھے۔ میں نے کہا وہ تو امام تھے۔ انہوں نے پوچھا: امام صاحب نیزہ تھے یا کمان؟ میں نے کہا: صاحب کمان تھے۔ پھر کہا: کیا تم نے انہیں اپنا زخم دکھایا۔ میں نے کہا: ہاں دکھایا تھا۔ لیکن آپ نے اسے نچوڑ دیا تھا۔ یہ زخم میری دائیں ران پر تھا۔ میں نے اسے برہنہ کیا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تو دائیں ران پر اس قسم کا کوئی نشان نہ تھا۔ مجھ پر دہشت کے مارے شک گزرنے لگا۔ میں کہتا تھا ہو سکتا ہے زخم بائیں طرف ہو۔ میں نے اسے بھی برہنہ کر کے دیکھا تو کوئی نشان نہ تھا۔ اس پر لوگ میرے گرد جمع ہو گئے، میرے کپڑے پھاڑنے لگے۔ خادمانِ مشہد مجھے گھر لے گئے اور اس طرح لوگوں سے خلاصی دلائی۔ میرے پہنچنے سے پہلے خبر بغداد شریف پہنچ چکی تھی۔ یہاں بھی لوگ مجھ پر اُمڈ آئے۔ قریب تھا کہ میں اس جم غفیر میں مارا جاتا لیکن مجھے خلیفہ کے پاس لے گئے۔ مستنصر نے مجھ سے میری رام کہانی پوچھی۔ میں نے کہانی دہرائی۔ مستنصر کہنے لگا کہ اسے ہزار دینار دے دو۔ میں نے لینے سے انکار کر دیا کیونکہ حضرت امام نے اس بارے میں مجھے پہلے ہی وصیت فرمائی ہوئی تھی کہ اس سے کوئی چیز نہ لینا۔ یہ حال دیکھ کر مستنصر رونے لگا لیکن میں اس کے ہاں سے باہر چلا آیا۔ (شواہد)

جامع الاصول میں قیامت کی علامات و شرائط کے ذکر میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا میں صرف ایک ہی دن باقی رہے تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا حتیٰ کہ میرے اہلِ بیت میں سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی پیدا فرمائے گا جو میرا ہمنام ہوگا اور جو روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ اس سے پیشتر روئے زمین ظلم و جور سے مملو تھی۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ دنیا اس وقت تک اختتام پذیر نہ ہوگی جب تک کہ ایک آدمی میرا ہمنام میرے اہلِ بیت میں سے پوری مملکتِ عرب کا مالک و قابض نہ ہو جائے اس کو امام ابی داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور جامع الاصول میں ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: کہ یہ میرا بیٹا سردار ہوگا جیسا کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا اور اس کی اولاد سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا جو تمہارے ہی نبی کا ہمنام ہوگا جو خلقتاً اگرچہ مجھ سے مشابہ نہ ہوگا تاہم اخلاق میں وہ میرا شبیہ ہوگا پھر اس کے بعد مندرجہ بالا الفاظ دہرائے یعنی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اس کو بھی ابی داؤد نے بیان کیا لیکن قصے والا حصہ بیان نہیں کیا۔ (ایضاً)

اور ابنِ عربی صاحبِ فتوحاتِ مکیہ نے مہدی کے ذکر میں یہ کہا ہے کہ وہ تین سو ساٹھ کاملین میں سے ہوں گے تمہیں معلوم ہونا چاہیے (اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں مؤید کرے) حق تعالیٰ اپنے نائب کو ایسے وقت میں ظاہر فرمائے گا جب کہ تمام روئے زمین جور و ظلم سے مملوء ہوگی۔ تو یہ خلیفہ اس کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ بالفرض اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی ہوا تو حق تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا حتیٰ کہ یہ خلیفہ جو آلِ رسول ہوگا اور اولادِ فاطمہ اور میرا ہمنام ہوگا۔ اس کی کنیت اس کے دادا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملتی ہوگی۔ وہ لوگوں سے مقامِ ابراہیم اور حجرِ اسود کے درمیان بیعت لے گا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ السلام سے وہ خلقت میں مشابہ ہوگا اور اخلاق میں کمتر ہوگا۔ یہ اس لیے کہ کوئی شخص بھی پیغمبرِ اسلام کی طرح نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (القلم:۴)

پھر فرمایا کہ اس شخص کے ہاتھ پر عرفائے، اہلِ حقائق اور اہلِ کشف و شہود بیعت کریں گے اور اس کی دعوت کو پھیلائیں گے اور اس کے مدد و معاون ہوں گے۔ وہ اس کے وزیر ہوں گے جو مملکت کا بوجھ اٹھائیں گے اور اس کی ہر معاملہ میں اعانت کریں گے پھر فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک ایسی جماعت کو ظاہر فرمائے گا جو ابھی تک خزانہ غیب میں چھپی ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ ان کو کشف کے ذریعہ سے حقائق اور معاملاتِ مخلوق سے مطلع فرمائے گا۔ ان کے مشورے سے یہ شخص فیصلہ کرے گا اور یہ لوگ حقیقتاً عارف ہوں گے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور اس کا نام اور جو کچھ اس کے دل میں ہوگا پہچانیں گے اور یہ صرف علمِ عطائی کی برکت ہوگی۔ اسی علم کی وجہ سے ہر اس چیز کو جس سے شخص موصوف کا مرتبہ اور منزلت معلوم کریں گے اس لیے کہ وہ خلیفۂ برحق ہے جو حیوانات کی زبان تک سمجھ لے گا اور اس کا عدل وانصاف جن وانس میں جاری وساری ہوگا۔ حضرت علاء الدولہ احمد بن محمد سمنائی نے ابدال واقطاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ محمد بن حسن عسکری رضی اللہ عنہ واصل ہو چکے ہیں اور ان کے آباؤ اجداد...... اہلِ بیت بھی اس مرتبہ سے متصف ہیں۔ جب یہ لوگ آنکھوں سے مخفی وپوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ تو ابدال کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر تدریجی طور پر ترقی کرتے کرتے عظمت کی انتہائی بلندی تک پہنچ جاتے ہیں اور علی بن حسین بھی ایک قطب رضی اللہ عنہ تھے جن کا انتقال ہو گیا۔ تو انہیں شونیز کے مقام پر دفن کیا گیا تو ان کی نمازِ جنازہ محمد بن حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور ان کے قائم مقام بن گئے اور قطبیت کے رتبے پر تیس سال تک فائز رہے پھر بحکم پروردگار یہ بھی وفات پا گئے تو ان کے قائم مقام حضرت عثمان بن یعقوب خراسانی جوینی رضی اللہ عنہ ٹھہرے اور ان کے تمام ساتھیوں نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور انہیں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیا۔ جب جوینی کا انتقال ہوا تو احد کو چک جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد میں سے تھے ان کے قائم مقام ہوئے۔ ان کا انتقال بیرون عرب ہوا۔ ان بزرگوں کی قبور اونچی ہیں نہ پختہ۔ انہیں اقطاب کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا اور یہ ہر سال قبور مذکورہ کی زیارتوں سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔ (شواہد)

الحمدللہ: حق تعالیٰ نے آئمہ اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال واحوال اور کرامات وخوارقِ عادات کے بیان کے اتمام کی توفیق بخشی ہے۔

آخر میں اپنے پیارے قابلِ صد احترام قبلہ بزرگوار جدِ امجد محمد دین صاحب فور مین۔ رحمہ اللہ المتین متوطن کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ المتوفی ۲۸ صفر المظفر ۱۳۸۶ ہجری کے لئے دعا گو ہوں جنہوں نے میری زندگی کا مقصد حصولِ دین اور تبلیغِ اسلام اور مسلکِ حق اہلِ سنت پر استقامت جانا اور اپنی خصوصی نگہبانی سے مجھے دار العلوم احسن المدارس روالپنڈی سیدی وسندی واستاذی حضرت قبلہ شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر کیا اور قبلہ شاہ صاحب نے اپنی خاص توجہ سے عرصہ آٹھ سال میں مجھے تمام علوم ومعارف سے آراستہ فرمایا۔ پروردگارِ عالم میرے قبلہ استاذی المعظم اور جدِ امجد پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کی نگاہ عنایت سے یہاں تک پہنچا ہوں ورنہ میں اس قابل کہاں جو کہ قبل ازیں ایک کتاب علمِ خیر الانام لکھ چکا ہوں اور اب اتنی عظیم کتاب شہادت کے موضوع پر لکھی ہے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے نہ تو اپنی علمی لیاقت وقابلیت کا اظہار مقصود ہے اور نہ ہی مال ودولت، وقار وعزت، ناموری وشہرت مطلوب ہے بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا کی خاطر ہے۔ اور کتاب شہادتِ نواسۂ سیدالابرار میرے لیے دنیا وآخرت میں بھلائی کا سبب بنائے اور خاتمہ ایمان فرمائے۔ آمین بحرمتہ سید المرسلین وآلہ الطاہرین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى شَفِيْعِنَا خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعِتْرَتِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِذِكْرِكَ وَذِكْرِ حَبِيْبِكَ وَذِكْرِ آلِ حَبِيْبِكَ مُتَلَذِّذِيْنَ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ وَارْزُقْنَا شَفَاعَةَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ فَرِحِيْنَ اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالصَّلٰوةُ الزَّكِيَّاتُ النَّامِيَاتُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْمُغَيَّبَاتِ مَظْهَرِ الْخَفِيَّاتِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهِ الْاَكَارِمِ السَّادَاتِ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی اَعْلَمُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ بِرَحْمَتِكَ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ اٰمِیْن یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ وَآلِہِ الطَّاهِرِیْنَ صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ قَدْ تَمَّ الْكِتَابُ بِعَوْنِ اللّٰہِ الْوَهَّابِ فِیْ یَوْمِ عَاشُوْرَاءِ مِنْ شَوَّالِ الْمُكَرَّم ۱۳۹۹ھ مِنْ هِجْرَۃِ مِصْبَاحِ الظَّلَامِ وَخَیْرِ الْاَنَامِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَآلِہِ السَّلَامُ الْمُصَارِفُ لِلثَّلَاثَۃِ مِنْ ستمبر ۱۹۷۹ء۔

محمد عبد السلام

غُفِرَلَہٗ رَبُّ الْاَنَامِ بِجَاہِ حَضُوْرِ سَیِّدِ الْاَنَامِ وَآلِہِ الْكِرَامِ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قرآن مجید کے تحقیقی مطالعے
کا ذوق رکھنے والوں کیلئے
انمول تحفہ

قرآنیات کا انسائیکلوپیڈیا

بُرھانُ القرآن فی مرأة الرحمٰن

مُصنّف فقیر اعجاز احمد قادری

مکمل 2 جلد 1800 سے زائد صفحات

- قرآن مجید کے موضوعات کا جامع ترین احاطہ
- مفسرانہ تشریحات
- باطنی اسرار و رموز
- اکابرین کے اقوال
- تاریخی تفصیلات و معلومات
- ہر موضوع میں طریقت و تصوف کی مہکتی خوشبو
- ذہن و عقل میں جذب ہونے والا ربط و تسلسل
- اسلاف کے لب و لہجے کی یاد تازہ کرنے والا شیریں و دلربا اسلوب تحریر

تصوّف و طریقت پر اپنی طرز کی پہلی منفرد تصنیف

اَسرارُ الحقیقت فی تِبیانِ الطّریقت

مُصنّف فقیر اعجاز احمد قادری

- نفس و روح کے لطائف و اسرار پر ایک طویل اور سیر حاصل بیان
- طریقت و ولایت کے مقامات و منازل کا مفصل تذکرہ
- باطنی و روحانی کیفیات، واردات، احوال اور مشاہدات
- ہر موضوع اور بحث میں قرآن و حدیث کے ان گنت دلائل
- عشق و محبت الٰہیہ کی سرشاری و خماری سے بھرپور
- طریقت و تصوف کے ہر سوال کا جواب، اچھوتا اور دلربا اسلوب تحریر

شریعت و طریقت کے انمول جواہر سے مزین

الارشادُ المدامُ فی تِبیانِ الاسلام

- ذات و صفات باری تعالیٰ
- نظریۂ وحدۃ الوجود و نظریۂ وحدۃ الشہود
- تخلیق کائنات کی تشریح
- نور محمدی ﷺ کے اسرار و معارف
- مسلمانوں پر قرآن کے حقوق
- شرعی حدود کا بیان
- قرآن مجید کی معلومات اور فضائل کا بیان
- سیرت النبی ﷺ کا دلکش اجمالی بیان
- عبادت کی روح اور فلسفہ
- فرائض شریعت اور ان کے فقہی مسائل کی تفصیل
- ذکر اللہ اور اس کی اقسام کا بیان
- نور الٰہیہ کے باطنی معارف
- دین کے شعائر میں مخفی روحانی حکمتوں کا بیان

مُصنّف
فقیر اعجاز احمد قادری

نُوریہ رِضویہ پبلی کیشنز

11 داتا گنج بخش روڈ، لاہور
042-37313885, 37070663
0300-4429721
E-mail: noorirazvia@hotmail.com

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

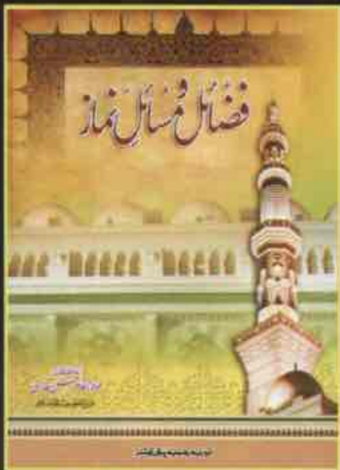

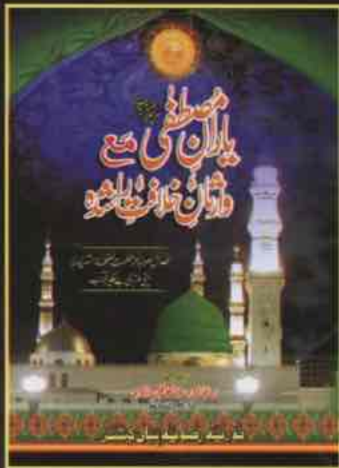

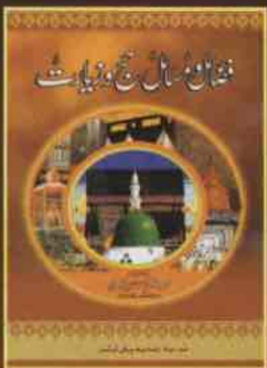

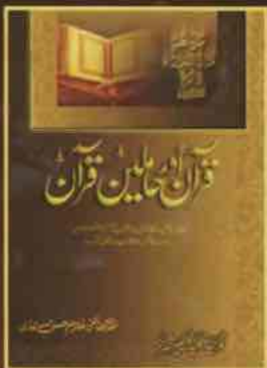

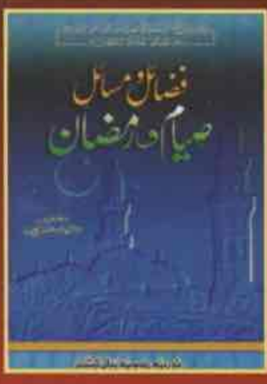

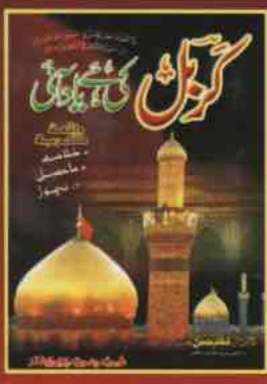

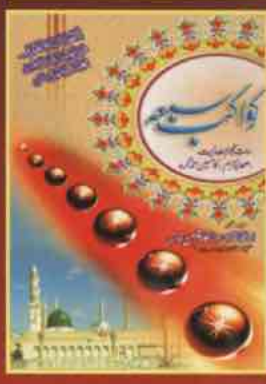

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
11۔ گنج بخش روڈ، لاہور 37313885
E-mail: nooriarizvia@hotmail.com